سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۱۳)

روح الاجتماع

یعنی

ڈاکٹر لیبان فرانسیسی کی کتاب "جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ" کا اردو ترجمہ

از

مولنا محمد یونس انصاری فرنگی محلی مرحوم

سابق رکن دار المصنفین

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڑھ میں چھپی

طبع سوم،

Marfat.com

Marfat.com

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

فہرست فصول و ابواب

روح الاجتماع

135116

شمار	مضمون	صفحات
۱	دیباچۂ مترجم،	۱-۴
۲	مقدّمۂ مترجم،	۵-۳۶
۳	مقدّمۂ مؤلّف،	۱-۶
۴	تمہید،	۷-۱۸
	باب اوّل	
	نفسِ اجتماعی کی تشریح و تمثیل	
۵	فصل ۱- جماعت کے ممیزاتِ عمومی،	۱۹-۳۲
۶	" ۲- جماعت کے حسّیات، جذبات، اخلاق،	۳۳-۶۵
۷	" ۳- جماعت کے قواے عقلی،	۶۶-۷۹
۸	" ۴- جماعت کے افعال پر مذہب کا اثر،	۸۰-۸۸
	باب دوم	
	جماعت کے افکار اور معتقدات	

Marfat.com

۹	فصل ۱۔ معتقداتِ جماعت کے عواملِ بعیدہ،	۸۹-۱۱۳
۱۰	" ۲۔ معتقداتِ جماعت کے عواملِ قریبہ،	۱۱۴-۱۴۳
۱۱	" ۳۔ قائدینِ جماعت کے خصائص،	۱۴۴-۱۶۳
۱۲	" ۴۔ نفسِ اجتماعی کے معتقداتِ اساسی کے حدود	۱۶۴-۱۶۸
	باب سوم	
	جماعت کے مختلف اقسام کی نفسانی تشریح،	
۱۳	" ۱۔ جماعت کے اقسام،	۱۶۹-۱۸۴
۱۴	" ۲۔ جرائم پیشہ جماعتیں،	۱۸۵-۱۹۰
۱۵	" ۳۔ فوجداری عدالتوں کی جیوریاں،	۱۹۱-۱۹۸
۱۶	" ۴۔ ووٹ دینے والی جماعتیں،	۱۹۹-۲۱۰
۱۷	" ۵۔ نیابی مجالس،	۲۱۱-۲۳۳

Marfat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۱- پیش نظر کتاب مشہور فرنچ مصنف موسیو لیبان کی کتاب "روح الاجتماع" (یعنی جماعتہائے انسانی کے اصولِ نفسیہ) کا ترجمہ ہے، موسیو لیبان ہندوستان کے لئے کوئی اجنبی مصنف نہیں ہیں، ان کی کتابیں تمدنِ عرب تمدنِ ہند اور انقلاب الامم، اُردو میں ترجمہ ہو کر ملک میں شائع ہو چکی ہیں، ہماری یہ کتاب اسی سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے،

۲- ہندوستان میں اگرچہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اپنے تئیں یورپین علوم و فنون کے خزانہ کا کلید بردار سمجھتا ہی لیکن ہندوستان کے عربی تعلیمیافتہ طبقہ کو مسلمانانِ مصر کا ممنون ہونا چاہئے کہ وہ اپنی مادری زبان عربی میں یورپ کی بعض جدید تصنیفات کا ترجمہ کرتے رہتے ہیں، ان سے ہندوستان کا عربی دان طبقہ بھی اپنی قدیم عزت و وقار کو برقرار رکھنے کیلئے کبھی کبھی مواد حاصل کرتا رہتا ہی،

مصر و ہندوستان گو ایک ہی گورنمنٹ کے زیر اثر اور ماتحت ہین، اور تقریباً دونون ملکون

کے حالات ملتے جلتے ہین، لیکن باوجود اس کے ان دونون ملکون میں بڑا فرق ہے،

مصر کی تمامتر موجودہ علمی چہل پہل اور دماغی ترقی کا علم بردار وہ فرقہ ہے جو جدید طرز تعلیم کے سانچہ میں ڈھالا گیا ہے، بخلاف اسکے ہندوستان میں ابتک جتنے بھی علمی یا قومی کام انجام پائے ہیں، ان میں سے تقریبًا اکثر اس فرقہ کی کوششوں کا نتیجہ ہیں جس نے بجائے کالجوں کی عالیشان عمارتون کے مسجدون میں یا ٹوٹے پھوٹے حجرون میں بیٹھ کر پرانے طرز پر تعلیم حاصل کی ہے، اردو زبان کے دور علمی کے جو مایۂ ناز بزرگ گذرے ہین، وہ عمومًا خالص عربی تعلیمیافتہ، یا عربی و انگریزی علوم وفنون دونوں کے جامع تھے، اور اس سلسلہ میں جو چند علمی کتابیں موجودہ دور میں اردو زبان میں ترجمہ یا تصنیف کی گئین، ان میں سے تقریبًا اکثر عربی تعلیمیافتہ طبقہ کی جانفشانی اور دماغی محنتون کا نتیجہ ہین، اور اس بنا پر جو کتاب اسوقت اردو دان ناظرین کی خدمت میں پیش کیجا رہی ہے، اس کا عربی دان طبقہ کی جانب سے پیش کیا جانا ہندوستان میں کچھ محل تعجب نہیں ہے،

۳۔ لیکن اس ترجمہ کے متعلق ایک اور خاص بات کا ذکر کر دینا بھی نہایت ضروری ہے، عربی زبان میں جو اس کتاب کا ترجمہ روح الاجتماع کے نام سے شائع ہوا ہے، اس کے متعلق گو یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ترجمہ اصل سے کتنا مختلف یا کتنا مطابق ہے، البتہ فرنچ زبان سے اس کتاب کا جو ترجمہ انگریزی میں کیا گیا ہے، اور کروڈ کے نام سے شائع ہوا ہے، اس سے عربی ترجمہ جابجا مختلف ہے، عربی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ فتحی پاشا زغلول نے کیا ہے، ان کے عربی طرز تحریر کی ایک نمایان خصوصیت یہ ہے، کہ زبان نہایت بلیغ ہوتی ہے، اور عبارت میں ایجاز و اختصار زیادہ ملحوظ رہتا ہے، "روح الاجتماع" کے علاوہ "سر تطور الامم" اور "سر تقدم الانکلیز السکسونیین" جو فرنچ کتاب کے عربی ترجمے ہین، ان کتابون کا مترجم بھی یہی مصری انشاپرداز ہے، اور ان سب کتابون میں بھی اس نے طرز تحریر کے یہی خوبی و صف نمایان ہیں، گو اس طرز تحریر سے عبارت میں زور پیدا ہوجاتا ہے لیکن کسی

Marfat.com

کتاب کا ترجمہ کرنے میں یہ طرزِ تحریر بجائے مفید ہونے کے الٹا مضر پڑتا ہے بعض جگہ ایجاز و اختصار کی وجہ سے ترجمہ میں مصنّف کا مطلب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے، اور بعض جگہ مطالب کی سلاست و روانی میں فرق آجاتا ہے،

اس بنا پر عربی ترجمہ کے ایجاز و اختصار کی وجہ سے عربی ترجمہ میں بیحد نقص پیدا ہو گئے ہیں، یہانتک کہ بعض جگہ اختصار کی بدولت مصنّف کا اصلی مطلب بالکل الٹ گیا ہے، اس نقص کے علاوہ عربی ترجمہ میں سب سے بڑا نقص یہ ہے، کہ مترجم چونکہ اصطلاحاتِ فن سے ناواقف ہے اسلئے اکثر جگہ عربی اصطلاحات وضع کرتے ہوئے، اس نے اصطلاحات میں نہایت بیجا تصرّف کیا ہی، مثلاً مصنّف نے جماعت کے ممیزاتِ عمومی بیان کرتے ہوئے جماعت کی خصوصیت یہ بتائی ہے، کہ جماعت کا وقوف و شعور قریب قریب مفقود ہوتا ہے، اور اس پر ہمیشہ نیم شعوری کی ایک کیفیت طاری رہتی ہی، انگریزی میں کیفیتِ شعوری کو کانشنس نیم شعوری کو سب کانشنس اور کیفیتِ غیر شعوری کو انکانشنس کہتے ہین، ان کیفیات میں پہلی کیفیت کا مظہر انسان کی حالتِ انفرادی ہے، اور دوسری کیفیت کا مظہر نفسِ اجتماعی ہی، لیکن مترجم نے نفسِ اجتماعی کو تیسری کیفیت کا مظہر بتایا ہی، اور سب کانشنس کا ترجمہ کیفیتِ لاشعوری کیا ہے، جو ان کانشنس کا ترجمہ ہے، یہ ایک بیجا تصرّف ہی، جس کا ارتکاب عربی مترجم نے اصطلاحات میں کیا ہے،

غرض یہ نقائص ہیں، جن سے عربی ترجمہ مملو ہے، میں جب اپنا ترجمہ تمام کر چکا، تو اس وقت مکرمی مولوی عبد الماجد صاحب بی اے نے میری توجّہ اس جانب مبذول کرائی، چنانچہ جب میں نے اس کتاب کے انگریزی ترجمہ کا مطالعہ کیا، تو فی الواقع مجھے انگریزی اور عربی ترجمہ میں بے انتہا فرق نظر آیا، اور اس کے بعد میں نے عربی ترجمہ سے قطع نظر کر کے انگریزی ترجمہ سے اپنے ترجمہ [illegible] زندگی کا خمیر ان ہی

حاصل یہ ہے، کہ گویہ ترجمہ دراصل عربی کتاب سے کیا گیا ہے، لیکن تصحیح اور نظر ثانی انگریزی ترجمہ سے کی گئی ہے، اور اس اعتبار سے گویا یہ سمجھنا چاہیئے، کہ اب یہ ترجمہ اپنی موجودہ شکل میں بجائے عربی کتاب کے انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے!

۴۔ موجودہ دور میں ہندوستان کے مسلمانوں کی قوم میں لیڈروں کی جو بہتات ہے، اور ہماری قوم کے نوجوانوں کو مقتدی بننے کے بجائے مقتدا بننے کا جو شوق ہے، غالباً اس راہ میں ان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازحد مفید ہوگا، کسی جماعت کے "قائد" بننے سے پیشتر اپنے میں قیادت کی صلاحیت پیدا کرنا چاہیئے، قوموں کے قائد عموماً اپنی فطرت سے قائد پیدا ہوا کرتے ہیں، اور ان کی زندگی کا مقصد ہی گویا یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی جماعت کے قائد بنیں، لیکن ہماری قوم میں روزمرہ جو مصنوعی قائد پیدا ہوا کرتے ہیں، ان کے لیئے کیا اس کی بھی ضرورت نہیں کہ قائد بننے سے پیشتر کم از کم ان علمی اصول کی تعلیم تو حاصل کر لیں، جو مختلف قائدین کے حالات سے مستنبط ہیں؟!

محمد یونس

فرنگی محل لکھنؤ، ۳۱ر جنوری ۱۹۱۸ء

Marfat.com

حق طبع محفوظ

مقدمہ

(۲)

۱۔ انسان کے تمام دماغی اور نفسانی حالات کو ایک ایک کرکے دیکھ جاؤ، نفسِ انسانی کے ہر ہر مظہر اور ہر ہر شعبہ میں تم کو گوناگون اور تغیر پذیر کیفیاتِ نفسانیہ کا جلوہ نظر آئیگا، احساسات[۱] و مشاعر[۲] خیالات[۳] و تصورات، عواطف[۴] و جذبات اور ارادہ[۵] یہ چار قسم کی کیفیتیں انسان کی دماغی حیات کی کل کائنات ہیں، اور انکے علاوہ جتنی کیفیتیں ہیں، وہ یا ان ہی کی مظہر ہیں، اور یا ان سے مل جل کر بنتی ہین، لیکن افراد انسانی کی ان نفسانی کیفیتون کا اظہار اکثر اس وقت ہوتا ہے جب مخصوص ماحول اور مخصوص علتون کے ماتحت دماغی قوی اپنے اپنے فرائض انجام دیتے ہین، انسان کی کیفیتِ وقوفی اور حالتِ شعوری ایک خارجی ماحول اور مخصوص ہیجاتِ بیرونی کی محتاج ہے، کہ جبتک یہ بیرونی موثر مخصوص خارجی حالات کی موجودگی مین اعصابِ حس کو متاثر نہ کرے، اسوقت تک انسان میں کیفیتِ وقوفی کا ظہور ہی نہیں ہوسکتا، اسی طرح جذبات اور تصورات بھی اپنے اپنے وجود کے لئے مخصوص حالاتِ خارجی اور ہیجاتِ بیرونی کے محتاج رہتے ہیں، اور ان سب کیفیات نفسانی سے انسان کی نفسانی زندگی کی تشکیل ہوتی ہے، ہر انسان کو اپنی روزانہ زندگی میں مختلف بیرونی ہیجات اور مؤثرات سے سابقہ پڑتا ہی، اور یہ بیرونی ہیجات اعصابِ حس کے ذریعہ سے انسان کے نفسانی کیفیات میں گوناگوں تغیر کرتے رہتے ہیں، اور چونکہ انسان کی نفسانی زندگی کا نمیر

Marfat.com

...رتغیر پذیر کوائفِ نفسانی کے مجموعہ سے تیار ہوتا ہے، اسلئے ہم کہہ سکتے ہین، کہ انسان کی انفرادی حیاتِ نفسی نام ہی ان تغیر پذیر کیفیاتِ نفسانی کے مجموعہ کا جو ذہنِ انسانی میں پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہیں،

لیکن یہ تغیرات جو انسان کی ذہنی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں، اور بسا اوقات انسان کی عملی زندگی پر بھی اثر کرتے ہین، کیا یہ محض اتفاقی حادثات کا مجموعہ ہین، یا یہ بکھرے ہوئے اجزار علت و معلول کی زنجیر میں منسلک ہین،؟ بالفاظ دیگر یہ مختلف تغیراتِ ذہنی جو ذہنِ انسان مین پیدا ہوتے ہیں، کیا یہ چند مخصوص قوانینِ فطرت کے تابع ہیں، جو ان تغیّرات کی علّت واقع ہوتے ہیں؟ علم بتاتا ہے کہ یہ تغیراتِ ذہنی چند نفسانی قوانین کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں، اور مٹتے ہین، احساسات و مشاعر کیلئے علٰحدہ قوانین ہیں، تصوّرات کے لئے علٰحدہ قوانین ہین، جذبات کیلئے علٰحدہ قوانین ہین، اور ان سب قوانین سے ایک مخصوص علم میں بحث کیجاتی ہی، جس کا نام علم النفس ہی، غرضکہ انسان کی حیاتِ نفسی جن تغیر پذیر کیفیاتِ نفسی کے مجموعہ سے عبارت ہی، ان کی علّتون، انکے قوانینِ نفسی اور انسان کی نفسانی زندگی کے حیرت انگیز طلسم کی عقدہ کشائی ایک مخصوص علم کے ذمہ ہی جسکو علم النفس کہتے ہین،

۲- انسان کی حیاتِ نفسی کا ایک یہ شعبہ ہے، جسکی حقیقت کا انکشاف علم النفس کرتا ہی لیکن انسان کی حیاتِ نفسی کا ایک شعبہ اور ہے، جو انسان کی اس ممتاز خصوصیت پر مبنی ہے، کہ انسان فطرۃً مدنی الطبع پیدا ہوا ہے، میری زندگی مجھی تک منحصر نہیں، میں خود ایک ذات ہوں، اور میرا وجود اپنی ہی نوع کے دیگر افراد کیساتھ وابستہ ہے، میرے عادات، میرے رہنے سہنے کا طور و طریق، میرے اعتقادات، میرا اخلاق، میرا کیرکٹر، غرض میری ہر وہ شے جسکو میں اپنی جسمانی یا دماغی زندگی کی جانب منسوب کر سکتا ہون، وہ صرف میری ہی نہیں ہے، بلکہ اس میں کا اکثر حصّہ میں نے دوسروں سے پایا ہے، اور اپنے پاس اس غرض سے امانت رکھا ہے، کہ اس میں کچھ اضافہ کر کے

Marfat.com

اس دفینۂ مخفی کو میں دوسروں تک پہنچا دون، یہ میری زندگی کا دوسرا شعبہ ہے، جس کا تعلق صرف میری اپنی ذات کیساتھ نہیں، بلکہ اس میں میرے ساتھ دوسرے بھی شریک ہیں، ہم قومی، ہم ملکی، اور ہم وطنی، غرض اس قسم کے وہ تمام مشترک الفاظ جو انسان کے حالاتِ اجتماعی یا اس کے رشتۂ قومی کو ظاہر کرتے ہیں، ان کی بنا انسان کی یہی دوسری قسم کی حیات ہے، جو حیاتِ انفرادی کی طرح گو تغیر پذیر واقع ہوئی ہے، لیکن انسان کی ان دو زندگیوں میں جو فرق ہے وہ یہ ہے، کہ اگر پہلی زندگی ایک ایک منٹ اور ایک ایک پل میں بدل جایا کرتی ہے، تو اس کے مقابل انسان کی دوسری زندگی مین ایک زمانہ اور چند صدیوں کے بعد تغیر ہوتا ہے، گویا انسان کی تمدنی اور اجتماعی زندگی کرۂ ارض کے طبقاتِ آبی چٹانوں اور پہاڑوں کے مماثل ہے، جنمیں ایک مدت کے بعد تغیر ہوتا ہے، اور تغیر کے بعد پھر انکی ظاہری حالت ایسی بدل جاتی ہے کہ اصلیت کا بالکل پتہ نہیں چلتا،

انسان کی یہ دو متقابل حیاتِ نفسی ہین جن میں سے حیاتِ انفرادی کے مظاہر تو ہم بتا چکے ہیں کہ انسان کے احساسات و مشاعر، تصورات و اعتقادات، جذبات و خیالات اور اسکی قوتِ ارادی، وغیرہ ہیں، لیکن انسان کی حیاتِ اجتماعی کی تشکیل جن عناصر سے ہوتی ہے، وہ وہ تمام لوازمِ تمدن ہیں، جو ایک قوم یا ایک ملک کے باشندوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین، اور جو ان کی عملی زندگی کے ہادی اور رہبر ہوا کرتے ہین، کسی قوم کا مخصوص نظامِ حکومت، اس کا مخصوص نظامِ معاشرت، اس کا مخصوص مذہب، اس کا طریق تجارت، اس کی صنعت و حرفت، اسکے علوم و فنون، اسکی صناعیاں اور دستکاریان، اس کا مخصوص طرزِ جنگ، غرض وہ تمام لوازم تمدن جو کسی قوم کیساتھ خاص ہوتے ہیں، ان سے انسانی حیاتِ اجتماعی کی تشکیل ہوتی ہے لیکن جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، کہ جس طرح انسان کی انفرادی حیاتِ نفسی تغیر پذیر ہے، اسی طرح انسان

Marfat.com

کی اجتماعی حیاتِ نفسی بھی تغیر پذیر اور بدلنے والی شے ہے، اور ان دونون میں جو فرق ہے، وہ یہ ہے کہ حیاتِ انفرادی کے اندر منٹون اور گھنٹون میں فرق ہوتا ہے، اور حیاتِ اجتماعی صدیوں کے بعد متغیر ہوتی ہے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حیاتِ انفرادی کے تغیر کیلئے جن خارجی مہیجات کی ضرورت ہوتی ہے، وہ بھی گو اپنی ترکیب میں پیچیدہ ہوتے ہین لیکن انسان کی حیاتِ اجتماعی پر جو خارجی موثرات اثر کرتے ہیں، وہ بے انتہا ہوتے ہیں، اور اس کے ساتھ ان کی ترکیب بھی اتنی پیچیدہ ہوتی ہے، کہ ان سب کے متواتر عمل کرنے کیلئے ایک مدت درکار ہوتی ہے،

لیکن یہ مختلف عوامل اور مہیجات جو کسی ہیئتِ اجتماعی پر اثر کرتے ہین ان کی تحدید و قسم کے مہیجات میں کی گئی ہے، بعض مہیجات تو وہ ہیں، جن کا تعلق خود ان افراد کے اندرونی حالات اور خود افراد کے ذاتی کیرکٹر اور افراد کی ذاتی فطرت سے ہوتا ہے، جماعت کے ان اندرونی مہیجات کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ پیش نظر کر لینا بھی ضروری ہے، کہ انسان کی ہیئتِ اجتماعی کا نظام تمامتر مبنی ہوتا ہے انسان کی قوتِ تقلید، اور اسکی اثر پذیری پر، حیاتِ اجتماعی کی اگر کوئی دقیق سے دقیق تشریح کی جائے تو اس کا حاصل بجز اس کے کچھ نہ نکلے گا، کہ حیاتِ اجتماعی نام ہے افراد کی اثر پذیری اور افراد کی تحدید حریت اور فنائے شخصیت کے مجموعہ کا، سوسائٹی میں داخل ہو کر سوسائٹی کا ہر فرد دوسرے افراد سے متاثر ہوتا ہے، اور اسی نسبت سے وہ دوسروں کو اپنے سے متاثر کرتا ہے، اور افراد کی ذاتی شخصیتین اجتماعی مقاصد کے اندر فنا ہو جاتی ہین، فطرتِ انسانی کا یہ باہمی فعل و اثر سوسائٹی کے اندرونی حالات میں تغیر کرتا ہے، اس کے بعد اس مجموعہ پر چند اور خارجی مؤثرات اپنا عمل کرتے ہیں، مخصوص آب و ہوا، مخصوص ماحول، آباو اجداد کے موروثی اثرات، ملک کی فطری بوقلمونی اور مختلف مناظر فطرت، غرض وہ تمام خارجی حالات جن میں انسان کی کوئی سوسائٹی بسر کر رہی ہو، وہ سب مل کر انسانی جماعت پر اپنا اثر

کرتے ہیں، اور ان تمام اندرونی اور بیرونی موثرات کا مجموعہ اپنے فعل و اثر سے سوسائٹی کے ان تمام کیفیاتِ اجتماعی اور مظاہرِ نفسانی کی تشکیل کرتا ہے جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، لیکن ان تمام اندرونی اور بیرونی موثرات کا جو اثر افرادِ انسانی کے مجموعہ پر ہوتا ہے، وہ اس طرح نہیں ہوتا کہ کوئی خاص موثر کسی خاص کیفیتِ اجتماعی پر اثر کرے، اور دوسرا خاص موثر دوسری کیفیتِ اجتماعی پر، بلکہ مؤثرات کا پورا مجموعہ کیفیاتِ اجتماعی کے پورے مجموعے پر ایکبارگی اثر کرتا ہے، اور اس بنا پر گو کیفیاتِ اجتماعی میں ہم ہر ہر موثر کے علیحدہ علیحدہ نشانات تو نہیں بتا سکتے، لیکن اگر ہم عہدِ قدیم کی کسی خاص سوسائٹی کے پورے حالات کا علم رکھتے ہوں، نیز موجودہ زمانہ میں اس سوسائٹی کے جو حالات ہیں، ان سے بھی ہم کو پوری واقفیت ہو، تو زمانہ گذشتہ اور زمانہ موجودہ کے حالات کا باہمی مقابلہ کرنے سے ان حالات کے اندر ہم ایک عجیب ربط و نظام پاتے ہیں، جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جس طرح حیاتِ انفرادی میں انسانی حیات کا ہر متاخر لمحہ اپنے پیشرو لمحہ سے علیت و معلولیت کا تعلق رکھتا ہے، اسی طرح حیاتِ اجتماعی کے تمام منتشر اجزاء بھی علیت کی ایک کڑی میں باہم منسلک ہیں، اور یہ پورا مجموعہ ایک عجیب حیرت انگیز ربط و نظام کا پتہ دے رہا ہے، جس کی علامتیں عالم کے تمام مظاہرِ وجود میں ہم کو عیاں نظر آتی ہیں، پس انسان کی مختلف کیفیاتِ اجتماعی میں سے ہر کیفیتِ اجتماعی کی علتِ قریبہ وہ کیفیتِ اجتماعی ہوتی ہے، جو اس کیفیتِ اجتماعی کے پیشتر گذر چکی ہے، اور اسی طرح سلسلہ وار تمام کیفیاتِ اجتماعی اپنے سے مقدم کیفیاتِ اجتماعی کی معلول اور اپنے سے متاخر کیفیاتِ اجتماعی کیلئے علت ہوتی ہیں،

غرض وہ خارجی حالات جن میں انسان کی کوئی سوسائٹی زندگی بسر کر رہی ہو جب اپنے قوانین کے مطابق جماعت کے اندرونی مؤثرات کیساتھ ملکر جماعت پر اثر کرتے ہیں اس

Marfat.com

وقت کسی خاص ہیئتِ اجتماعی کی تشکیل ہوتی ہے، جو مخصوص کیفیاتِ اجتماعی اور مخصوص لوازمِ تمدن کی پیدایش کا باعث ہوتی ہے لیکن جس طرح فطرت کے اور دوسرے مظاہرِ کائنات میں "عمل" اور "ردِّ عمل" دو برابر کی قوتیں ہوتی ہین، جو علی التواتر اپنا اثر کرتی ہین، اسی طرح انسان کی حیاتِ اجتماعی بھی "عمل" اور "ردِّ عمل" دو برابر کی قوتوں کی رزمگاہ ہے، جہان یہ دونون قوتین متواتر اپنا عمل کرتی ہین، ہیئتِ اجتماعی کے بیرونی مؤثرات، یا بالفاظ دیگر وہ خارجی حالات جنمین انسان کی کوئی جماعت زندگی بسر کر رہی ہو، افرادِ انسانی پر اپنا عمل کرتے ہیں، لیکن افرادِ انسانی کی فطرت میں خود اس طرح کی لچک پائی جاتی ہے، کہ جہاں وہ خارجی ماحول سے اثر پذیر ہوتی ہے، وہاں دوسری طرف وہ خود اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق کسی خارجی ماحول کو تلاش کر کے خود اس پر اپنا اثر کرتی ہے، خارجی مؤثرات انسانی فطرت کو اپنے رنگ میں رنگتے ہیں، اور انسانی فطرت خارجی موثرات کو وجود میں لاتی ہے، اور اس طرح "عمل" اور "ردِّ عمل"، دو مساوی قوتوں سے اثر پذیر ہو کر اجتماعِ انسانی ترقی کی جانب قدم بڑھاتا ہی، لیکن یہ ترقی ہمیشہ اسی طرح ظہور پذیر ہوتی ہے، کہ بیرونی مؤثرات اندرونی موثرات سے ٹکر کھاتے ہین، اور اندرونی موثرات بیرونی موثرات سے، اور دونون کے فعل و اثر سے ایک جدید ہیئتِ اجتماعی کا وجود ہوتا ہے، جو اگلی ہیئتِ اجتماعی سے بالکل مختلف ہوتی ہے، اور ان دو سوسائیٹیوں کے درمیان جو زمانہ باہمی فعل و اثر میں گذرتا ہے، وہ گویا ان دونون کے درمیان اتصال پیدا کرتا ہے، جس میں بوڑھی قومیں مٹتی اور نوجوان قومیں ابھرتی ہین، اور اس طرح قدرت اقوامِ عالم کو مٹا بڑھا کر ارتقاے تمدن و تہذیب کا فرض انجام دیتی ہے یہ ہے انسانی ہیئتِ اجتماعی کا وہ فرض جسکو دنیا کی مختلف قومین اپنی اپنی بساط کے موافق انجام دیتی ہیں، اور اپنے بعد والی قومون کیلئے چھوڑ جاتی ہین،

Marfat.com

غرض انسانی ہیئتِ اجتماعی کے مختلف تغیرات پر عمیق نظر ڈالنے سے ہم کو نظر آتا ہے، کہ

۱- انسان کی تہذیب و تمدن کی ترقی کا بڑا دارومدار ان خارجی اور اندرونی مؤثرات کے عمل اور ردِّ عمل پر ہوتا ہے، جو انسان کی ہیئتِ اجتماعی پر اپنا اثر کرتے ہین،

۲- ان مختلف مؤثرات کا یہ باہمی تاثر و تفاعل ان مختلف کیفیاتِ اجتماعی کی پیدائش کا باعث ہوتا ہے، جو مختلف اوقات میں پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہین،

۳- تغیرات کا یہ پورا سلسلہ چند قوانینِ فطری کی بنا پر عمل میں آتا ہے، جو قوموں کی ترقی و انحطاط میں بہت بڑا اثر رکھتے ہیں،

پس انسان کی ہیئتِ اجتماعی کے مختلف تغیرات، اور ان تغیرات کے مختلف علل و اسباب سے جس علم میں بحث ہوتی ہے، اس کا نام **علم الاجتماع** ہے، قومون کے مختلف تغیرات، قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانینِ نفسی، کیفیاتِ اجتماعی کی حقیقت، اور ان مختلف کیفیاتِ اجتماعی کے علل و اسباب کی جستجو، قومون کے حالات میں جو بیرونی مؤثرات تغیر پیدا کرتے ہین، اون کی تحدید اور اون کا تعین، ان تمام مسائل سے بحث کرنا، علم الاجتماع کا فرض ہے، قومون کی ترقی و تنزل کے کیا اسباب ہوتے ہین،؟ قوموں کے لوازمِ تمدن میں کس طرح تغیر ہوتا ہے،؟ قوموں کے اختلاط و امتزاج کے کیا کیا اسباب ہوتے ہین،؟ خارجی مؤثرات کتنے ہین؟ ان کی کیا نوعیت ہے،؟ قوموں پر ان کا کیا اثر ہوتا ہے،؟ یہ اور اسی قبیل کے دیگر سوالات، علم الاجتماع کے حدود میں داخل ہین، علمِ تاریخ اور علم الاجتماع میں فرق یہ ہے کہ علمِ تاریخ میں واقعاتِ ماضیہ کے جزئیات سے بحث کیجاتی ہے، اور علم الاجتماع میں ان جزئی واقعات سے بحث نہیں ہوتی، بلکہ وہ ان واقعات پر کلیانہ نظر ڈال کر انسانی ہیئتِ اجتماعی کے تغیرات کے علل و اسباب سے بحث کرتا ہے،

۴۔ لیکن انسانی ہئیتِ اجتماعی کے مختلف تغیرات کے علل قریبہ وبعیدہ سے مہذب ممالک میں جن بہترین دماغون نے بحث کی ہے، اونھون نے بحث کرنے کے دو طریقے اختیار کئے ہیں، اور یہ دونون طریقے وہی ہیں، جو عموماً مختلف مصنفین دوسرے علوم میں بھی اختیار کرتے ہین، مثلاً علمِ طب کولو، علمِ طب سے بحث کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے، کہ اغذیہ انسانی اور اغذیہ کے طبعی عمل، اور ہر ہر عضو کے قوانینِ صحت و قوانینِ مرض سے قطع نظر کرکے صرف اس بات سے بحث کیجائے، کہ فلان فلاں مرض میں کون کونسی دوائیں مفید ہین، اور فلان فلاں مرض میں کون کون دوائیں مضر ہیں، اس طریقۂ بحث سے صرف دواؤں کی خاصیتوں کا علم ہوتا ہے، اور کسی مرض کو مان کر صرف اس مرض کے طرقِ ازالہ سے بحث کیجاتی ہے، اس سے بحث نہیں ہوتی کہ یہ مرض پیدا کس طرح ہوا، ؟ اس مرض کے علامات کیا ہین، ؟ اسباب کیا ہیں، ؟ پھر خود قوانینِ صحت و قوانینِ مرض کیا ہین، ؟ غذا کا ہر ہر عضو پر کیا اثر ہوتا ہے، ؟ ان مباحث سے اس صورت میں بالکل بحث نہیں ہوتی، بخلاف اس کے دوسرا طریقۂ بحث جو ہے، وہ یہ ہے، کہ دواؤں کا اثر بتانے سے پیشتر اس بات سے بحث کیجائے، کہ اعضاے انسانی کے وظائفِ عمل کیا کیا ہیں، ؟ ہر ہر عضو کی حالتِ صحت و حالتِ مرض کے حدود کیا ہیں، ؟ اعضاے انسانی میں کن کن اسباب سے مرض پیدا ہوتے ہین، ؟ ان امراض کے علامات کیا ہوتے ہیں، ؟ انسانی غذا کی حقیقت کیا ہے، ؟ اعضاے انسانی پر غذا کا کیا اثر ہوتا ہے، ؟ امراض کو ادویہ اور اغذیہ سے کیا تعلق ہے، ؟ ادویہ کی کیفیت و کمیت سے مرض پر کیا اثر پڑتا ہے، ؟ غرض یہ اور اسی قبیل کے دیگر مسائل جو انسان کے حالاتِ صحت و مرض کے اسباب کا انکشاف کرین، اس دوسرے طرز میں ان سے بحث کیجاتی ہے، اور یہ دوسرا طرز پہلے طرز سے زیادہ عام و شامل اور جامع و مانع ہے،

Marfat.com

بعینہٖ اسی طرح انسانی ہیئتِ اجتماعیہ سے بھی بحث کرنے کے دو طریقے ہین، پہلا طریقہ یہ ہے، کہ ایک مخصوص ماحول فرض کرکے مخصوص کسی ہیئتِ اجتماعیہ کے متعلق یہ سوال کیا جائے کہ ان حالات کے اندر اس ہیئتِ اجتماعی پر فلاں واقعہ یا حادثہ کا کیا اثر پڑے گا، روس کے موجودہ حالات میں انقلابِ روس ملک کے لئے مفید ہے، یا نہیں، ہندوستان کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہوم رول ہندوستان کے لئے مفید ہوگا، یا مضر؟ چینی قوم کے موجودہ حالات کے لحاظ سے وہان شخصی حکومت زیادہ بکار آمد ہوگی، یا جمہوریت؟ یہ اور اسی قبیل کے دیگر مسائل جن میں ہیئتِ اجتماعی کی ایک خاص حالت فرض کرکے مستقبل کے نتائج یا ان نتائج کی علتیں دریافت کیجائیں، ان سے بحث کرنا یہ ایک طرز ہے،

دوسرا طرز یہ ہے کہ بجائے اس کے، کہ پہلے ہیئتِ اجتماعی کے مخصوص حالات فرض کرکے یہ بات دریافت کی جائے، کہ فلاں واقعہ کا قوم پر کیا اثر ہوگا،؟ یا ان حالات کے اندر فلان فلان واقعہ کی علت کیا ہے ؟ بجائے اس کے پہلے اس بات سے بحث کیجائے، کہ ہیئتِ اجتماعی پر جو مؤثرات اثر کرتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے، ؟ خود مخصوص خارجی حالات کس طرح پیدا ہوتے، اور قوم پر کس طرح اثر کرتے ہین، ؟ اس دوسرے طریقہ میں یہ سوال نہیں ہوتا کہ فلان فلاں حالات میں ہیئتِ اجتماعی پر فلان فلاں واقعہ کا کیا اثر پڑے گا، بلکہ سوال یہ ہوتا ہے کہ ہیئتِ اجتماعی کے لئے یہ مخصوص حالات خود کس طرح پیدا ہوئے ؟ مظاہرِ تمدن اور کیفیاتِ اجتماعی کو کن مختلف اسباب نے پیدا کیا ہے، پھر اس سے بھی آگے بڑھکر انسان کی حیاتِ اجتماعی کی غرضِ معین کیا ہے، اور یہ غرض حاصل کس طرح ہوتی ہے، ؟ قوموں کے قوانینِ نفسی کیا کیا ہیں، جو قوموں کے حالات میں تغیر کرتے ہین، علم الاجتماع سے بحث کرنے کا یہ دوسرا طریقہ ہے، جو پہلے طریقہ سے

Marfat.com

زیادہ عام وشامل اور پہلے طرز سے زیادہ مقبول ہے، اور زمانہ حال کے جن فلاسفہ نے علم الاجتماع سے بحث کی ہے، انھون نے عموماً یہی طرز اختیار کیا ہے، انگلستان میں مسٹر بکل نے سب سے پہلے تمدنِ انسانی کی تاریخ اسی طرز پر لکھی، اور لیبان نے بھی اپنی کتاب "انقلاب الامم" میں علم الاجتماع سے اسی طرز کے مطابق بحث کی ہے، غرض علم الاجتماع سے بحث کرنے کے عموماً یہ دو طرز ہیں، جو فلاسفہ نے اختیار کئے ہین، لیکن ان میں سے دوسرا طرز زمانۂ حال میں زیادہ مقبول ہے،

یہان تک سلسلۂ بحث میں ہم نے جتنے منازل طے کئے ہیں، ان کو یکجا طور پر ایک مرتبہ پیش نظر کرلو،:-

۱- انسانی زندگی کی دو قسمیں ہین،:- حیاتِ انفرادی سے متعلق جتنے علوم ہین ان میں سے علم النفس میں ان مختلف تغیرات اور تغیرات کے علل واسباب سے بحث ہوتی ہے، جو انسان کی ذہنی دنیا میں پیدا ہوتے ہین، اور حیاتِ اجتماعی سے متعلق جتنے علوم ہیں، ان میں سے علم الاجتماع میں ان مختلف تغیرات اور تغیرات کے علل واسباب سے بحث ہوتی ہے، جو انسان کی ہیئتِ اجتماعیہ میں مختلف اوقات میں پیدا ہوتے ہیں،

۲- علم الاجتماع میں جن مسائل سے بحث ہوتی ہے، وہ مختصراً حسب ذیل ہین،

۱- انسانی اجتماع پر کون کون خارجی اور اندرونی موثرات اثر کرتے ہین،؟

۲- انسان کے کیفیاتِ اجتماعی یا بالفاظ دیگر لوازمِ تمدن کسطرح پیدا ہوتے ہین،؟

ان لوازمِ تمدن اور مختلف کیفیاتِ اجتماعی کے اندر تغیر وانقلاب کس طرح اور کن اصول پر ہوتا ہے،؟

غرض وہ تمام امور جن کا تعلق انسان کی اجتماعی زندگی سے ہے، ان سے علم الاجتماع

Marfat.com

مین بحث کی جاتی ہے،

۳۔ لیکن علم الاجتماع سے فلاسفہ نے عموماً دو طرز پر بحث کی ہے، اوّل یہ کہ چند مخصوص خارجی حالات کے اندر مختلف واقعات و حوادث کا جو اثر ہیئتِ اجتماعی پر ہوتا ہے، اس کے علل و اسباب دریافت کرنا، دوسرے یہ کہ خود ان خارجی حالات و مؤثرات کی حقیقت اور انکی پیدایش کے علل و اسباب سے بحث کرنا،

یہ علم آلاجتماع کا ایک ہلکا سا خاکہ ہے، جو صفحاتِ بالا میں بالاجمال درج کیا گیا،

(۲)

۱۔ صفحاتِ بالا میں علم الاجتماع کا جو ایک ہلکا سا خاکہ کھینچا گیا، اس سے غالباً علم الاجتماع کی حقیقت تو خوب ذہن نشین ہو گئی، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختلف فلاسفہ نے علم الاجتماع سے بحث کرنیکے کیا کیا طریقے اختیار کئے ہیں،

لیکن بیاناتِ بالا کے مطالعہ سے غالباً ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوا ہوگا، کہ علم آلاجتماع کو انسان کی نفسانی حیاتِ اجتماعی کیساتھ وہی نسبت ہے، جو انسان کی فزیکل ہسٹری کو انسان کی حیاتِ جسمانی کے ساتھ ہے، یعنی گویا علم آلاجتماع انسان کی اجتماعی زندگی کی تاریخ کا نام ہے، جس طرح علم جیالوجی (طبقات الارض) میں یہ بحث کی جاتی ہے، کہ طبقاتِ ارض نے موجودہ شکل کس طرح حاصل کی،؟ زمین میں کیا کیا تغیرات واقع ہوئے،؟ اور ان تغیرات کے اسباب کیا ہین، اسی طرح انسان کی فزیکل ہسٹری میں یہ بحث کیجاتی ہے، کہ انسان کی پیدایش کس طرح ہوئی،؟ انسان نے موجودہ ترقی کس طرح حاصل کی؟ مختلف اصنافِ انسانی کے مابین مابہ الامتیاز کیا کیا چیزیں ہین،؟ انسان کے دورانِ ترقی میں انسان میں کیا کیا تغیرات ہوئے،؟ اور ان تغیرات کے اسباب کیا ہین،؟ بعینہ اسی طرح علم آلاجتماع میں جو بحث ہوتی ہے،

Marfat.com

وہ یہ ہے، کہ ہیئتِ اجتماعی کا وجود کس طرح ہوا، ؟ ہیئتِ اجتماعی نے موجودہ ترقی کسطرح حاصل کی، ؟ اور اس دوران میں کیا کیا تغیرات اس میں پیدا ہوئے، ؟ اور ان تغیرات کے اسباب کیا ہیں، ؟ غرض جن فلاسفہ نے علم الاجتماع سے ابتک بحث کی ہے، ان کی بحث کا زیادہ حصہ اجتماعِ انسانی کی تاریخ سے متعلق رہا ہے، اور گویا اس لحاظ سے انسان کی نفسانی حیاتِ اجتماعی کیساتھ اس علم کو وہی نسبت ہوگی، جو فزیکل ہسٹری کو انسان کی حیاتِ مادی کیساتھ یا جیالوجی کو جغرافیۂ زمین کے ساتھ ہے،

لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح فزیکل ہسٹری سے صرف انسان کے ان مختلف ادوار مادی کا علم ہوتا ہے، جس کو انسان نے طے کیا ہے، اسی طرح علم الاجتماع سے بھی محض واقعاتِ تاریخی کی حقیقت اور ان کے اسباب کا انکشاف ہوگا، اور جس طرح انسان کی حیاتِ انفرادی کے ادوار مادی اور ادوار نفسی کی حقیقت کا واقعی انکشاف اس وقت تک نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس کی حیاتِ انفرادی کے تمام عناصر و اجزا سے علیحدہ علیحدہ بحث نہ کی جائے، اسکے خواص جسمانی کی تشریح، اسکے حالاتِ صحت و مرض، اسکے قوی و اعضا کے وظائفِ عمل اور ان کی تشریح، اسکے دماغی قوی کی تفصیل، جذبات، احساسات، تصورات، افکار، عقائد، ارادہ ان تمام مظاہر دماغی کی توضیح و تشریح، جذبات کے انحطاط و زوال اور ترکیب و تقسیم کے قوانین، احساسات کی تحلیل اور تصور و احساس کے باہمی فروق، عقیدہ کی پیدایش اور زوال کے اسباب، تخیل کی وسعت، اور اس کی پوری توضیح، فکر کرنے کے طریقے، اور صحیح و غلط فکر کی باہمی تمیز، قوتِ ارادی کے مظاہر وغیرہ ان تمام مسائل سے جب تک بالتفصیل بحث نہ کی جائے، اس وقت تک صرف انسان کی فزیکل ہسٹری جان لینے سے حیاتِ انفرادی کے تمام شعبوں کی تشریح نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ انسان کی حیاتِ انفرادی سے جن علوم میں بحث ہوتی ہے، ان میں اعلیٰ

Marfat.com

عِلمِ تشریح اور علمِ النفس کا ہے، علمِ تشریح میں اعصابِ جسمانی اور قوی و اعضاء کے وظائفِ اعمال سے بحث ہوتی ہے، اور علم النفس میں جذبات و کیفیاتِ نفسیہ اور انسان کے مظاہرِ دماغی سے پس اسی طرح انسان کی حیاتِ اجتماعی سے جب بحث کرنا ہو، تو کوئی علم ایسا ہونا چاہیئے جو علمِ النفس کی طرح مظاہرِ اجتماعی کی حقیقت کی تشریح کرتا ہو، اور جس میں یہ بتایا جائے کہ نفسِ اجتماعی کی حقیقت اور اس کے ممیزات کیا کیا ہین، جماعت کے جذبات کی پیدائش کس طرح ہوتی ہے، جماعت میں کن کن جذبات کا ظہور ہوتا ہے، جماعت کے فکر کرنے کا کیا طرز ہے، جماعت کو آمادۂ عمل کرنے کے لئے کونسے ذرائع اختیار کئے جاتے ہین، جماعت کے کتنے اقسام ہین، اور ان اقسام کے باہمی ممیزات کیا کیا ہین، جب تک ان مسائل سے بحث نہ کیجائے اسوقت تک گو علمِ الاجتماع سے اجتماعی زندگی کے انحطاط و زوال اور ان کے اسباب کی وضاحت تو ہو جائیگی، لیکن انسانی ہیئتِ اجتماعی کی حقیقت پر روشنی نہ پڑے گی،

علاوہ بریں اوپر معلوم ہو چکا ہے، کہ ہیئتِ اجتماعی کے تغیرات جن اسباب کے معلول ہوتے ہیں، ان کی تحدید دو قسموں میں کی گئی ہے، ہیجاتِ بیرونی اور موثراتِ اندرونی، نیز یہ بھی معلوم ہو چکا ہے، کہ ان دو قسم کے موثرات میں باہم عمل اور ردِ عمل کا فعل جاری رہتا ہے، اور اس باہمی تاثر و تفاعل کے اثرات سے کیفیاتِ اجتماعی اور مظاہرِ تمدن کی پیدائش ہوتی ہے، نیز یہ کہ ان اندرونی موثرات کے اندر جو جو مؤثر شامل ہین، ان کا زیادہ حصہ جماعت کی خود اندرونی ترکیب سے تشکیل پاتا ہے، لیکن جماعت کی یہی اندرونی ترکیب نام ہے نفسِ اجتماعی کے مظاہر کے مجموعہ کا، جماعت کے جذبات، اس کے تصوّرات، اس کے اوہام، اسکے عقائد، ان ہی سب چیزوں کی ایک خاص ترکیب سے ہیئتِ اجتماعی کا جو ہیولیٰ تیار ہوتا ہے، اسی کو نفسِ اجتماعی کہتے ہین، اور اس نفسِ اجتماعی کے مظاہر سے جس علم میں بحث ہوتی ہے اسکو علم نفسیات

Marfat.com

اجتماع کہتے ہیں پس جب تک جماعت کی اندرونی ترکیب اور نفسِ اجتماعی کے مظاہر کی حقیقت کی تشریح نہ کی جائے، اس وقت تک جماعت کے ان اندرونی مؤثرات کی حقیقت واضح نہ ہوگی، جو اجتماعی تغیرات کی پیدائش میں خاص مداخلت رکھتے ہیں، اسلئے علم الاجتماع کے مباحث کا ایک ضروری پہلو یہ بھی ہے، کہ اجتماعِ انسانی کی حقیقت سے بحث کیجائے اور یہ بتایا جائے، کہ محض افراد منتشر کا حالتِ اجتماع میں آجانا کن جدید نفسانی حالات کی پیدائش کا باعث ہوتا ہی، اور یہ پہلو علم الاجتماع کے لئے اتنا ضروری ہی کہ بلا اسکے علم الاجتماع کی تکمیل کسی طرح نہیں ہوسکتی،

پس حاصل یہ ہے کہ فلاسفہ نے علم الاجتماع سے بحث کرنے کے جو طریقے اختیار کئے ہین، انکا تعلق زیادہ تر اجتماعِ انسانی کی تاریخ سے ہے، اور اسکو فلسفۂ تاریخ کہنا زیادہ موزون ہوگا لیکن اس سلسلہ میں کبھی اس بات سے بحث نہیں کی گئی کہ خود انسانی اجتماع کی حقیقت کیا ہے، اور نفسِ اجتماعی کے مظاہر کیا کیا ہین؟

---

۲ - یہی نقطہ بحث ہے، جسکو سب سے پہلے مہذب ممالک میں **لیبان** نے دریافت کیا، لیبان نے پہلے مدتون مختلف ممالک میں سیاحت کی، مختلف قوموں کے عادات، اطوار، خو بو، اور انکے آئینِ قومی دریافت کئے، اور ایک مدت تک مختلف قومون اور مختلف جماعتوں میں رہکر اس نے جماعتون کے طریقِ کار اور حیاتِ اجتماعی کے ایک ایک شعبہ سے واقفیت حاصل کی، اور اسکے بعد علم نفسیاتِ اجتماع کو مدوّن کیا،

علم نفسیاتِ جماعت کو لیبان نے جس طرز پر مرتب کیا ہے، اس میں لیبان کو دیگر علماء سے چند باتون میں خاص خاص امتیاز حاصل ہے، اور چونکہ لیبان کے علاوہ کسی مصنف کی کوئی دوسری کتاب ایسی موجود نہیں ہے، جسمیں مستقل طور پر صرف نفسیاتِ جماعت سے بحث ہو، اسلئے

Marfat.com

ہم لیبان کے خصوصیات کو اسی کے اوراق سے لیکر ذیل میں بیان کرتے ہیں :۔

۱۔ لیبان کی سب سے بڑی خصوصیت جسمیں تمام علما پر اسکو فوقیت حاصل ہے یہ ہے کہ علم الاجتماع کے اس پہلو پر مہذب ممالک میں سب سے پہلے اُسی نے قلم اوٹھایا، گو امریکہ اور انگلستان کے بعض علما نے بھی اس پہلو پر نظر ڈالی ہے، لیکن اس پہلو کو انھوں نے کوئی خاص اہمیت نہیں دی ہے، بلکہ عام علم النفس کے ضمن میں جابجا علم الاجتماع کے اس پہلو پر بھی نظر ڈال گئے ہیں، نفسیاتِ جماعت پر مستقل طور پر نظر ڈالنا، اور اصول و فروع کو ترتیب دینا اور بات ہے، اور کسی خاص بحث کے ضمن میں اس پہلو پر بھی بحث کرنا اور بات ہے،

خود لیبان کو علما سے یہ شکایت ہے کہ انھون نے علم الاجتماع کے اس پہلو کی جانب کیون خاص توجہ نہیں کی، چنانچہ ایک مقام پر کہتا ہے :۔

"جماعتون کا بیان بڑھتے بڑھتے طویل ہو گیا، حالانکہ ہمیں، انکی بابت بہت تھوڑا علم ہے، بات یہ ہے کہ جن لوگون نے علم النفس کی جانب توجہ کی ہے، وہ جماعتون سے کنارہ کش رہے، اور اسی لئے ہمیشہ انکے حالات سے ناواقف رہے"

پھر دوسری جگہ کہتا ہے :۔

"جماعت کے نفسانی حالات کے متعلق ہماری بحث بہت مختصر اور بطور سابقہ تصانیف کے خلاصہ کے ہوگی، اور ناظرین ان ہی مسائل سے واقف ہو سکیں گے، جو اس فن کے ابتدائی مسائل ہیں، کیونکہ میری حالت تو یہ ہے کہ میں نے ایک ایسی زمین پر قدم رکھا ہے، جو ایک مدت سے بنجر چھوڑ دی گئی تھی، اسلئے میں تو تمام فروع واصول کا استقصار نہیں کر سکتا، البتہ دوسرے لوگوں کو چاہیئے کہ ان مسائل میں خوب غور

وخوض کرکے اصول وفروع کو ترتیب دین"

لیبان کو علماے علم النفس سے یہ شکایت ہے، جس کا اظہار اُس نے اپنی کتابون میں متعدد مقامات پر کیا ہے، حالانکہ لیبان کہتا ہے کہ اس علم کے فوائد بے شمار ہیں، اس علم کے جن فوائد کو لیبان نے گنوایا ہے، وہ حسب ذیل ہین :-

۱- اس علم کا سب سے ادنی فائدہ تو یہ ہے کہ "علم شے بہ از جہلِ شے"

لیبان کہتا ہے :-

"جماعت کے نفسانی حالات کا معلوم کرنا بے حد ضروری ہے، خواہ ہم اس کا عملی حصہ حاصل کریں، یا صرف واقعات کی حقیقت دریافت کر لین، بہر حال جس طرح علم زراعت کی واقفیت کسی قدر فائدہ مند ہوتی ہے، اسی طرح انسان سے جو افعال صادر ہوتے ہیں، انکے اسباب کا دریافت کرنا بھی فائدہ سے خالی نہین"

یہ ایک عام فائدہ ہے، لیکن اس علم کا دوسرا بڑا فائدہ جو ہے، وہ یہ ہے کہ

۲- بہت سے واقعاتِ تاریخی ایسے ہیں جن کے علل واسباب کا اس وقت تک پتہ نہیں چلتا، تاوقتیکہ جماعتون کے نفسانی حالات سے واقفیت نہ پیدا کی جائے، علم نفسیات جماعت کا یہ فائدہ مبنی ہے اسی اصول پر جسکو ہم ایک ہی آدھ صفحہ اُدھر لکھ آئے ہین، اور وہ یہ ہے، کہ ہیئتِ اجتماعی کے تغیرات میں جن اسباب و مؤثرات کو دخل ہوتا ہے، ان میں سب سے زیادہ اہمیت اندرونی مؤثرات یعنی ہیئتِ اجتماعی کی اندرونی ترکیب کو حاصل ہوتی ہے، اور یہ اندرونی ترکیب عبارت ہے جماعت کے خیالات، جذبات وافکار وغیرہ سے جو نفسِ اجتماعی کے مظاہر ہین، پس جب کسی ہیئتِ اجتماعی کے تغیرات کے اسباب دریافت کرنا ہون، تو پہلے خود اس ہیئتِ اجتماعی کی اندرونی ترکیب اور اسکے نفسانی حالات

کی جستجو کرنا چاہیئے، کہ بغیر ان نفسانی حالات کا علم حاصل کئے ہوئے، اس ہیئتِ اجتماعی کے تغیرات کے اسباب سے واقفیت نہیں ہو سکتی،

موسیو لیبان نے علمِ نفسیاتِ اجتماع کے اس خاص فائدہ کو اپنی کتاب میں بہت اہمیت دی ہی، چنانچہ ایک مقام پر لکھتا ہے،:-

"اس علم سے ایسے بے شمار اخلاقی اور اجتماعی واقعات کی توجیہ ہو جاتی ہے، جنکی حقیقت سے واقف ہونے کا کوئی اور ذریعہ نہیں"،

ان دو فوائد کے علاوہ اس علم کا تیسرا بڑا فائدہ یہ ہے، کہ

۳- مختلف جماعتوں کی قیادت، بلا اس کے کہ جماعت کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کی جائے، ناممکن ہے، اسلیئے خاصکر ان لوگون کو اس علم کی جانب زیادہ توجہ کرنا چاہیئے، جنکے ہاتھوں میں مختلف قومون کی زمامِ سیاست ہوتی ہے، اور جن کا ایک اشارہ قومون کے حالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیتا ہے،

لیبان کہتا ہے،:-

"جماعتون کے نفسانی حالات سے واقف ہونا اس زمانہ میں اس قدر ضروری ہو گیا ہے، کہ ہر بڑے سے بڑا سیاست دان اس جانب خاص توجہ کرتا ہی، نہ اسلیئے کہ اس ذریعہ سے وہ جماعت پر اپنی حکومت اور سیادت قائم کرے، کیونکہ یہ بہت مشکل ہے، بلکہ اسلیئے کہ اس ذریعہ سے وہ جماعت کے زور کو گھٹا سکے"،

اور یہی سبب ہے کہ **لیبان** دوسرے موقع پر کہتا ہے،:-

"حالانکہ وہ لوگ جنھون نے دنیا پر حکومت کی ہے، اور جن کے ہاتھوں میں اقوام و ممالک کی عنانِ حکومت رہی ہے، بانیانِ مذاہب سے لیکر بانیانِ حکومت تک

Marfat.com

اور پیغمبرانِ مذاہب سے لیکر سیاست دان مدبرین تک حتی کہ وہ لوگ بھی جو چھوٹے چھوٹے قبائل کے سردار رہے ہیں، یہ سب ہمیشہ علم النفس کے ماہر ہوئے ہیں"

لیبان کہتا ہے کہ جماعت کی قیادت وہ شخص نہیں کرسکتا جو جماعت کے نفسانی حالات سے واقف نہ ہو، جس کو یہ نہ معلوم ہو کہ جماعت کو کس طرح اثر پذیر کرنا چاہئے، خطیبانہ انداز کا جماعت پر کتنا اثر پڑتا ہے، غیر معقول دلائل سے جماعت کسطرح اثر پذیر ہوتی ہے، بعض خاص الفاظ اور جملے کسی جماعت میں کس بنا پر مقبول ہوتے ہیں، اور بعض خاص الفاظ اور جملوں کو بسا اوقات جماعت کیوں ناپسند کرتی ہے، جس شخص کو ان تمام امور کا علم نہ ہو، وہ ہرگز قیادت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسلئے جب کسی قوم کی عنانِ سیاست اپنے ہاتھ میں لینا ہو، تو سب سے پہلے جماعت کے ان نفسانی حالات کا علم حاصل کرنا چاہیئے،

غرض یہ اس علم کے چند مختصر سے فوائد ہیں، جنکو لیبان نے جابجا اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور اس بات پر حیرت کی ہے، کہ باوجود ان فوائد کے علمای علم النفس اس فن سے کیوں اسقدر بیگانہ نظر آتے ہیں،

۲- دوسری بڑی خصوصیت لیبان کی یہ ہے کہ جن لوگوں نے علم الاجتماع سے بحث کی ہے انھون نے ان موثرات میں جو ہیئتِ اجتماعی پر اثر کرتے ہیں قوموں کے نظامِ اخلاق اور مذہب کے اثر کو بہت کم اہمیت دی ہے، بلکہ اکثروں نے تو سوسائٹی کے موثرات میں نظامِ اخلاق اور مذہب کو شمار ہی نہیں کیا ہے لیکن بخلاف اسکے لیبان نے نظامِ اخلاق اور مذہب کے اثر کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، بلکہ قوموں کے مزاجِ عقلی کی تکوین کا بھی مدار اس نے اپنی دوسری کتاب "انقلاب الامم" میں اسی نظامِ اخلاق ہی پر رکھا ہے، اور اپنی دوسری کتاب "روح الاجتماع" (جس کا ترجمہ آیندہ صفحات میں ناظرین کے پیش نظر ہے اس) کی ایک خاص فصل میں مذہب کے اثر سے اُس نے بحث کی ہے، نظامِ اخلاق کے اثر سے علمائے علم الاجتماع نے جو غفلت برتی ہے اسکے بابت لیبان اپنی

Marfat.com

دوسری کتاب "انقلاب الامم" میں ایک موقع پر لکھتا ہے،:-

"جن ماہرین علم النفس نے نفسیاتِ اجتماع سے بحث کی ہے، انکے ضعفِ نتائج کا بڑا سبب یہ ہے کہ انھون نے اپنے مباحث کو صرف عقلی مسائل پر محدود کرلیا ہے اور قوموں کے نظامِ اخلاق سے بالکل بحث نہیں کی ہے، میں کسی ایسے شخص کو واقف نہیں، جس نے نظامِ اخلاق کی اہمیت سے بحث کی ہو، بجز موسیو پولھان اور ایم ریبوٹ کے کہ ان دونوں نے اس جانب تھوڑی سی توجہ کی ہے"

عموماً فلاسفہ نے سوسائٹی کے مؤثرات میں ان چیزون کو داخل کیا ہے، جو مادی حیثیت سے جماعت پر اثر کرتی ہین، ملک کی آب وہوا، ماحول اور اسی قسم کے دیگر مؤثرات کو انکے نزدیک زیادہ اہمیت حاصل ہے، اور وہ واقعات کی توجیہ جو کرتے ہیں، تو محض مادیین کے اصول پر، حالانکہ لیبان کہتا ہے، کہ ان ظاہری اسباب کے پیچھے اسقدر کثرت سے چھپے ہوئے مؤثرات ہوتے ہین، جن تک عقلِ انسانی کی رسائی ہی نہیں ہوسکتی،

چنانچہ لیبان روح الاجتماع میں ایک مقام پر لکھتا ہے،:-

"زمانہ حال کے بعض مورخین خصوصاً موسیو ٹائن انقلاب فرانس کے بعض واقعات کی توجیہ کرنے میں جو ناکامیاب رہے، اس کا باعث بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ موسیو ٹائن نے جماعت کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ان مشکل مباحث میں بھی اوس نے مادیین کا وہی طرز اختیار کیا، جو عموماً واقعات کی توجیہ کرتے وقت وہ اختیار کرتے ہیں، مادیین اخلاقی قوتوں سے بہت کم بحث کرتے ہیں، حالانکہ ان ہی قوتوں کی بنیاد پر تاریخ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے"

پھر اس کے بعد ایک خاص فصل میں لیبان نے دعوی کیا ہے، کہ جماعت کے اعمال وافعال پر مذہب کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، جس سے انکار کرنا واقعہ سے انکار کرنا ہے، اس فصل کے آخر میں لیبان ایک مقام پر لکھتا ہے:۔

"پس مذہب کو جماعت کے مشاعر و احساسات اور اعمال وافعال پر جو تسلط اور غلبہ حاصل ہے، اس کی بنا پر میرا یہ خیال ہے، کہ کوئی شخص اہم تاریخی واقعات کی حقیقت کو اس وقت تک بتمام وکمال نہیں سمجھ سکتا، تا وقتیکہ وہ ان دینی معتقدات سے واقفیت نہ پیدا کرلے، جو ان واقعات کی آڑ میں جماعت کی قیادت کرتے ہیں، پھر بعض تاریخی واقعات تو ایسے گذرے ہیں، جن کی توجیہ جماعت کے اعتقادی پہلو کے علاوہ کسی اور پہلو سے ہو ہی نہیں سکتی، یہی وجہ ہے، کہ موسیو ٹائن نے جو ایک زبردست فلسفی مورخ گذرا ہے، گو واقعۂ انقلاب فرانس کی تاریخ لکھتے ہوئے اس واقعہ کے تمام جزئیات پر مورخانہ اور محققانہ نظر ڈالی ہے، لیکن چونکہ اس نے جماعتوں کے اس نفسانی حقیقت کو کہ جماعتیں ہمیشہ مذہبی جذبہ کی محکوم ہوتی ہیں، نظر انداز کر دیا، اسلئے بعض واقعات کے اسباب و علل دریافت کرنے میں وہ ناکام رہا"

حاصل یہ ہے کہ لیبان کے نزدیک جماعتوں اور قوموں کے تغیرات جن نفسانی موثرات کے معلول ہوتے ہیں، ان میں قوموں کے مذہب اور ان کے نظام اخلاق کے اثر کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور اس اہمیت کو یا تو بعض فلاسفہ اور مورخین نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اور یا اگر اسکی جانب کسی نے توجہ بھی کی ہے تو محض سطحی توجہ کی ہے لیبان زمانۂ حال میں پہلا فلسفی ہے، جس نے ان نفسانی موثرات سے نہایت تشریح وبسط کیساتھ اپنی کتابوں میں بحث کی ہے،

Marfat.com

۳- تیسری بڑی خصوصیت لیبان کی یہ ہے کہ اول تو لیبان کے پہلے کسی مصنف نے نفسیاتِ جماعت کے موضوع پر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مستقلاً قلم اٹھایا ہی نہیں، اور اگر قلم اٹھایا بھی ہے، تو محض اس پہلو پر اٹھایا ہے، کہ جماعت سے مجرمانہ افعال کا صدور کیون ہوتا ہی، یعنی یہ کہ جن جرائم کے ارتکاب سے انسان انفرادی حالت میں ہچکچاتا ہے، ان افعال کے ارتکاب پر اجتماعی حالت میں اوسکو کیونکر جرات ہوتی ہے، اور پھر اس موضوع پر بھی جن لوگون نے کچھ لکھا ہی، وہ ججوں کی ایک جماعت ہے، جنھون نے عدالتوں کی کرسیوں پر بیٹھ کر صدہا مقدمات اس قسم کے فیصل کئے ہین، اور اپنے اسی تجربہ کی بنا پر انھون نے اعداد و شمار سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جماعت صرف مجرمانہ افعال کا ارتکاب کر سکتی ہے،

لیبان اسکے متعلق روح الاجتماع میں ایک مقام پر لکھتا ہے :-

"البتہ تھوڑے دنون سے ان کو کچھ اس جانب توجہ ہوئی ہے، مگر اب بھی ان کی نگاہ جس حیثیت سے جماعتوں پر پڑتی ہے، وہ یہ ہے کہ جماعتیں ناروا افعال اور جرائم کا ارتکاب کرتی ہیں، بلاشبہہ یہ صحیح ہے، کہ دنیا میں جرائم پیشہ جماعتیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کے ساتھ دنیا میں نیک چلن اور بہادر جماعتیں بھی ہیں، پس جماعتوں کو صرف ارتکاب جرائم کی نگاہ سے دیکھنے کا یہ مطلب ہوگا، کہ ہم کسی شے پر صرف ایک حیثیت سے نظر ڈالین، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جسطرح کسی شخص کے صرف ظاہری عیوب دیکھ لینے سے اسکے پورے اوصاف اور پورے حالات کا علم نہیں ہو سکتا، اسی طرح صرف اس بات کی واقفیت سے کہ جماعت کبھی ارتکاب جرائم کرتی ہے، جماعت کے پورے حالات کا علم نہیں ہوتا"

پھر دوسری جگہ لیبان کہتا ہے :-

Marfat.com

"جن علمار نے اس علم کی جانب توجہ کی ہے، ان کے مباحث زیادہ تر جماعت کی مجرمانہ حیثیت سے متعلق ہیں، لیکن میں نے اس موضوع پر صرف ایک فصل میں بحث کی ہی اور وہ بھی مختصر ہے، اسلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ناظرین کو ایم ٹارڈا اور موسیو سیگل کے اس رسالہ کی جانب توجہ دلاؤن جس کا نام "جماعاتِ جارمہ" ہے، اور خصوصیت سے اس لئے زیادہ ان کتابون کی جانب توجہ دلانے کی ضرورت ہے، کہ میں نے جماعت کے قوائے عقلی کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے ہیں، وہ ان دونوں مصنفوں کے خیالات کے برعکس ہین"،

پھر اسکے بعد لیبان نے جہان پر جماعت کے اخلاق سے بحث کی ہے، وہاں نہ صرف یہ بتایا ہے، کہ جماعت سے بسا اوقات محاسنِ اخلاق کا ظہور اور نیک افعال کا صدور بھی ہوتا ہے، بلکہ اسکے ساتھ اس نے ان لوگوں کی غلطی کا سبب بھی بتا دیا ہی، جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین:-

چنانچہ لیبان کہتا ہے:-

"بعض ماہرین نفسیات نے جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں، مطلقاً یہ حکم جو لگا دیا ہی، کہ جماعت کے اخلاق ہمیشہ انحطاط پذیر ہوتے ہین، اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انھون نے جماعت کے اخلاق پر یکرخی نظر ڈالی ہی، یعنی انھون نے صرف یہ دیکھ لیا، کہ وہ شر و فساد کے جانب زیادہ مائل ہوتی ہی، اس بنا پر انھون نے کہدیا کہ جماعت ہمیشہ بداخلاق ہوتی ہی"

پھر اسکے بعد جماعت کے اخلاق کی بابت لیبان یہ دعوی کرتا ہے، کہ

"تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ افراد نے نہیں، بلکہ جماعتون ہی نے نزاہت علم و عمل، اور عظائم اعمال کی مسلّم الثبوت مثالیں پیش کی ہین"،

Marfat.com

یہ تو لیبان کا عام دعوی ہے، کہ جماعت کے اخلاق بسا اوقات پاکیزہ بھی ہوتے ہین لیکن جس خاص فصل میں اس نے جماعت کی مجرمانہ حیثیت سے بحث کی ہی، اور جرائم پیشہ جماعتوں کی سائیکالوجی لکھی ہی، وہاں دیگر مصنفین کے خلاف اُس نے نہایت بلند آہنگی کیساتھ یہ بھی دعوی کیا ہی، کہ جماعت سے درحقیقت کبھی مجرمانہ افعال کا صدور نہیں ہوتا، یوں قانون کی نظر مین خواہ انکے افعال جرم کی حد کے اندر آجاتے ہون لیکن فلسفیانہ نقطۂ نظر سی انکے افعال پر جرم کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ہی،

لیبان کہتا ہے :-

"یہ صحیح ہے کہ جماعت کے بعض افعال، بعض اوقات جرم کی حد کے اندر آجاتے ہیں لیکن یہ جرائم اسی طرح کے ہوتے ہیں، جس طرح ایک درندہ جانور جرائم کا ارتکاب کرتا ہی اور باوجود اس کے درندہ کو کوئی مجرم نہیں کہتا، بات یہ ہی کہ جماعت سے جو جرائم سرزد ہوتے ہین، وہ کسی ہیجِ شدید کی بدولت اس سے وقوع میں آتے ہین، اور اس ہیجِ شدید سے متاثر ہو کر جو افراد ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں، کہ وہ ایک واجب یا فرض ادا کر رہے ہیں، اور ظاہر ہی کہ یہ شان مجرموں کی نہیں ہوتی،"

غرض لیبان نے اس کتاب میں درجہ بدرجہ ثابت کر دیا ہی کہ اصل میں جماعت کی جانب مجرمانہ افعال کا ارتکاب کرنا ہی غلط ہے، اور خاص کر جن لوگوں نے جماعت پر محض مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالی ہی، ان کی غلطی نہ صرف اتنی ہی کہ انھون نے جماعت کی جانب مجرمانہ افعال کا ارتکاب کیا، بلکہ انھون نے اس مسئلہ پر یکرخی نظر ڈالی ہی، یہ لیبان کی خاص تحقیق ہی جسمیں وہ دیگر علماے یورپ کے مقابل میں منفرد ہے،

لیبان کی یہ چند خصوصیات ہیں جنمین وہ تمام متقدمین اور متاخرین علماے علم النفس

Marfat.com

پر خاص فوقیت رکھتا ہے، اور جنکو اس نے اپنی کتابوں میں جا بجا خود ذکر کیا ہی، ان خصوصیات کا لحاظ کرتے ہوئے غالباً لیبان کا یہ دعوی کہ نفسیاتِ اجتماع پر مستقل حیثیت سے اسکے پہلے کسی نے قلم نہیں اُٹھایا، کچھ بیجا نہیں ہی، پھر لیبان کے نظریات اپنی جگہ پر خواہ کتنے ہی مکمل ہون، لیکن اسکی تصنیفات اسقدر جا و بیجا تکرار اور حشو و زوائد سے مملو ہین، کہ بعض جگہ تکرار کی بدولت مطالعہ کرنے والے کی طبیعت میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے، مگر اس سقم کیساتھ یہ بھی پیشِ نظر کرلو کہ لیبان ہی پہلا شخص ہی، جس نے اس موضوع پر سب سے پہلے مستقل حیثیت سے قلم اُٹھایا ہی اور اسکے پیشرو جن لوگون نے اس موضوع پر بحث بھی کی تو انکے نتائج اور بحث اسقدر ناقص اور خلافِ واقعہ تھے، کہ اس موضوع پر لکھتے وقت لیبان کو ان نتائج سے قطع نظر کرکے علم کے مبادی اور مسائل کو نئے سرے سے خود ترتیب دینا پڑا، اور ہر مسئلہ کے اصول و فروع خود لیبان ہی نے ترتیب دیئے، پس ان تمام امور کا لحاظ کرنے کے بعد لیبان کی تصنیفات کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور علماے یورپ میں لیبان ایک خاص امتیاز کا مستحق ٹھہرتا ہے،

(۳)

لیکن اس سلسلہ میں اگر ہم علماے یورپ سے قطع نظر کرکے اسلامی لٹریچر اور علماے اسلام کی تصنیفات پر بھی ایک نظر ڈالکر یہ دیکھیں کہ آیا اسلامی لٹریچر میں بھی علمِ نفسیاتِ جماعت کے متعلق کچھ مواد مل سکتا ہے یا نہیں تو یہ بہت زیادہ دلچسپ بات ہوگی، صفحاتِ بالا میں یہ خوب اچھی طرح ثابت ہو گیا ہی، کہ علم الاجتماع سے جس ترتیب اور جس طرز سے لیبان نے بحث کی ہی، اس حیثیت اور اس طرز سے لیبان کے پہلے کسی مصنف نے اس علم پر نظر نہیں ڈالی، اسلئے اب اس بحث میں ہمارے لئے نہایت آسانی ہو گئی ہے، اب ہم لیبان ہی کے نظریات کو لیکر اسلامی لٹریچر میں ان نظریات کو تلاش کرتے ہین،

لیبان نے اپنی کتاب کو تین ابواب پر تقسیم کیا ہی، پہلے باب میں اس نے جماعت کے اوصافِ عمومی سے بحث کی ہی، اور اس باب کو تین فصلوں میں پھیلایا ہے، پہلی فصل میں جماعت کے ممیزاتِ عمومی سے بحث ہی، دوسری فصل میں جماعت کے جذبات سے، تیسری فصل میں جماعت کے قواے عقلی سے، اور چوتھی فصل میں مذہب سے، لیبان کا طرز استدلال اپنے نظریات میں یہ ہی کہ چونکہ اجتماعِ انسانی انسان کے عہدِ طفولیت کا ورثہ، اور اسکی ابتدائی تاریخ کی یادگار ہے اسلئے جو اوصافِ جذبی و عقلی انسان کے عہدِ طفولیت میں افراد میں پائے جاتے ہین، ان ہی کا ظہور انسان کی حالتِ اجتماعی میں بھی ہوتا ہی، اور چونکہ جماعت کیفیتِ نیم شعوری کا مکمل مظہر ہوتی ہے، اسلئے حالتِ اجتماع میں آکر افراد کی عقلی خصوصیتین ماند پڑ جاتی ہین، اور حالتِ اجتماع میں ارسطو کے بھی ہوش و حواس گم ہو جاتے ہین، اور عام افراد کی طرح بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہی، اثر پذیری ضعفِ عقلی، تلوّن مزاجی، مبالغہ پسندی اور غیظ و غضب یہ تمام اوصاف جو ناقص العقل افراد کی خصوصیتیں ہیں، حالتِ اجتماع مین آکر یہی سب اوصاف تمام افراد میں پیدا ہو جاتے ہین، اور چونکہ جماعت میں آکر افراد کی عقل کند ہو جاتی ہی، اسلئے جماعت میں استدلال کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رہتی، البتہ قوتِ تخیل ترقی کر جاتی ہی، اور قواے عقلی بے حس و حرکت ہو جاتے ہین

پس اس صورت میں جو شخص جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہتا ہی، اسکو چاہیے کہ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لئے حسب ذیل وسائل اختیار کرے،:-

۱- استدلال سے گریز،

۲- تمثیل بیانی، یعنی کسی واقعہ کو تشبیہات یا استعارات کی صورت میں بیان کرنا،

بعض خاص الفاظ کا جو جماعت کے نزدیک پسندیدہ ہین، انکو زیادہ استعمال کرنا، اور

Marfat.com

جو الفاظ اور جملے جماعت ناپسند کرتی ہی، ان کے استعمال سے حتی الامکان احتراز کرنا،

۴۔ جماعت کو آمادۂ عمل اور اثر پذیر کرنے کے لئے یہ ضروری ہی کہ اس کے مذہبی عقائد یا موروثی خیالات سے زیادہ استدلال کیا جائے،

۵۔ مدعیانہ اور تحکمانہ طرزِ خطابت،

۶۔ الفاظ اور معانی کی تکرار،

یہ وسائل ہیں جن سے جماعت اثر پذیر ہوتی ہے، اور جن سے عموماً خطبا اور قائدین جماعت کام لیتے ہین، یہ دو ابواب کا خلاصہ ہے، اس کے بعد تیسرے باب میں جماعت کے اقسام سے بحث کی ہے، اور اس میں زیادہ تر نظریاتِ سابقہ کو جماعت کے اقسام پر منطبق کیا ہی، یہ لیبان کے طرزِ بیان کا ایک تقریبی خلاصہ ہی،

پس لیبان کے نظریات پر اگر ایک غائر نظر ڈالی جائے، تو بہت آسانی سی یہ پتہ چل جاتا ہی کہ لیبان جس علم کو علمِ نفسیاتِ جماعت کہہ رہا ہی، اور جو نظریات علمِ نفسیاتِ جماعت کے اس نے ترتیب دئے ہین، اِن میں کا اکثر حصہ علمِ خطابت کے متعلق ہے، خطیب کو کن الفاظ اور جملوں کا استعمال کرنا چاہیے، ؟ خطیب کو استدلال کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئی؟ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے کیا طریقے ہیں؟ تحکمانہ طرزِ ادا اور تکرار کا جماعت پر کیا اثر پڑتا ہی؟ استعارات اور تشبیہات جماعت کو کس طرح اثر پذیر کرتے ہیں؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر سوالات کا تعلق علمِ خطابت سی ہے،

لیکن فرق یہ ہی کہ علمِ خطابت میں ان مسائل سے جو بحث ہوتی ہے، تو اسلئے کہ علمِ خطابت کا موضوع ہی یہی ہے، کہ الفاظ اور جملون سے جماعت کس طرح اثر پذیر ہوتی ہی تو گویا علمِ خطابت میں ان مسائل سی اصلاً و بالذات بحث ہوتی ہی، اور علمِ نفسیاتِ جماعت میں ہیئتِ اجتماعی کے عام مؤثرات کے ضمن میں ان خطابی مسائل سی بھی بحث ہو جاتی ہی، یہی وجہ ہی کہ لیبان نے گو اپنی

کتاب مین علم الخطابت کے بعض مسائل سے بحث تو کی ہے، لیکن علمِ خطابت کے مسائل کا استقصار نہیں کیا ہے،

غرض لیبان کے نفسیاتِ جماعت میں جن ابواب کو زیادہ اہمیت حاصل ہی وہ دو ہین

۱۔ جماعت کے جذبات و قوائے عقلی کی تشریح،

۲۔ معتقداتِ جماعت کے موثرات، اسی ضمن میں اُس نے بعض ان مسائل سے بھی بحث کی ہے، جن سے علمِ خطابت میں بھی بحث ہوتی ہے،

اِن نظریات میں جتنا حصہ ایسا ہے، جو علمِ خطابت سی تعلق رکھتا ہی، اس کا غالب حصہ اسلامی لٹریچر میں شرح و بسط کیساتھ موجود ہے، ابن سینا نے شفار میں اور علماے آدب اور دیگر منطقین نے خطابت پر مستقل طور پر لکھا ہی، لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ لیبان کی غرض ان مسائل کے بیان کرنے سے علم الخطابت پر کچھ لکھنا نہ تھا، بلکہ لیبان کے مباحث میں نفس اجتماعی کے مظاہر عقلی و فکری وغیرہ سی بحث کرنا زیادہ تر ملحوظ ہی، اسلئے علمِ خطابت کی کتابون میں یہ مسائل اگر شرح و بسط کیساتھ مذکور ہین، تو اس سے علمِ نفسیاتِ اجتماع میں کوئی مزید اضافہ نہیں ہوتا، اور اسلئے ہمارے نزدیک علمِ خطابت کے مسائل سے لیبان کے نظریات کو تطبیق دینا یا لیبان کے نظریات کی تائید میں علمِ خطابت کی کتابوں سی شواہد پیش کرنا بالکل بے فائدہ ہے،

البتہ یہ ضرور ہے کہ ابن سینا نے شفار میں خطابت پر جو کچھ تحریر کیا ہی، اس سے تبعاً وضمناً ہم علمِ نفسیاتِ اجتماع کے بعض مسائل کا یون ہی سا استنباط کر سکتے ہین، ابن سینا نے شفا میں نہایت تفصیل سے اس امر پر بحث کی ہے کہ خطبہ دیتے وقت خطیب کو کون سے الفاظ اور کس قسم کے جملوں کا استعمال کرنا چاہیئے، قیاساتِ خطابی اور قیاساتِ جدلی میں کیا فرق ہی، خطیب استدلال جو پیش کرتا ہی، اس کی کیا نوعیت ہوتی ہے، تمثیل اور استقرا

Marfat.com

ان دونوں میں سے جماعت پر کس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، تشبیہات واستعارات سے مجمع کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے، مدح وذم یا رغبت و نفرت کے جذبات پیدا کرنا ہوں، تو اسکے لئے خطیب کیا کیا تدابیر اختیار کرسکتا ہے، غرض وہ تمام مسائل جن کا تعلق علمِ خطابت سے ہے، نہایت بسط کیساتھ ابن سینا نے ان سے بحث کی ہے، اور یہ مسائل گو مستقلاً علمِ نفسیاتِ جماعت کے مسائل تو نہیں، لیکن ان مسائل سے نفسیاتِ جماعت کے اصول وفروع کی ترتیب وتدوین میں ایک گونہ آسانی ہوسکتی ہے،

لیکن ان مسائل کے علاوہ لیبان کے اور نظریات جو ہیں، مثلاً یہ کہ جماعت کے جذبات اور قوائے عقلی کی تشریح، یا مثلاً یہ مسائل کہ معتقداتِ جماعت کے پیدا کرنے میں زمانہ کا کیا اثر ہوتا ہے، مخصوص نظامِ حکومت اور مخصوص نظامِ معاشرت کو ہیئتِ اجتماعی کے تغیرات میں کیا دخل ہوتا ہے، تعلیم وتربیت سے ہیئتِ اجتماعی پر کیا اثر ڈالا جاسکتا ہے؟ یہ اور اسی قسم کے دیگر مسائل جن کا تعلق خاص علمِ نفسیاتِ جماعت کیساتھ ہے، اس ترتیب اور تفصیل کیساتھ اسلامی لٹریچر میں ان کا کہیں پتہ نشان نہیں ملتا، البتہ ان کے جانب جستہ جستہ اشارات وکنایات کہیں کہیں ملتے ہیں، مثلاً ابنِ خلدون نے ایک خاص فصل میں یہ دعوی کیا ہے، کہ دیہاتی باشندے شہری باشندوں سے زیادہ نیک کام کرتے ہیں، یا اسی طرح ابنِ خلدون نے ایک اور فصل میں یہ دعوی کیا ہے، کہ دیہاتی باشندے شہری باشندوں سے زیادہ شجاع ہوتے ہیں، یا مثلاً ایک فصل میں یہ دعوی کیا ہے کہ وحشی قوموں کو دیگر اقوام پر غلبہ حاصل کرنے کی زیادہ قدرت ہوتی ہے، اور گو ان مباحث کا مقصد دیہاتی اور شہری باشندوں کی اخلاقی حالت کا موازنہ کرنا ہے، لیکن ان مباحث سے جماعتوں اور قوموں کی اخلاقی حالت کا بھی تھوڑا بہت اندازہ ہوتا ہے،

ان مباحث کے علاوہ لیبان نے ایک خاص فصل میں یہ دعوی جو کیا ہے، کہ جماعت کے اعمال وافعال پر مذہب کا بڑا اثر ہوتا ہے، اور جماعت کسی بڑے کام کو اس وقت تک انجام نہیں دیسکتی، جب تک اس کے افعال مذہبی جامہ نہ پہن لیں، اس کے بکثرت شواہد موجود ہین،

اسی بحث کے ضمن مین لیبان بڑی بڑی حکومتوں اور سلطنتون کے قیام کا سبب حسب ذیل بیان کرتا ہے، ہ

"حقیقت یہ ہے کہ رومی نشان کے آگے بیکس اقوام سپر انداز جو ہوگئیں، تو اس کی وجہ یہ تھی، کہ شہنشاہ روم ان کی نگاہ میں ایک معبود کے رتبہ پر پہنچ گیا تھا، اور چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں اس کے نام کی محرابیں اور طاق تعمیر کیے جاتے تھے، اور رومی حکومت میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک جدید مذہب کی اشاعت کی گئی تھی، جسکی بنا قیاصرۂ روم کی پرستش پر تھی، یہان تک کہ مسیحیت کے ظہور سے کچھ مدت پیشتر سرزمین گال میں شہر لیون کے قریب قیصر آگسٹس کے نام کا ایک ہیکل تعمیر کیا گیا تھا، جس کے مجاوروں کی سطوت وہیبت باشندگان گال کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی"،

لیبان کہتا ہے کہ سلطنتِ روم کی تقویت اور شوکت کا باعث یہ تھا، کہ تمام رومی صوبے شہنشاہان روم کے ناموں کا کلمہ پڑھتے تھے، اور مذہبی پردے میں دولتِ روم کی طاقت وشوکت کا اظہار کیا جاتا تھا، بلکہ ایک خاص مذہب ایجاد کیا گیا تھا، جسکی بنا قیاصرۂ روم کی پرستش پر تھی، اس مذہب کی اشاعت تمام رومی صوبوں میں کی گئی تھی، لیبان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رومی سلطنت کو اسوقت تک استحکام نصیب نہ ہوا

جب تک رومی شہنشاہون نے اپنے اغراضِ ملک گیری پر مذہبی رنگ نہ چڑھالیا، اور خود رومی شہنشاہون نے بجاے شاہانہ سطوت کے مذہبی تقدّس وعظمت کا رنگ نہ اختیار کرلیا، غرض مذہبی رنگ جس تحریک پر چڑھا دیا جاتا ہی، وہ بہت جلد کامیاب ہوجاتی ہی،

پھر لیبان ایک دوسرے موقع پر اس مذہبی رنگ کی جس سے حکومتوں کی سطوت وشوکت میں اضافہ ہوتا ہے، حسب ذیل تشریح کرتا ہے :-

"انسان میں اصلی دینداری کا ظہور اس وقت ہوتا ہے، جب وہ اپنی رائے اپنی مرضی اور اپنی ذات کو کسی معبود کی مرضی، اور اس کے ارادہ پر چھوڑ دیتا ہی، اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے اندر بالکل فنا کر دیتا ہے، جب یہ اعتقادی کیفیت انسان کے اندر پیدا ہوجاتی ہے، تو اسوقت تمام دوسرے خیالات کے گرد وغبار سے اس کا شیشۂ دل پاک وصاف ہوجاتا ہے، اور اس وقت اس کے تمام افعال واعمال کا محور اور مرجعِ وحید صرف وہی ذات ہوتی ہے، جس کی مرضی اور شخصیت کے اندر اس نے اپنی مرضی اور شخصیت کو فنا کر دیا ہی"

اس فقرہ میں لیبان نے تصریح کر دی ہے، کہ افعالِ جماعت پر مذہب کا جو اثر ہوتا ہی، اسکی حالت یہ ہوتی ہے، کہ افراد کی شخصیتین اور افراد کے ذاتی ارادے سب کا رُخ ایک خاص مقصد کی جانب ہوتا ہے، ایک خاص معبود کا خیال (خواہ یہ معبود کسی رنگ میں ہو،) تمام افراد پر اسقدر مستولی ہوجاتا ہے، کہ تمام دوسرے خیالات، ذاتی رجحانات، کدورتیں اور خود غرضیاں سب دور ہوجاتی ہیں، اور تمام افراد ہمہ تن ایک خاص خیال میں محو ہوجاتے ہیں،

اب اگر اس فقرہ کو اس پچھلے فقرے سے ملاؤ، جو اوپر مذکور ہوچکا ہے، تو ان دونوں فقروں کا حاصل یہ ہوگا، کہ سلطنتوں کو شوکت وسطوت اسوقت تک حاصل نہیں ہوسکتی، تاوقتیکہ کسی مذہبی رنگ سے

Marfat.com

سیاسی اغراض کو تقویت نہ پہنچائی جائے، اور وہ مذہبی رنگ یہ ہو کہ کسی مافوق العادۃ معبود کی عبادت و اطاعت کا خیال افراد پر مستولی کر دیا جائے، تاکہ تمام دوسرے خیالات دماغوں سے بالکل نکل جائیں، چونکہ اسوقت ایک ہی خیال تمام افراد پر مستولی ہوتا ہے، اسلئے افراد کی ذاتی رنجشیں اور کدورتیں فنا ہو جاتی ہیں، اور تمام لوگ ایک مقصد کے درپے ہوتے ہیں، یہ راز ہوتا ہے حکومتوں کی تقویت کا،

یہ لیبان کا بیان ہے، لیکن ابن خلدون نے بھی ایک خاص فصل میں دعوی کیا ہے، کہ بڑی بڑی حکومتوں کے قیام کا راز کوئی خاص مذہبی تحریک ہوا کرتی ہے جو سیاسی اغراض کے اندر مضمر ہوتی ہے،

ابن خلدون کہتا ہے،:-

"حکومت بغیر غلبہ کے حاصل نہیں ہوتی، اور غلبہ کے حصول کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ وہ گروہ جو غلبہ حاصل کر رہا ہے، متحد الخیال ہو، بات یہ ہے کہ جب لوگوں کی خواہشوں میں اختلاف اور خیالات میں تضاد ہوتا ہے، اور لوگوں کا میلان دنیا کی جانب ہوتا ہے، تو اسوقت آپس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے، لیکن جب لوگوں کی توجہ کسی خاص مقصد کی تحصیل کی جانب مبذول ہوتی ہے، اور سب کی توجہ خدا کی جانب ہوتی ہے، تو اسوقت آپس کا اختلاف مٹ جاتا ہے، ہر شخص ایک دوسرے کی اعانت کرتا ہے، اور اس طرح باہمی معاونت و مساعدت کے ذریعہ سے حکومت کی سطوت و شوکت میں ترقی ہو جاتی ہے"[1]

اسکے بعد دوسری فصل میں ابن خلدون دوسرا یہ دعوی کرتا ہے کہ سیاسی اغراض

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ،،،

Marfat.com

مذہبی پردے میں اگر حاصل کیجاتی ہین، تو ان اغراض کے حصول میں آسانی ہوتی ہے اس دعوی پر ابنِ خلدون نے جو دلیل قائم کی ہے، وہ حسب ذیل ہے؛-

"جو فریق اپنے سیاسی اغراض کو مذہبی پردے میں حاصل کرنا چاہتا ہے، چونکہ اس گروہ کے افراد میں ذاتی رنجشوں اور کدورتوں کا نام و نشان نہیں ہوتا، اور سب کا منتہاے مقصود متعین ہوتا ہے، اس لئے اس فریق کا ہر ہر فرد منتہاے مقصود کے حاصل کرنے میں اپنی جان تک لڑا دیتا ہے، بخلاف فریقِ مقابل کے کہ اس کی قوت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو، مگر چونکہ اس کا کوئی خاص قبلہ مقصد نہیں ہوتا، اس لئے وہ اپنی جان ویسی نہیں لڑاتا جس طرح پہلا فریق لڑاتا ہے[1]"

ابنِ خلدون اور لیبان دونون کے مندرجۂ بالا اقتباسات بالکل متقارب المعنی ہین، اور اس باب میں دونون کی تحقیق یکسان ہے،

حاصل یہ کہ لیبان نے جس طرز پر علمِ نفسیاتِ جماعت کے اُصول و فروع کو مدوّن کیا ہے اس موضوع پر گو علماے اسلام میں سے کسی نے مستقلاً کچھ نہیں لکھا تاہم اسلامی لٹریچر میں علم الخطابت یا مباحثِ تاریخی کے ضمن میں اشارۃً و کنایۃً جو کچھ مواد موجود ہے، اس سے اس فن پر ہلکی سی روشنی ضرور پڑتی ہے، اور اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ گو کسی خاص ترتیب کے ساتھ لیبان کے نظریات اور علم النفسیاتِ جماعت کے مسائل سے اسلامی لٹریچر خالی ہے، تاہم اسلامی لٹریچر اس فن کے مسائل سے بالکل ناآشنا نہیں ہے،

---

[1] مقدمۂ ابنِ خلدون ص۔

Marfat.com

مُقدّمۂ مُؤلّف

ہم اپنی پہلی تصنیف میں قبائل کے نفسانی حالات سے بحث کرچکے ہیں، اب اس کتاب میں جماعتون کے نفسانی حالات سے بحث کرتے ہین،:-

ہر قبیلہ کی روح چند اوصاف اور خصائل کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہی، جو اس کے افراد میں وراثۃً چلے آتے ہین، لیکن جب یہ افراد یکجا ہوکر کوئی کام کرنے کے لئے اٹھتے ہیں، تو اس اجتماع سے چند جدید نفسانی حالات پیدا ہوتے ہین، جو موروثی خصائل کے مطابق اور بسا اوقات اُن کے مخالف ہوتے ہین،

قوموں کی زندگی پر ہمیشہ منتظم جماعتون کا بہت بڑا اثر پڑتا رہا ہے لیکن اس زمانہ مین یہ اثر جس حد تک پہنچ گیا ہی، اس حد تک کسی زمانہ میں نہیں پہنچا تھا، کیونکہ ہمارے زمانہ مین جماعتوں کا یہ غیر ارادی اثر افراد کے اس اثر کا قائم مقام ہوگیا ہی، جس کے ساتھ انکا طبعی ارادہ شامل ہوتا ہے، اور آج یہ اثر موجودہ زمانہ کے خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہی،

جماعت کے موضوع پر باوجود اسکی مشکلات کے ہیں صرف علمی وسائل سے بحث کرنا چاہتا ہون یعنی میں اس طریقہ کو اختیار کرنا چاہتا ہون، جسکی بنا علمی قواعد پر ہی اور ان آرا، نظریات اور مذاہب کی جانب متوجہ نہیں ہونا چاہتا جو بطور مسلّمات کے مان لیے گئے ہین، کیونکہ ہمارے موضوعِ بحث کی طرح جب کوئی موضوع ایسا ہو، جس میں فکر دن کو جولانی کا موقع ملے، تو اسمیں حقیقتِ گم شدہ تک پہنچنے کا صرف یہی ایک ذریعہ نظر آتا ہی ایک ماہرِ فن جو اپنی بحث سے کسی بات کو ثابت کرنا چاہتا ہی، اسکی پروا نہیں کرتا، کہ اسکی اس بحث سے کن مصالح اور منافع

کو صدمہ پہنچتا ہے، موسیو گوبلٹ ڈی الویلا نے جو ایک زبردست مفکر ہی اپنی ایک حال کی تصنیف کی بابت یہ خیال ظاہر کیا ہی،:-

"میں نے اس کتاب میں ان خیالات سے اکثر جگہ اختلاف کیا ہے، جو موجودہ زمانہ میں متفق علیہ قرار دیئے گئے ہیں، کیونکہ میں کسی کا مقلد نہیں ہون"

مجھے یقین ہی کہ میری یہ تصنیف بھی میری اور سابقہ تصانیف کا درجہ حاصل کریگی کیونکہ میرا خیال یہ ہی کہ کسی مذہب میں شامل ہو جانے سے اپنے افکار کو محدود کرنا، اور اسکے خیالات کا پابند ہو جانا ضروری ہو جاتا ہی،

تاہم ناظرین کو یہ بتا دینا میرا فرض ہے، کہ وہ کیا سبب ہے، جسکی بنا پر میرے اخذ کردہ نتائج بادی النظر میں ان مباحث کے لازمی نتائج سے مختلف ہوتے ہیں، ؟ میں نے ایک مقام پر یہ ثابت کیا ہی کہ ہر جماعت کی قوتِ فکر یہ یہان تک کہ ان جماعتون کی بھی جو اہل فضل وکمال سے مرکب ہوتی ہیں، انحطاط پذیر ہوتی ہی، پھر یہ بھی میرا خیال ہی کہ باوجود اس دماغی انحطاط کے نظامِ جماعت میں خلل انداز ہونا، ان کے شیرازے کو پراگندہ کر دینا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ تاریخی حوادث میں زیادہ غور و فکر کرنے سے میں ہمیشہ اس نتیجہ تک پہنچا ہون کہ افراد کی طرح انسانی جماعتوں کی تنظیم و ترتیب بھی مشکل سے عمل میں آتی ہے، اسلئے ان کے حالات میں دفعتہً تغیر پیدا کرنا ہماری دسترس سے باہر ہے، فطرت البتہ ان کے حالات میں انقلاب کلی پیدا کر سکتی ہے، لیکن یہ تغیر ہمارے ارادہ کا پابند نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے، کہ گو بعض لوگوں کے اس خیال کو کہ قومون کی حالت میں پوری اصلاح ہو جائے، عقل اچھا سمجھتی ہے، لیکن اس خیال نے قومون پر بہت برا اثر کیا، کیونکہ یہ اصلاحیں صرف اس وقت مفید ہو سکتی

Marfat.com

ہیں، جب قومی روح کو دفعتہً بدل دیا جائے، لیکن یہ قدرت صرف زمانہ ہی کو حاصل ہے، تمام انسان اپنے جذبات و احساسات اور عادتوں کے محکوم ہوتے ہیں، اور یہ تمام چیزین ہمارے اندر موجود ہین، اور قوانین و نظامِ حکومت تو محض ہمارے نفس کا ایک پرتو اور اسکی ضروریات کے ترجمان ہین، لیکن چونکہ نفس ہی ان قوانین و نظامِ حکومت کا مبدء ہے، اسلئے وہ خود انکو بدل نہیں سکتا،

جاننا چاہیئے کہ اجتماعی حالات کی بحث کو ان اقوام کی بحث سے علٰحدہ کرنا صحیح نہیں ہی جنمیں وہ حالات پائے جاتے ہین، کیونکہ اگرچہ عقلی و نظری حیثیت سے یہ صحیح ہی کہ ان حالات کی کوئی قدر و قیمت ہے، لیکن بلحاظِ عمل ان کی قدر و قیمت ہمیشہ اقوام کی نسبت سے ہوتی ہے،

پس کسی قوم کی اجتماعی حالت پر بحث کرنے کی غرض سے ان پر دو مختلف حیثیتوں سے نظر ڈالنا مناسب ہے، اسوقت یہ بھی معلوم ہوگا، کہ محض نظری تعلیم عملی تعلیم سے کسقدر مختلف ہوتی ہے، اور کوئی نتیجہ (حتیٰ کہ علومِ طبعیہ کے نتائج بھی) اس کلیہ سے بہت کم مستثنیٰ ہو سکتے ہین، مثال کے طور پر دائرہ کو لو، کلی طور پر اسکی شکل وہی ہندسی شکل ہے جو اصول و قواعد کے تحت میں داخل ہی، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہی کہ وہ آنکھوں کے سامنے مختلف صورتون میں آتا ہی، کبھی تم اسکو ستون کی صورت میں دیکھتے ہو، اور کبھی وہ تمھارے سامنے مربع شکل مین آتا ہی، کبھی دائرہ ایک نامکمل ٹکڑا ہوتا ہی، اور وہ خطِ مستقیم کی صورت میں نمایان ہوتا ہے، لیکن باوجود اسکے ان ظاہری شکلون کا لحاظ اصلی اور حقیقی اشکال سے زیادہ کرنا چاہیئے، کیونکہ یہی ظاہری شکلیں ہماری نظر کے سامنے آتی ہین، اور ہم انہی کا نقشہ یا فوٹو کھینچ سکتے ہین، اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہی کہ بعض اوقات ظاہری صورت اصلی صورت

Marfat.com

سے زیادہ حقیقت رکھتی ہی، کیونکہ ہندسی اصول کے مطابق ہندسی اشکال کی تشخیص وتعیین کے یہ معنی ہین، کہ انکی اس حقیقت کو بگاڑ دیا جائے اور وہ لوگوں کی نگاہ سے چھپا دی جائین اس بنا پر اگر ہم ایک ایسی دنیا فرض کرین، جسکے رہنے والوں کو چیزون کی تصویر کھینچنے کے سوا انکے چھونے کی قدرت نہ ہو، تو ان کے لئے انکی حقیقی صورت کا تصور قائم کرنا مشکل ہوگا، پس معلوم ہوا کہ عملی حیثیت سے خارجی اشکال کی کتنی اہمیت ہی، اور عام لوگ ہندسی اشکال کو صرف انکی شکلون ہی سے سمجھ سکتے ہین،

پس وہ فلسفی جو اجتماعی حالت سے بحث کر رہا ہی، اسکا فرض ہی کہ علمی قدر وقیمت کے مقابل میں ان حالات کی عملی قدر وقیمت سے بھی غافل نہ رہی، کیونکہ تمدنی تغیرات میں ان عملی حالات کو بہت کچھ اہمیت حاصل ہی، اور اگر اُن کا لحاظ رکھا جائے، تو خالی منطق سے جو بے سر و پا نتائج حاصل ہوتے ہین، ان کی صحت پر یقین کر لینے سے احتیاط ہو جاتی ہے،

اسکے علاوہ چند اور اسباب ہین، جن سے یہ احتیاط برتنے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے،

۱- چونکہ اجتماعی حالات نہایت مشکل اور پیچیدہ ہوتے ہیں اسلیے ان اسباب کا احاطہ کرنا اور انکے باہمی فعل واثر کو پہچاننا سخت دشوار امر ہے،

۲- ظاہری حوادث کی تہ میں کثرت سے چھپے ہوئے مؤثرات ہوتے ہیں جو نظر نہیں پڑتے، اور یہ ظاہری حوادث کسی نہ کسی عظیم الشان عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، جو ہمارے علم وبحث سے بالاتر

ظاہری حوادث کی مثال امنڈنے والی موجون سے دیجا سکتی ہی، جو سطح آب پر سمندر کے اس اندرونی تلاطم کا پتہ دیتی ہین، جو ہماری نظر سے غائب ہی، جماعتون کے حالات مین غور وفکر کرنے سے بعض اوقات توہمیں یہ نظر آتا ہے، کہ ان سے یہ افعال ایسی حالت میں سرزد ہو رہے ہین، جس سے انکے قوائے مدرکہ کے انحطاط کا پتہ لگتا ہی، لیکن دوسرے وقت

Marfat.com

ان کے دوسرے افعال واعمال کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایک پوشیدہ طاقت کے زیرِ اثر ہین، جسے اگلے لوگ مقدّر، یا طبیعت، یا دستِ غیب کی امداد سے تعبیر کرتے تھے، اور اس زمانہ کے لوگ اسے مردوں کی آواز سے تعبیر کرتے ہین،

حاصل یہ کہ گو ہم جماعت کی اس قوت کی حقیقت سے ناواقف ہون لیکن ہم اسکے وجود سے انکار نہیں کرسکتے، اور یہی قوت قوموں کے تمام اندرونی اور بیرونی نظام میں مخفی طور پر کام کیا کرتی ہے، کوئی شے تمکو زبان سے زیادہ پیچیدہ، زیادہ خوش نما، اور زیادہ دقیق النظام نہ ملے گی، لیکن جانتے ہو کہ اس کا مصدر کون ہی، ؟ اس کا مصدر وہی بے حس وشعور روح ہی، جو جماعت کے قالب میں مخفی رہتی ہی، دیکھو اکاڈیمیان اور ماہرین فنِ نحو کس کس طرح اس کوشش میں اپنی جان کھپاتے ہیں، کہ زبان کے قواعد کی تدوین کرین، لیکن بالآخر اس کوشش میں ناکامیاب رہتے ہیں، اسی طرح ہمیں یہ بھی یقین نہیں آتا کہ وہ بلند خیالات جو باکمال رہبرانِ قوم پیدا کرتے ہین، وہ خود انکے اعمالِ دماغی کے نتائج ہوتے ہین، بلاشبہہ یہ صحیح ہے کہ وہ ان خیالات کے موجد ہوتے ہیں، لیکن ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے، کہ خاک کے وہ ذرے جن کے تودے پر ان افکار نے نشوونما حاصل کی، ان کو جماعتون کی اس مخفی روح نے پیدا کیا ہی، جو پوشیدہ طور پر جماعت پر حکمران ہی،

جماعتون کو کام کرتے وقت کبھی اپنے عمل کا احساس نہیں ہوتا، اور دراصل یہی ان کی طاقت کا راز ہوتا ہے، لیکن باین ہمہ ہم دیکھتے ہیں، کہ وہ اشخاص جو صرف الہام کے مطیع ہوتے ہین، ایسے کام کر بیٹھتے ہین، جن کے سمجھنے سے عقل حیرت زدہ رہ جاتی ہے، وجہ یہ ہی کہ عالمِ انسانیت میں عقل ایک نئی اور ناقص شے ہی، اسلیئے ہماری عقل کو اس بات کی قدرت نہیں، کہ وہ افعال جو غیر شعوری حالت میں انسان سے صادر ہوتے

ہین، ان کے قوانین واصول سے وہ واقف ہوسکے، اور یہ تو بہت بعید ہی کہ ہم ان افعال کے ایک قانون کو دوسرے قانون کی جگہ پر لاکر رکھدین، تمام انسانی افعال میں غیر شعوری قوت سب سے زیادہ اور عقل کا حصّہ سب سے کم ہی، اور غیر شعوری قوّت ایک مخفی طاقت کے مانند فعل واثر کرتی ہی،

اس بنا پر اگر ہم معرفتِ اشیا کے ان محفوظ اور تنگ حدود پر ٹھہر جانا چاہتے ہین اور مبہم ظنیات اور غیر مفید فرضیات کے میدان میں سرگشتہ ہونا نہیں چاہتے، تو ہم کو صرف ان حوادث کی بحث پر اکتفا کرنا چاہئے، جو ہمارے حواس کے سامنے ہین، ان مشاہدات کی بنا پر جو نتائج حاصل ہوں گے، وہ محض سرسری ہوں گے، کیونکہ ان عام حوادث کی آڑ میں جنکو ہم علانیہ دیکھتے ہیں، ایسے حوادث بھی موجود ہین، جو رویاے کاذبہ کی صورت میں ہم کو نظر آتے ہیں، اور اون کی آڑ میں بعض ایسے حوادث ہوتے ہیں، جو ہم کو مطلق نظر نہیں آتے،

تمہید

جماعتون کا دَور

زمانۂ حال کا انقلاب، تمدّن کے عظیم الشان انقلابات، قومون کے خیالات کا نتیجہ ہوتے ہین، جماعت کی طاقت کی نسبت زمانہ حال کے لوگوں کے خیالات، یہ خیالات سلطنتون کی متقدانہ سیاست کو ادل بدل رہے ہیں، قوم کو کس طرح غلبہ حاصل ہوتا ہے، اور اس غلبہ کی رفتار کیا ہے، جماعت کے تسلط کے لازمی نتائج جماعتیں صرف بگاڑ سکتی ہیں، بنا نہیں سکتیں، جماعتیں اس تمدن کو مٹا دیتی ہین جسکی بنیاد کمزور ہو گئی ہو، جماعتون کے احوال نفسیہ سے بے خبری صاحبِ شریعت اور اہلِ سیاست کیلئے ان حالات سے واقف ہونے کی اہمیت،

دنیا کے واقعات کو سرسری نگاہ سے دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عظیم الشان انقلابات جو اقوام کے تمدن میں تغیر پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہوتے ہین، (مثلاً سلطنتِ روما کا زوال، اور عربی حکومت کا قیام کسی بڑے سیاسی تغیر کا نتیجہ ہوتے ہین، مثلاً بعض قومون کا بعض پر حملہ آور ہونا اور تختِ سلطنت کا ہاتھ سے نکل جانا وغیرہ وغیرہ، لیکن اگر ان واقعات پر گہری نظر ڈالو، تو معلوم ہوگا، کہ ان کے ظاہری اسباب کے علاوہ ان کا

Marfat.com

حقیقی سبب قوموں کے خیالات کا عام انقلاب ہے، پس اہلِ نظر کو جس بات سے حیرت ہونا چاہیے وہ یہ عظیم الشان سیاسی تغیرات نہیں ہیں، بلکہ قابلِ اعتبار صرف وہ تغیر ہے، جو کسی قوم کے افکار، خیالات اور اعتقادات میں واقع ہوتا ہے، اور حقیقت میں یہ عظیم الشان تغیرات جو صفحاتِ تاریخ پر باقی رہیں گے، اس مخفی تغیر کے ظاہری آثار ہوتے ہیں، جو لوگوں کے خیالات میں پیدا ہوتا ہے، لیکن اگر یہ واقعات بہت نادر الوقوع ہیں، تو اس کا سبب یہ ہے، کہ قوموں کے اخلاق میں سب سے زیادہ پائدار وہ موروثی خیالات ہیں، جو ان کے آبا و اجداد سے انکو وراثۃً ملے ہین،

انسان کی تاریخ میں کوئی ایسا دور نہ گذرا ہوگا، جس میں انسانی افکار کے اندر اتنا عظیم الشان تغیر واقع ہوا ہو، جتنا ہمارے زمانہ میں واقع ہوا ہے اور اسکے اصلی سبب دو ہین،

۱۔ ان تمام دینی، سیاسی اور اجتماعی معتقدات کی بنیادین ایک دم متزلزل ہو گئی ہین، جو موجودہ تمدن کی بنا رہین،

۲۔ موجودہ زمانہ کے علمی اور صنعتی انکشافات کی بدولت زندگی میں نئے حالات اور جدید افکار پیدا ہو گئے ہین، اور چونکہ پرانے افکار کا ابھی پورے طور پر زوال نہیں ہوا ہے، اسلئے ان کی قوت ابتک باقی ہے، اور جو افکار ان کی جگہ لے رہے ہیں، وہ ابھی دورِ تکون اور ابتدائی حالت مین ہیں، اسلئے موجودہ زمانہ تغیر و اضطراب کا زمانہ ہے،

اس امر کی نسبت پیشین گوئی کرنا کہ آگے بڑھکر موجودہ بیچینی سے کیا نتیجہ پیدا ہوگا، اسی طرح دشوار ہے، جسطرح ہم یہ نہیں بتا سکتے، کہ کن افکار اور خیالات پر آنے والی قومون کے تمدن کی بنیاد ہوگی، البتہ ہم ابھی سے اتنا جانتے ہین، کہ ان قوموں کے آگے ایک عظیم الشان اور زبردست قوت ہوگی، اور اس کا لحاظ کرنا ان کے لئے ضروری ہوگا، اس قوت سے

Marfat.com

میری مراد جماعتون کی قوت ہے، یہ وہ طاقت ہی، جو اجتک صرف بوسیدہ خیالات کے ان مٹے ہوئے نشانات پر جن کو لوگ حقیقت سمجھتے تھے، قائم ہے، وہ مردہ ہوگئی تھی لیکن ان مختلف شورشون کے بعد جنھون نے ان دوسری قوتون کے اثر کو بالکل دبا دیا، جو پہلے انسان پر حکومت کرتی تھیں، وہ دوبارہ پھر زندہ ہوگئی، اور نظر آتا ہے کہ وہ عنقریب اپنے ماسواسب کو فنا کردیگی، تم دیکھتے ہو کہ ہمارے قدیم اعتقادات اپنی کمزور بنیادوں کی بدولت لرز رہے ہیں، اور قدیم تمدن کے ستون ایک دوسرے پر گر رہے ہین، اور صرف جماعت ہی کا ایک غلبہ ہی، جسکو کوئی روکنے والا نہیں رہا ہے، بلکہ وہ برابر بڑھتا جاتا ہی، اور اس بنا پر جس زمانہ کی جانب ہم بڑھ رہے ہیں، وہ لازمی طور پر **جماعتون کا دور** ہے،

تقریبًا ایک صدی ادھر تاریخی حوادث و واقعات پر حکومتوں کی آبائی اور موروثی سیاست اور بادشاہون کے ذاتی جھگڑون کا اثر حاوی تھا، لیکن آج تقلیدی سیاست کا کوئی وزن اور بادشاہون کے شخصی جھگڑوں کا کوئی اثر نہیں رہا، بلکہ جو غلبہ ہے، وہ جماعتون کی آواز کو ہی، وہی بادشاہون کا رویہ مقرر کرتی ہیں، اور سلاطین اس کوشش مین رہتے ہیں، کہ ان کی آوازون پر کان لگائین، اور اب قوموں کے طریق کار کا رُخ امراء کے مشورہ کی جانب نہیں رہا، بلکہ جماعتوں کی روح کے جانب ہے،

پس تغیرات کا یہ دور جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہین، اس کی ایک ممتاز خصوصیت یہ ہی کہ قوموں کی حالت میں تغیر ہوگیا ہی، اور اگر پہلے عنانِ سلطنت افراد کے ہاتھون میں تھی، تو اب جماعتون کے ہاتھون میں آگئی ہے، بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ حقِ انتخاب عام کردیا گیا ہے، اس لیئے جماعتون کو غلبہ حاصل ہوگیا ہے، لیکن یہ حق تو ایک عرصہ سے لوگون کو حاصل تھا، اور یہ حالت

Marfat.com

جو آج پیدا ہوئی ہے، وہ پہلے نہ تھی، حقیقت یہ ہو کہ جماعت کا تسلط پہلے ان افکار کے پھیلنے سے بتدریج بڑھتا گیا، جو زمانہ حال میں ذہنون کے اندر راسخ ہو گئے ہین، پھر اسکے بعد جب سے لوگون نے اجتماعی قوت کے اثر کو حصول مقاصد کا ذریعہ بنانا شروع کیا، اس وقت سے جماعتوں نے غلبہ حاصل کر لیا، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ جماعتوں کو اپنے منافع اور اپنی زبردست قوت کا بھی احساس پیدا ہو گیا، اب جماعتیں کمپنیان اور مختلف تجارتی بینک قائم کرتی ہیں، جنکا مقصد یہ ہو کہ تقسیم عمل اور اجرت پر تسلط حاصل کر لیا جائے، اگرچہ اس میں قواعدِ اقتصاد اور ثروتِ عامہ کے اصولِ تدبیر کے خلاف کرنا پڑے،

اسی اثر کا نتیجہ ہے، کہ آج جماعتیں نیابی مجالس میں ایسے ممبر منتخب کر کے بھیجتی ہین، جو شخصی رائے اور استقلالِ ذاتی سے مجرد ہوتے ہیں، اور ان کی رائے منتخب کرنیوالی جماعتون کی رائے کے سوا کچھ نہین ہوتی،

جماعت کو غلبہ ہو جانے کے باعث اس کے مطالبات اب زیادہ واضح ہوتے جاتے ہیں، اور اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ ہیئتِ اجتماعی کے موجودہ نظام میں سرے سے انقلاب پیدا کر دیا جائے، تاکہ مساوات کی وہ پہلی حالت عود کر آئے، جو آفتابِ تمدن کے طلوع ہونے کے پیشتر مختلف قبائل میں پائی جاتی تھی، جماعتون کا ایک مطالبہ یہ بھی ہو کہ اوقاتِ عمل کی تعیین کر دی جائے اور ریلوے کارخانے اور کانیں کسی کی ملکیت نہ رہیں، نیز یہ کہ تمام لوگ منافع سے برابر متمتع ہون، اور ادنیٰ طبقات کو اعلیٰ طبقات کے مساوی کر دیا جائے،

یہ بڑی مشکل ہو کہ جماعتیں غور و فکر سے زیادہ عمل پر قدرت رکھتی ہین، اور اپنے

موجودہ نظام کی بدولت انھیں بڑی قوت حاصل ہوگئی ہی، پس عنقریب وہ معتقدات و مذاہب جو ابھی دورِ طفولیت میں ہیں، ان مذاہب و معتقدات کی طرح افکار پر غلبہ حاصل کرلین گے، جو پہلے کسی زمانہ میں ذہنوں میں راسخ تھے، یعنی ان کی طاقت اس قدر بڑھ جائے گی، کہ ان کے سامنے تمام دوسرے اثرات ہیچ ہو جائین گے، اور اس وقت جماعت کے مقدس حقوق، بادشاہون کے مقدس حقوق کی جگہ لیکر قابلِ تقدیس اور مافوق البحث تسلیم کئے جائینگے

جماعت کے اثر اور غلبہ کی یہ حالت دیکھ کر ان اہلِ قلم اصحاب کے دلون پر خوف طاری ہوگیا ہے، جو اقوام کے طبقہ متوسطہ میں ایک خاص منزلت رکھتے ہین، اور جو اس طبقہ کے افکار و خیالات کے بہت بڑے حامل ہین، ان لوگون کو اس جدید تسلط سے جو برابر بڑھتا جارہا ہے، خوف پیدا ہوا، افکار میں جو اضطراب پیدا ہوگیا ہے، اس کا انھون نے مقابلہ کرنا چاہا، اور کنیسہ کی جانب یہ لوگ استغاثہ لیکر گئے، کہ شاید وہ اپنے روحانی اثر اور اخلاقی غلبہ کے بل پر ان کی کچھ مدد کرے، حالانکہ پیشتر یہ لوگ خود اس کی سخت اہانت کرتے تھے، اور اب بھی لوگ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ علم اپنے افلاس کی وجہ سے تہذیبِ نفس کا فرض نہیں انجام دیسکتا، اور اب ہماری قسمت کنیسہ کے ہاتھ میں ہے، یہ لوگ روم سے توبہ کر کرکے پلٹتے ہین، اور ہم کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں، کہ ہم پھر وحی و الہام کی جانب رجوع کرین، حالانکہ وہ اس بات کو بھولے بیٹھے ہیں، کہ اب وقت گذر چکا، بے شبہہ ہم مانتے ہیں، کہ خدا کا دریاے فیض پھر جوش میں آیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو توبہ و استغفار کی توفیق ہوئی ہے، تاہم جماعت پر اب اس کے فیض کا نہ کچھ اثر ہوسکتا ہے، اور نہ وہ ان واقعات کی پروا کرتی ہے، جو ان زہاد کے قلوب میں اضطراب

اور گھبراہٹ پیدا کر رہے ہین، پس اب وہ کبھی ان معبودون کی جانب مائل نہ ہوگی، جن سے خود یہ لوگ پہلے نفرت پیدا کرا چکے ہین، اور جن کے اثر کے برباد کرنے میں ان لوگون کو ایک خاص مداخلت تھی، نہر کے بند کو جب کہ وہ ٹوٹ چکا ہو، باندھ دینا، انسان اور خدا دونون کی طاقت سے باہر ہے،

لوگ کہتے ہین کہ علم اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے تہذیبِ نفوس کا فرض نہیں انجام دیسکتا، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ علم غریب اور مفلس نہیں ہوا ہے، اور وہ اس اضطراب کے پیدا کرنے میں جو افکار کے اندر پیدا ہو گیا ہے، اور جماعت کے تسلط کو ترقی دینے میں جو اضطراب کی بدولت بڑھ رہا ہے، بالکل بے گناہ ہے، علم نے ہم سے صرف اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اسرارِ عالم کو کھول دے گا، یا کم از کم اشیاء کی باہمی نسبتون کو بتا دے گا، اس نے کبھی اس بات کا وعدہ نہیں کیا تھا، کہ وہ ہمیشہ امن و صلح کی ذمہ داری کرتا ہے، علم جمادِ محض ہے کہ ہمارے خدمات کا احساس اسے نہیں ہوتا، اور بہرا ہے کہ ہماری چیخ پکار اس تک نہیں پہنچتی، یہ صرف ہمارا فرض ہے، کہ ہمیشہ اس سے اتحاد اور دوستی قائم رکھین، پس علم کی روشنی کے سامنے جو توہمات مٹ گئے ہیں، ان کو کوئی چیز دوبارہ اب ہمارے سامنے نہیں لا سکتی،

تمام اقوام میں ایسی کھلی ہوئی اور ظاہری علامتیں پائی جاتی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کا اثر اور غلبہ آیندہ جلد جلد ترقی کرے گا، اور اب وہ کسی حد پر نہیں ٹھہر سکتا، ہم جماعت کے تابعِ فرمان ہیں، اور ہمیں تمام وہ نتائج برداشت کرنا ہین، جو جماعت کے غلبہ سے پیدا ہون گے، اسلئے اس بارے میں کچھ گفتگو کرنا بیکار ہے،

Marfat.com

ممکن ہی کہ عنانِ حکومت کا جماعت کے ہاتھوں میں آجانا، تمدنِ مغرب کے زوال کا پیش خیمہ ہو اور مغرب میں طوائف الملوکی پیدا ہو جائے، جس کی بابت خیال کیا جاتا ہی کہ اس مرتبہ کا طے کرنا ہر قوم کے لئے ضروری ہی، لیکن جو ہونے والا ہی ہو کر رہے گا،

بات یہ ہے کہ ابتک جماعتون نے جو کام کیئے ہیں، ان کے دیکھنے سی معلوم ہوتا ہی کہ ان کو ایوانِ تمدن کے منہدم کرنے میں ایک خاص مداخلت ہوتی ہے، تاریخ سے پتہ چلتا ہے، کہ جب کسی قوم کی اخلاقی قوتین جن پر اسکی ترقی کا مدار ہے، کمزور ہو جاتی ہین، تو نیم شعوری وحشی جماعتوں کے ہاتھون اس قوم کا خاتمہ ہو جاتا ہی، برخلاف اسکے تمدن کی بنیاد قائم کرنے والے، اور اس کو مضبوط کرنے والے وہ چند مخصوص لوگ ہوتے ہیں، جو عالی دماغی اور دوربینی میں خاص امتیاز رکھتے ہیں، لیکن جماعت کا کوئی اس قسم کا فعل ابتک دیکھنے میں نہیں آیا، وہ صرف بگاڑنے کی قدرت رکھتی ہے، اور وحشیانہ حکومت کرتی ہی، بخلاف اس کے جن افراد کی بدولت قومیں ترقی پاتی ہین، وہ نہایت عزم و استقلال کے ساتھ عقلی احکام کی پابندی کرتے ہین، انکی نظر ہمیشہ مستقبل پر رہتی ہے، علم و تہذیب ان کے زیور ہوتے ہین، اور عقل ان کی رہنمائی کرتی ہے، حالانکہ جماعتون نے اس بات کا یقین دلا دیا ہے، کہ وہ اپنے اصلی رنگ میں رہکر ان وسائل پر عمل کرنے سے بالکل قاصر ہیں، جماعتون میں تباہ کرنے کی جو قوت ہوتی ہے، اسکی حالت ان بیماریون کی سی ہے، جو بہت جلد کمزور جسمون کو فنا کر دیتی ہیں، اسی لیئے جب کسی تمدن کی ہڈیان کھوکھلی ہو جاتی ہیں، تو جماعتیں اس پر غلبہ پاکر تمدن کی بنیاد کو جڑ سے گرا دیتی ہیں، یہ جماعتون کا اصلی فعل ہوتا ہے، لیکن بادی النظر میں یہ دکھائی دیتا ہے، کہ مختلف اتفاقات کے جمع ہونے سے زمین کا تختہ الٹ گیا،

Marfat.com

ہم کو اپنے تمدّن کے متعلق بھی یہی خوف لگا ہوا ہے، کہ کہین اسکا بھی یہی حشر نہ ہو اگرچہ ابھی تک ہمیں اس کا کچھ علم نہیں، بہرحال یورپ کا کچھ ہی انجام ہو، اب اسکے سوا کوئی چارہ نہیں، کہ جسطرح بن پڑے ہم جماعت کی فرمانبرداری کرین، کیونکہ بے عقلی کے ہاتھون تدریجًا جماعت اسقدر خودسر ہوگئی ہی، کہ اب اوسکو روکنے والی کوئی قوّت باقی نہیں رہی،

جماعتون کا بیان بڑھتے بڑھتے طویل ہوگیا، حالانکہ ہمیں ان کی بابت بہت کم علم ہی، بات یہ ہے کہ جن لوگون نے علم آلنفس کی جانب توجہ کی، انھون نے جماعتون سے کنارہ کشی اختیار کی، اور اسی لئے ہمیشہ ان کے حالات سے وہ ناواقف رہے، البتہ تھوڑے دنون سے ان کو کچھ اس جانب توجہ ہوئی ہے، مگر اب بھی انکی نگاہ جس حیثیت سی جماعتون پر پڑتی ہی، وہ یہ ہے کہ جماعتین ناروا افعال اور جرائم کا ارتکاب کرتی ہین، بلاشبہہ یہ صحیح ہی کہ دنیا میں جرائم پیشہ جماعتیں پائی جاتی ہیں، لیکن ان کے ساتھ دنیا میں نیک اور بہادر جماعتیں بھی ہیں پس جماعتون کو صرف ارتکابِ جرائم کی نگاہ سے دیکھنے کا مطلب یہ ہوگا، کہ ہم کسی شے پر صرف ایک حیثیت سے نظر ڈالین، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح کسی شخص کے صرف ظاہری عیوب کے دیکھ لینے سے اس کے پورے اوصاف اور پورے حالات کا علم نہیں ہوسکتا، اسی طرح صرف اس بات کی واقفیت سے کہ جماعت کبھی ارتکابِ جرائم کرتی ہے، جماعت کے پورے حالات کا علم نہین ہوسکتا،

حالانکہ وہ لوگ جنھون نے دنیا پر حکومت کی ہے، اور جن کے ہاتھون مین اقوام و ممالک کی عنانِ حکومت رہی ہی، بانیانِ مذاہب سے لیکر بانیانِ حکومت تک اور پیغمبرانِ دین سے لیکر مدبرینِ سیاست تک حتی کہ وہ لوگ جو چھوٹے چھوٹے

Marfat.com

قبائل کے سردار رہے ہین، یہ سب ہمیشہ علم النفس کے ماہر ہوئے ہیں، یہ لوگ جماعت کی روح سے فطرۃً واقف ہوتے تھے، اور اکثر اوقات یہ علم ان کا صحیح نکلتا تھا، یہی وجہ تھی، کہ ان لوگون نے بڑی بڑی حکومتون کی بنیاد ڈالی، نپولین کو دیکھو کہ وہ ان قومون کے نفسانی حالات سے وسیع واقفیت رکھتا تھا، جو اس کے زیر اثر تھین لیکن شاید اس کو دیگر اجنبی قومون کے حالات سے بالکل واقفیت نہ تھی، اور یہی حالت اسکے بڑے بڑے مشیرون کی تھی، وہ بھی اجنبی قومون کے حالات سے ناواقف تھے، اسکے مشیر ٹیلرانڈ نے ایک بار اس کو لکھا کہ اسپین کے باشندے غنیم سے شریفون اور بہادرون کی طرح لڑتے ہیں، لیکن جب نپولین نے اسپین پر حملہ کیا، تو اسکو ایسے لوگون سے سابقہ پڑا، جو بالکل مطلق العنان وحشی تھے، اگر اس کو وہان کے باشندون کے جذبات سے کچھ بھی واقفیت ہوتی، تو بہت جلد اس کو اصل حالت کا پتہ لگ جاتا، یہی وجہ تھی، کہ نپولین نے جب اسپین اور روس کے ممالک پر حملے کیئے، تو وہ ناکام رہا، اور اوسکو بہت جلد ہزیمت ہوگئی،

اس زمانہ میں جماعتون کے نفسانی حالات سے واقف ہونا اس قدر ضروری ہوگیا ہے، کہ ہر بڑے سے بڑا سیاست دان اس جانب خاص توجہ کرتا ہے، نہ اسلئے کہ وہ جماعت پر اپنی حکومت اور سیادت قائم کرے (کیونکہ یہ بہت مشکل ہے) بلکہ اسلئے کہ اس ذریعہ سے وہ جماعت کے زور کو گھٹا سکے،

پس اگر ہم یہ دریافت کرنا چاہین، کہ جماعت پر نظام حکومت اور رسوم کا اثر کیون کم پڑتا ہے، تو ہمیں سب سے پہلے جماعت کے نفسانی حالات اور اوس کی روح سے واقفیت پیدا کرنا چاہیئے، اس سے ہمین یہ بات بھی معلوم ہو سکے گی کہ جماعت کو کسی رائے

Marfat.com

کے پیدا کرنے کی قدرت بالکل نہیں ہوتی، یہ باتیں اسکے مقررہ دائرہ سے بالکل خارج ہین، نیز یہ کہ جماعت پر عقلی اصول اور قوانین کے ذریعہ سے حکومت نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس پر حکومت صرف ان ذرائع سے کیجاسکتی ہے، جو اس پر اثر قائم کرسکین، اگر کوئی کلکٹر یہ چاہے، کہ لوگون پر ایک جدید ٹیکس مقرر کرے، تو اس کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے، کہ یہ ٹیکس بلحاظ اصول اقتصاد کے انصاف پر مبنی ہے یا نہیں، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے، کہ جو بات انصاف سے زیادہ دور ہوتی ہے، اسی کو لوگ زیادہ پسند کرتے ہین، اور اب اگر یہ نیا ٹیکس بظاہر شدید زیر باری کا باعث نہ معلوم ہوگا، تو یقیناً لوگ اسے پسند کرین گے، یہی وجہ ہے کہ مقررہ ٹیکس کے ادا کرنے میں عوام کو کچھ دقت واقع نہیں ہوتی، خواہ اسکی مقدار بہت زیادہ ہی کیون نہ ہو، کیونکہ وہ اسے قسط بقسط اپنی حاجتون کو پورا کرتے وقت ادا کرتے رہتے ہین، اور چونکہ وہ اس بھاری ٹیکس سے مانوس ہوتے ہین، اسلئے وہ ان کو کچھ نہیں کھلتا، لیکن اگر اس ٹیکس کے بجائے انکم ٹیکس یا اور کوئی ٹیکس لگایا جائے، جو انھیں یکبارگی ادا کرنا پڑے، تو اگرچہ اس کی مقدار مقررہ ٹیکس سے دس گنی کیون نہ کم ہو، تاہم وہ اپنی شکایتون سے آسمان سر پر اٹھالیں گے، کیونکہ اب بجائے معمولی رقم کے جسے وہ قسطبہ قسط ادا کرتے تھے، دفعتہً ایک ایسی مقدار کا بوجھ ان کے سر ڈالدیا گیا، جو انھیں یکبارگی ادا کرنا پڑیگی، اور یہی بات جماعت کی ضجرت طبع اور بے چینی کا باعث ہوتی ہے، ہان البتہ اگر وہ بجائے شور وغل کے کفایت شعاری سے کام لین، تو کبھی ان کو یہ خفیف سا ٹیکس بھاری نہ معلوم ہو، لیکن یہ ایک ایسا اصول ہے، جو غور وفکر کا محتاج ہے، اور یہی بات جماعت کی قدرت سے باہر ہے[1]۔

[1] اسکی مثال ہندوستان میں ہاؤس ٹیکس کا واقعہ ہے، جس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے

Marfat.com

مذکورۂ بالا بیان مین ہم نے ٹیکیس کے یقین کی مثال جو دی ہے، وہ ایک آسان مثال ہی، جس کی صحت سے ہر شخص آسانی کیساتھ واقف ہوسکتا ہے، اور نپولین جیسے لوگ تو شاید ان امور سے ناواقف نہ ہون گے، لیکن وہ مصنفین جو اجتماعی زندگی کے حالات سے ناواقف ہین، ان کو ان باتون کا علم نہیں، کیونکہ ان کو یہ بات تجربہ سے نہین معلوم ہوئی کہ لوگ ہمیشہ عقلی اصول اور قواعد کی پابندی نہیں کرتے ہین،

اس مثال کے علاوہ ہم بہت سی مثالیں پیش کرسکتے ہین، جو علم روح الاجتماع کے اصول کے مطابق ہین، اس علم سے ایسے بے شمار اخلاقی اور اجتماعی واقعات کی پوری توجیہ ہوجاتی ہی، جن کی حقیقت سے واقف ہونے کا کوئی اور ذریعہ نہین، اور ہم عنقریب اپنی جگہ پر اس بات کی وجہ بیان کرین گے، کہ زمانۂ حال کے بعض مورخین خصوصًا موسیو ٹائن انقلاب فرانس کے بعض واقعات کی توجیہ کرنے میں کیون ناکام رہے، اس کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہوتا، کہ موسیو ٹائن نے جماعتون کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہین کی، بلکہ ان مشکل مباحث میں بھی اس نے مادیین کا وہی طرز اختیار کیا، جو عموًا وہ واقعات کی توجیہ کرتے وقت اختیار کرتے ہین، مادیین بہت کم اخلاقی قوی سے بحث کرتے ہین، حالانکہ انہی قوتوں کی بنیاد پر تاریخ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے،

جماعت کے نفسانی حالات کا معلوم کرنا بے حد ضروری ہے، خواہ ہم اسکا علمی حصہ معلوم کرین، یا صرف واقعات کی حقیقت دریافت کرلین، بہرحال جس طرح علم زراعت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶) کے لئے مرادآباد میں ہندو مسلمانون کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا، اور بہت کچھ شور و غل مچایا گیا، آخر کار گورنمنٹ نے مجبور ہوکر اس تجویز کو ملتوی کردیا، (مترجم،)

Marfat.com

کی واقفیت کسی قدر فائدہ مند ہوتی ہے، اسی طرح جو افعال انسان سے صادر ہوتے ہین،
ان کے اسباب کا دریافت کرنا بھی فائدے سے خالی نہین،
جماعت کے نفسانی حالات کے متعلق ہماری بحث بہت مختصر اور بطور گذشتہ تصانیف
کے خلاصہ کے ہوگی، اور ناظرین صرف انہی مسائل سے واقف ہوسکیں گے، جو اس فن کے
ابتدائی مسائل ہیں، کیونکہ میری حالت تو یہ ہے کہ میں نے ایک ایسی زمین پر قدم رکھا ہے جو ایک مدت
سے بنجر چھوڑ دیگئی تھی، اسلئے میں تو تمام اصول و فروع کا استقصاء کرنے سے قاصر ہون،
البتہ دوسرے لوگوں کو چاہیئے، کہ ان مسائل میں خوب غور و خوض کرکے اصول و فروع کو ترتیب دین،

Marfat.com

باب (۱) اوّل

نفس اجتماعی کی تشریح و تمثیل

فصلِ اوّل

جماعت کے ممیّزاتِ عمومی، قانونِ وحدتِ فکری

علمائے نفسیات کی اصطلاح میں جماعت کی کیا تعریف ہے، کثیر التعداد افراد کا اجتماع تشکیلِ جماعت کے لئے کافی نہیں ہے، جن افراد سے جماعت کی تشکیل ہوتی ہے، ان کے افکار و مشاعر میں اتحاد پیدا ہو جاتا ہے، اور ان کی شخصیتیں معدوم ہو جاتی ہیں، جماعت ہمیشہ ایک کیفیتِ نیم شعوری سے مغلوب رہتی ہے، حالتِ اجتماع میں کیفیتِ شعوری معدوم ہو جاتی ہے، اور کیفیت نیم شعوری کا غلبہ ہوتا ہے، قوتِ عقلیہ انحطاط پذیر ہو جاتی ہے، اور احساسات میں تغیر عظیم ہو جاتا ہے، جدید احساسات کے حسن و قبح کا اندازہ ان افراد کی حالتوں کے اعتبار سے ہونا چاہیئے، جن سے جماعت کی تشکیل ہوئی ہے، جماعت بآسانی شجاعت یا افعالِ ذمیمہ کی جانب مائل کیجا سکتی ہے،

Marfat.com

متعارف معنی کے لحاظ سے جماعت کا اطلاق ہر اس مجمع پر ہوتا ہے، جو چند افراد پر مشتمل ہو، گو ان افراد کی جنسیتیں مختلف اور ان کے اجتماع کے اغراض جدا جدا ہون، لیکن علمِ نفسیات کے نقطۂ نظر سے اس لفظ کا اطلاق ایک بالکل مختلف معنی پر ہوتا ہے، مجامع کی بعض صورتین ایسی ہوتی ہین، کہ مجمع کی تشکیل جن افراد سے ہوتی ہے، ان کی ذاتی حیثیین اور انفرادی مشاعر و احساسات ایک غرضِ اصلی اور مقصدِ وحید کے اندر بالکل فنا ہو جاتے ہین، اور پورے مجمع پر ایک خاص حالت اور کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اس وقت اس مجمع کی حالت دیگر مجامع سے مختلف ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ اس مجمع کے افراد میں وقتی طور پر ایک عام روح پیدا ہو جاتی ہے، اس حالت پر پہنچ کر افراد کا یہ مجموعہ ایک خاص اجتماعی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس کے لئے مجھے زبان میں "مجامعِ نفسیہ" یا "مجامعِ منظمہ" سے زیادہ موزون نام نہیں ملتا، اب یہ جماعت چونکہ ایک ذات بن جاتی ہے، اس لئے "ناموسِ وحدتِ فکری" کی مطیع ہو جاتی ہے،

غرض تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ علماے نفسیات کی اصطلاح میں جماعت کا اطلاق ہمیشہ ان مجامع پر ہوتا ہے، جن میں "ناموسِ وحدتِ فکری" مع اپنے دیگر فروع و لوازم کے مؤثر اور عاملِ وحید ہو، اور اگر کسی وسیع سرزمین پر ہزار آدمی بلا کسی خاص مقصد کے عارضی طور پر جمع ہو جائین، تو وہ علم النفس کی اصطلاح میں جماعت نہ شمار کئے جائیں گے، بلکہ علمی اصطلاح کی بنا پر جماعت کی تشکیل کے لئے خاص مؤثرات کی ضرورت ہوتی ہے، جن کی تشریح میں آگے چل کر دون گا،

Marfat.com

پس ذی شعور ذات کا معدوم ہو جانا، اور احساسات کا جماعت کے مقصد وحید کے اندر فنا ہو جانا، علم النفس کے نقطۂ نظر سے جماعت کے یہ دو اصلی وصف ہیں، لیکن ان اوصاف کے نمودار ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں، کہ بہت سے لوگ ایک جگہ اکٹھا ہون، بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ جماعتِ نفسیہ کے یہ اوصاف ہزارون آدمیون میں پائے جاتے ہیں، جو ادھر اودھر منتشر ہوتے ہیں، اور ساری قوم میں کوئی زبردست واقعہ ایسا پیش آتا ہے، جو ان کے دلون پر کوئی سخت اثر پیدا کر دیتا ہے پس اگر وہ اتفاقیہ طور سے جمع ہو گئے، اور ان کے قلوب اس اثر سے متاثر ہین، تو اسی وقت وہ جماعت کا جامہ پہن لیں گے، پھر کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ جماعت صرف دس آدمیون سے مرکب ہوتی ہے، اور کبھی سو آدمیون پر بھی، جو اتفاقاً کہیں جمع ہو گئے ہون، جماعت کا اطلاق نہین ہوتا کبھی پوری قوم جماعت ہوتی ہے، جب کہ قوم کے تمام افراد کسی ایک اثر سے متاثر ہو رہے ہون، گو ان کا ظاہری اجتماع نہ ہو،

پھر جب کسی جماعت کی تشکیل ہو جاتی ہے، تو اس مین دو قسم کے مخصوص اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں،

۱- ایک وہ جو عموماً تمام جماعتون میں وقتی طور پر پائے جاتے ہین، یہ اوصاف اسقدر صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں، کہ ان کا شمار ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے، اور

۲- دوسرے وہ اوصاف جو ان افراد کے لحاظ سے جن پر جماعت مشتمل ہے، ہر جماعت میں مختلف ہوتے ہین، اور یہ اوصاف بعض اوقات جماعت کی قوتِ مدرکہ پر بھی اثر کرتے ہین، اس بنا پر یہ ممکن ہے، کہ ہم مختلف انواع پر جماعت کی تقسیم کرین، اور ہم آگے چلکر جب اس تقسیم کو بیان کریں گے، تو اس موقع پر یہ بھی بیان کر دین گے، کہ وہ جماعتین

Marfat.com

جو مختلف عناصر سے مرکب ہوتی ہین، اور وہ جن کی تشکیل متشابہ عناصر سے ہوتی ہے، (مثلاً خاندان، گروہ، ذاتین،) ان دونون میں چند عام اور جامع اوصاف پائے جاتے ہین، جو انہی کیساتھ مخصوص ہوتے ہین، اور بعض اوصاف وہ ہوتے ہین، جن سے باہم ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے،

لیکن قبل اس کے کہ ہم جماعت کے اقسام سے بحث کرین، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ جماعت کے ان اوصاف کی تشریح کردین، جو ہر جماعت میں مشترک طور پر پائے جاتے ہین، اس میں یہ فائدہ ہے کہ جس طرح علماے طبیعیات پہلے ان خواص اور اوصاف سے بحث کرتے ہیں، جو ایک جاندار کے تمام افراد میں پائے جاتے ہین، پھر اسکے بعد وہ ان اوصاف کا ذکر کرتے ہیں، جو اس جاندار کے انواع و اصناف میں امتیاز پیدا کرتے ہین، اسی طرح ان علما کی اتباع میں نفسیات میں بھی پہلے ان اوصاف کی تشریح ہو جائے گی، جو ہر جماعت میں بالاشتراک پائے جاتے ہیں، پھر ان اوصاف کی وضاحت کر دیجائے گی، جو ہر ہر قسم کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں، اس طرح علم نفسیاتِ جماعت علم طبیعیات کے پہلو بہ پہلو رہے گا،

135116

لیکن جب ہم جماعتون کے اوصاف کی باریک اور دقیق تشریح کرنا چاہتے ہین، تو چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بڑی مشکل تو یہ ہے، کہ جماعت جن افراد پر مشتمل ہوتی ہے، انہی کے اوصافِ عمومی اور کیرکٹر کو متعین کرنا بڑا دقت طلب کام ہے، حالت یہ ہے کہ خود افراد کی زندگی کچھ اس طرح بے ثبات واقع ہوئی ہے، کہ افسانون اور قصون کے اندر تو خیر ان کے کیرکٹر ہین ہمیں کوئی تغیر نہیں نظر آتا، لیکن چونکہ انسان کے قواے مدرکہ میں یہ استعداد موجود ہے، کہ ماحول اور گرد و پیش میں تغیر واقع ہونے پر اسکے کیرکٹر

تغیر ہوجائے، اسلئے اس کی زندگی بے ثبات اور ناپائدار حوادث اور کیریکٹر کا مجموعہ ہوتی ہے، اور ماحول میں کسی نئے تغیر کے وقوع پذیر ہونے پر اسکے کیریکٹر میں ایک انقلاب ہوجاتا ہے، انقلابِ فرانس کے موقع پر ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے، جو حالتِ امن میں نہایت صلح پسند تھے، لیکن وہ اس موقع پر خوفناک درندون کے مانند ہوگئے، پس جب افراد کے کیریکٹر کی ناپائداری کا یہ حال ہے، تو جماعت کے کیریکٹر کو متعین کرنا تو بہت مشکل ہے، بالخصوص جب کہ جماعت کے نظام میں ان قبائل اور خاندانون کے اختلاف کی بنا پر جن سے جماعت کی تشکیل ہوئی ہے، اختلاف ہوتا ہے، نیز یہ قبائل جن مؤثرات سے اثر پذیر ہوتے ہین، وہ بھی مختلف قسم کے ہوتے ہین،

پس چونکہ یہ ناممکن ہے، کہ ہم جماعت کے اوصاف اور کیریکٹر کی ایسی تشریح کرین جو ہر قسم کی جماعت پر صادق آسکے، اس لیئے ہم ان جماعتون کو لے کر جن کا نظام مکمل ہوچکا ہے، جماعتون کے اوصافِ عمومی سے بحث کریں گے، اور گو اس صورت میں صرف انھی اوصاف کا حال معلوم ہوسکے گا، جو جماعتون میں کبھی کبھی پائے جاتے ہین، اور ان اوصاف کا حال معلوم نہ ہوگا، جو غیر تغیر پذیر ہین، لیکن اگر یہ پیشِ نظر کرلیا جائے کہ وہ جماعت جس کا نظام مکمل ہوچکا ہے، اس میں ان اوصافِ عمومی کیساتھ ساتھ جو تمام جماعتوں میں پائے جاتے ہین بعض خاص اور نئے اوصاف بھی ہوتے ہین، جو دیگر جماعتوں میں نہیں ہوتے، اور یہی جماعت "ناموس وحدتِ فکری" کے تابع ہوتی ہے، غرضکہ مکمل صورت میں جماعت کا اطلاق اسی جماعت پر ہوسکتا ہے، تو اس وقت یہ بالکل صاف ہوجائے گا کہ ہم نے اس قسم کی مکمل جماعت کو دیگر جماعتون کے اوصافِ عمومی کی تشریح کرنے کیلئے نظیر کیون قرار دیا ہے،

Marfat.com

پھر جماعت کے اوصافِ عمومی میں بعض وہ اوصاف ہیں، جو جماعت کیساتھ ساتھ افرادِ منتشرہ میں بھی پائے جاتے ہین، اور بعض ایسے ہیں جو جماعت کے ساتھ خاص ہوتے ہین اور افراد میں نہیں پائے جاتے، لیکن چونکہ جماعت کے ان اوصاف کو جو اسی کیساتھ خاص ہوتے ہین، اہمیت حاصل ہی، اسلئے ہم پہلے انہی اوصاف کو بیان کرین گے،

جماعتون کو جن باتوں میں امتیاز ہوتا ہے، ان میں سب سے اہم بات یہ ہی کہ جماعت میں ایک عام روح ایسی پائی جاتی ہے، جس کی بدولت اس کے ہر ہر فرد سے جو اعمال سرزد ہوتے ہین، یا ہر ہر فرد اس حالت میں جو کچھ سمجھتا بوجھتا ہے، وہ اس کے خلاف ہوتا ہی، جو حالتِ انفراد میں وہ سمجھتا بوجھتا یا کرتا تھا، غرض افراد کے بعض مشاعر اور خیالات ایسے ہوتے ہیں، جو صرف اسوقت قوت سے فعل میں آتے ہین، جب وہ جماعت کے اندر شامل ہو کر جماعت میں اپنے تئیں فنا کر دیتے ہین، اور یہ مشاعر و خیالات ان مشاعر و خیالات سے بالکل الگ ہوتے ہین، جن کا ظہور حالتِ انفرادی میں ہوتا ہے، پس مختصر طور پر جماعت اس ذات کا نام ہی، جو مختلف عناصر و افراد سے اس طرح مرکب ہوتی ہو، کہ اس کا کوئی جز اپنی حالت پر برقرار رہا ہو، با لفاظ دیگر جماعت اس نفس ذاتی کا نام ہے، جس کا نظامِ طبعی مختل ہو گیا ہو، لیکن اگر جماعت کی اس حالت کو کسی تشبیہ سے سمجھنا چاہو، تو اپنے جسم کے ان خلایا اور جراثیم کی حالت پر غور کرو، جن کی باہمی ترکیب سے تمہارا جسم پیدا ہو گیا ہے، دیکھو ان جراثیم اور خلایا میں سے ہر ہر خلیہ اپنی انفرادی حالت میں کس طرح ایک دوسری سے مختلف تھا، لیکن باوجود اس کے جب یہ باہم مخلوط ہو گئے، تو ان کی باہمی ترکیب سے تمہارا جسم مشکل طور پر پیدا ہو گیا، جس کے ذاتی اوصاف ان خلایا کے اوصاف سے بالکل مختلف ہیں، پس ہربرٹ اسپنسر جیسے نکتہ رس عالم کی رائے کے خلاف، ہماری رائے یہ ہی کہ وہ عناصر و افراد

Marfat.com

جن سے جماعت کی تشکیل ہوتی ہے، ان میں کوئی قدر مشترک وصف ایسا نہیں ہوتا جو سب پر غالب آجاتا ہو، بلکہ جماعت میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مخلوط کیفیت اور جدید اوصاف پیدا ہو جاتے ہین، یعنی ہمارے نزدیک جماعت کی حالت جواہرِ کیمیاویہ کی کی ایسی ہے، کہ جب دو جوہرون کو باہم مخلوط کر دو، تو ان کے اجتماع سے ایک نیا جسم پیدا ہو جائے گا، جسکے خواص ان خواص سے بالکل مختلف ہون گے، جو ہر جوہر کے تھے، پس جماعت میں بھی افراد کے مخلوط ہونیکی وجہ سے اسی قسم کے نئے اوصاف اور خواص پیدا ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی فرد کی اجتماعی اور انفرادی حیات کا فرق آسانی سے نظر آجاتا ہے، البتہ اس بات کا سبب ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ فرق کیون پیدا ہو گیا،

لیکن اگر قاعدۂ ذیل کسی شخص کے پیشِ نظر رہے، تو اس فرق کا سبب بھی دریافت کرنا مشکل نہیں، وہ قاعدہ جس کو زمانۂ حال کے علماے نفسیات نے مشاہدہ سے ثابت کیا ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی حیات کیفیاتِ نیم شعوری کے ایک بڑے حصّہ پر مشتمل ہوتی ہے، اسی طرح انسان کی حیاتِ نفسی کا بھی بڑا حصّہ کیفیاتِ نیم شعوری کے ماتحت ہوتا ہے، اور انسان کی حیات نفسی کیفیاتِ نیم شعوری کے مقابل میں کیفیاتِ شاعرہ پر بہت کم مشتمل ہوتی ہے، بلکہ ہمارے وہ اعمال و افعال جن کے متعلق ہم یقین کرتے ہین، کہ ہمارے ارادہ سے صادر ہوئے ہین، وہ بھی درحقیقت ان کیفیاتِ نیم شعوری کے معلول ہوتے ہین جو ہم میں تاثیرِ وراثت سے پیدا ہوتی ہیں، اور کیفیاتِ نیم شعوری کا یہ مجموعہ ہمارے آبائی روایات اور تقلیدات پر مشتمل ہوتا ہے جن سے روحِ جماعت کی ترکیب ہوتی ہے، پس ہمارے ارادی افعال کے پیچھے ایسے اسباب ہوتے ہین، جنمیں ہمارے ارادہ کو بالکل دخل نہیں ہوتا، اور انکی آڑ میں بہت سے ایسے اسباب ہوتے ہین جو ہماری نظر سے پوشیدہ رہتے ہین، غرض ہمارے وہ افعال و اعمال جو ہم سے روزمرّہ بالقصد

وبارادہ صادر ہوتے ہین، وہ بھی ایسے مخفی اسباب کے معلول ہوتے ہیں جو بالکل ہماری نظر

وفہم سے دور رہتے ہین،

پس ایک قبیلہ اور ایک قوم کے تمام افراد اُن کیفیاتِ نیم شعوری میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں جن سے اس قوم یا قبیلہ کی روح کی تکوین ہوتی ہی، لیکن ان افراد کو باہم امتیاز جو ہوتا ہے وہ ان کیفیاتِ شعوری کی بنا پر ہوتا ہی، جو کسی مخصوص تربیت وتعلیم یا استثنائی وراثت کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہون، یہی وجہ ہے کہ ایک قوم کے وہ افراد جو عقل وفہم اور دماغی خصوصیات میں مختلف درجہ کے ہوتے ہین، یعنی جن کی حیاتِ شعوری ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتی ہے، انکے میلانات، جذبات اور مشاعر میں ہمرنگی پائی جاتی ہی، یعنی ان کی حیاتِ نیم شعوری میں کسی طرح کا تفاوت نہیں ہوتا ہی، بلکہ قوم کا وہ طبقہ بھی جو بلحاظ علم وفضل کے ممتاز ہوتا ہی، طبقۂ عوام سے ان امور مین جنکا تعلق شعور سے ہی، (مثلاً دین اور سیاست وغیرہ) بالکل مختلف نہیں ہوتا، ایک ریاضی دان اور ایک بوٹ فروش کے مابین گو عقلی حیثیت سے کتنا ہی تفاوت ہو، لیکن انکے طبائع، میلانات اور جذبات میں یا تو بالکل تفاوت نہیں ہوتا، یا بہت کم ہوتا ہی،

افراد کی طبیعتون کا یہ حصہ جو نیم شعوری کیفیت کا محکوم ہوتا ہی، پوری جماعت پر حاوی ہوتا ہی، اور اسکے تمام حرکات وسکنات میں پیش پیش رہتا ہی، اسی کی بدولت جماعت میں آکر افراد کی عقلی خصوصیتین ماند پڑ جاتی ہیں، ان کی شخصیتیں جماعت کی روح کے آگے فنا ہوجاتی ہین، جماعت کی عمومی خصوصیتون کے آگے افراد کی انفرادی خصوصیتیں شکست کھاجاتی ہین، اور حیاتِ شاعرہ پر حیاتِ نیم شعوری کا غلبہ ہوجاتا ہی،

پس چونکہ جماعت سے جو افعال سرزد ہوتے ہین، وہ اسکی حیاتِ نیم شعوری کے معلول ہین، اسلیئے یہ راز بھی ہم پر کھل جاتا ہی، کہ جماعت سے کسی وقت وہ کام نہیں ہوسکتے جنکے

Marfat.com

فکر بلند اور عقلِ راجح کی ضرورت ہوتی ہی، یہانتک کہ وہ جماعت جو عقلمند لوگوں پر مشتمل ہوتی ہی، اور وہ جس میں غیر تعلیم یافتہ اور احمق لوگ شامل ہوتے ہیں، ان دونون جماعتون سی کسی امر کے متعلق جو فیصلے صادر ہوتے ہین، ان میں باہم کوئی فرق نظر نہیں آتا، اور اسکی وجہ یہی ہی کہ جماعت میں شامل ہوکر ان عقلمند اور تعلیمیافتہ لوگون سے جو افعال سرزد ہوتے ہین، وہ جماعت کے اوصافِ عامہ اور کیفیتِ نیم شعوری کے معلول ہوتے ہین، جنمیں وہ اور عام لوگ دونون مساوی اور برابر کے حصہ دار ہیں، اسلئے جماعت پر جس چیز کا غلبہ ہوتا ہی، وہ ذکاوت اور علم نہیں ہی، بلکہ جہالت اور حماقت ہی، اور عموماً یہ جو سمجھا جاتا ہی، کہ والٹر سے زیادہ ایک مجمع کی رائے صائب ہوگی، غلط ہی، بلکہ تنہا والٹر کی رائے مجمع کی رائے سی صائب ہوتی ہے، مجمع عقلمند نہیں ہوتا، بلکہ والٹر اس مجمع سے زیادہ عقلمند ہے، جس کا وہ ایک فرد ہے،

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی، کہ اوپر کی تقریر سے تو یہ معلوم ہوا کہ جماعت کے ہر ہر فرد سے جو اعمال صادر ہوتے ہین، وہ کیفیتِ نیم شعوری اور جماعت کے اُن اوصاف سے متأثر ہوکر سرزد ہوتے ہین، جو کل افراد میں مشترک طور پر یکساں پائے جاتے ہین، اور اس کا صاف نتیجہ صرف یہی ہی کہ جماعت میں کوئی نئے اوصاف نہیں ہوتے، بلکہ ایک مشترک وصف ہوتا ہی، جو تمام افراد میں یکسان طور پر پایا جاتا ہی، جیسا کہ اسپنسر کا مذہب ہے، پھر یہ جدید اوصاف جن کا تذکرہ بار بار اوپر ہو چکا ہے، کہاں سی اور کیونکر پیدا ہوتے ہین؟ یہی سوال ہی، جس کا جواب میں ذیل میں نہایت تفصیل کیساتھ دونگا،

بات یہ ہی کہ یہ جدید اوصاف جو جماعت کی تشکیل کے وقت افراد میں پیدا ہو جاتے اور جن کا وجود حالتِ انفرادی میں نہیں ہوتا، جماعت میں انکے پیدا ہو جانے کے متعدد اسباب ہوتے ہین،:-

Marfat.com

۱۔ سب سے پہلا سبب یہ ہی کہ کوئی فرد جب جماعت میں شامل ہوتا ہے، تو اس میں اس قسم کی شجاعت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے، کہ جن افعال کے ارتکاب سے وہ حالتِ انفرادی میں ہچکچاتا ہی، اب ان کے کر بیٹھنے کی نہ صرف وہ جرأت کرنے لگتا ہی، بلکہ چونکہ جماعت میں داخل ہو کر افراد سے ان کے اعمال و افعال کی مسئولیت بالکل اٹھ جاتی ہی، اسلئے جماعت کا ہر ہر فرد مسئولیت سے بے خوف ہو کر ایسے افعال کے ارتکاب کی جرأت کر بیٹھتا ہی جن سے مسئولیت کا خوف، حالتِ انفرادی میں اسکو باز رکھتا تھا،

۲۔ دوسرا سبب جس کی بدولت جماعت میں جدید اوصاف پیدا ہوتے ہیں، یہ ہی کہ جس اثر سے کوئی ایک فرد متاثر ہوتا ہی، اس کا تعدیہ تمام افراد میں یکبارگی ہو جاتا ہے اور اس اثر سے تمام افراد یکدم اثر پذیر ہو جاتے ہیں، تعدیۂ اثر ایک ایسی چیز ہے، جس کے علل و اسباب کا بتانا مشکل ہی، ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعدیۂ اثر مسمریزم کی طرح ایک عجیب موثر شے ہی، کہ ہر فرد اُس سے اثر پذیر ہو کر اپنے ذاتی اور شخصی مصالح کو اجتماعی مصالح پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہی، اور یہ ایسی بات ہی جو انسانی فطرت کے خلاف ہی، اور انفرادی حالت میں کوئی انسان اس جذبہ کا محکوم نہیں ہو سکتا،

۳۔ تیسرا سبب جو سب سے زیادہ اہم ہی، اور جسکی بدولت جماعت میں جدید اوصاف پیدا ہوتے ہین، **اثر پذیری** کی استعداد ہے، جو ہر انسان میں پائی جاتی ہی،

اس استعداد اور قابلیت کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہی، کہ بعض وظائفِ اعضاے انسانی کے متعلق بعض ان اکتشافات کا ذکر کریں جو حال میں تحقیق کئے گئے ہین، ایک بڑی تحقیق جو حال میں ظاہر ہوئی ہی، یہ ہی کہ،

۱۔ ہر انسان میں یہ استعداد پائی جاتی ہے، کہ مختلف ذرائع سے اگر اسکے شعور ا

Marfat.com

حس پر اثر ڈالا جاے، تو اوس کے اعصابِ حسّی گویا سُن ہو جاتے ہین، اور وہ ہر اس بات کی تعمیل کرنے لگتا ہے، جس کا اسے حکم دیا جائے، یہی استعداد ہے، جس کی بنا پر ہر انسان سے بعض اوقات ایسے افعال صادر ہونے لگتے ہین، جو اس کے معمولی کیریکٹر کے خلاف ہوتے ہین،

۲- لیکن تجربہ سے تحقیق کیا گیا ہے، کہ نیم شعوری اور اثر پذیری کی استعداد جو انسان کی انفرادی زندگی کا ایک خاصہ ہے، اس وقت زیادہ قوت پکڑتی ہے، جب کوئی فرد جماعت مین شامل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس وقت اس کی حالت قریب قریب اس شخص کے مماثل ہوتی ہے، جو مسمریزم کے عمل سے معمول کیا گیا ہو، مسمریزم کے عمل کا اثر معمول پر جو کچھ ہوتا ہے، وہ یہی ہے، کہ معمول کے دماغی اعصاب سن ہو جاتے ہین، اور وہ حیاتِ نیم شعوری کے تابع ہو کر عامل کی تعمیل کرنے لگتا ہے، اسکی حیاتِ شعوری پر حیاتِ نیم شعوری کا غلبہ ہو جاتا ہے، اور ارادہ مفقود، اور تمیز و حس کی قوت معدوم ہو جاتی ہے، اور اس کے افکار و مشاعر اس خاص دائرہ کے اندر محدود ہو جاتے ہین، جو عامل نے اس کے لئے کھینچ دیا ہے،

قریب قریب یہی حالت افراد کی اس وقت ہوتی ہے، جب وہ جماعت مین شامل ہو جاتے ہین، اس وقت ان کو اپنے افعال کا شعور بالکل نہیں باقی رہتا، اور چونکہ وہ اپنے بعض مخصوص اوصاف سے معرا ہو جاتے ہین، اس لئے اب ان میں ان کی جگہ پر بعض دوسرے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں، جماعت میں افراد کی حالت ایسی ہوتی ہے، کہ گویا ان پر مسمریزم کا عمل کر دیا گیا ہے، اور اب وہ ان احکام کی تعمیل کر رہے ہین، جو جماعت کی جانب سے انکو دئی جاین، بلکہ اطاعت و انقیاد اور اثر پذیری کا یہ مادہ جو جماعت

کے اندر شامل ہو کر افراد میں پیدا ہو جاتا ہے، اس مادہ سے بہت زیادہ ہوتا ہے، جو مسمریزم کے معمول میں ہوتا ہے، جماعت کا ہر فرد جماعت کے طلسم سی مسحور ہو کر اپنے دوسرے ساتھی پر وہی اثر کرتا ہے، جو خود اس پر ہوا ہے، یہانتک کہ اس باہمی تفاعل سے ہر فرد پر ایک بیخودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور بڑھتے بڑھتے یہ اثر اس اثر سے بڑھ جاتا ہے، جو مسمریزم کے معمول پر پڑتا ہی، اور یہ اثر اتنا قوی ہوتا ہے کہ بہت کم لوگ اس کی مقاومت کر سکتے ہین، البتہ اگر اس کی مقاومت ہوتی بھی ہی، تو اس وقت جب کہ ایک غرض سے دوسری غرض کے جانب جماعت کو ملتفت کرنا منظور ہو، چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہی، کہ دفعتہً کوئی مبارک خیال جماعت کے ذہن میں آیا، اور یکایک جماعت افعالِ شنیعہ کے ارتکاب سے باز آگئی،

حاصل کلام یہ ہی کہ حیاتِ شاعرہ کی شکست اور حیاتِ نیم شعوری کا غلبہ، اثر پذیری کی بدولت تمام افکار و مشاعر کا ایک مرکز پر اتحاد و اجتماع، اور عمل کی جانب فطری رغبت یہ اوصاف ہوتے ہین، جو جماعت میں شامل ہو کر ہر ہر فرد میں پیدا ہو جاتے ہین، اس حالت میں انسان اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کرتا، بلکہ اس کی قوتِ ارادی بالکل سلب ہو جاتی ہے،

یہی سبب ہے کہ جماعت میں داخل ہوتے ہی انسان تہذیب و تمدن کے اس درجہ سے گر جاتا ہے جس پر حالتِ انفرادی میں تھا، اگر حالتِ انفرادی میں اس کے اخلاق پاکیزہ اور اسکی عقل پختہ تھی، تو اب حالتِ اجتماع میں آکر اسکے برعکس وہ سادہ لوح اور شہوات و جذبات کا فرمانبردار بنجاتا ہے، اب اس میں وحشی انسانون کی طرح قساوت، شجاعت اور دلیری، یہ تمام اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں، اگر پہلے وہ الفاظ کے اثر سے مرعوب نہ ہوتا تھا، تو اب اسمیں نہ صرف یہی بات پیدا ہو جائیگی، کہ وہ الفاظ

سے جلد مرعوب ہونے لگے گا، بلکہ اب وہ مرعوب ہوکر ایسے افعال کا ارتکاب کر بیٹھے گا جو اسکے ذاتی منافع کے خلاف اور اسکے معمولی کیریکٹر کے عکس ہون گے، غرض کہ جماعت کے اندر انسان کی حالت ریگ کے ذروں کی مشابہ ہوتی ہی، کہ ریگ کے ذرّوں کو ہوا جہاں چاہتی ہی اڑا لیجاتی ہی،

یہی تمام اسباب ہین، جنکے باعث ججوں اور جیوریوں کی جماعتون سے ایسے ایسے فیصلے صادر ہوتے ہیں، جو اگر ان میں سے الگ الگ ہر ہر فرد کے سامنے پیش کئے جائین، تو وہ اسکی مخالفت کرے، اور یہی وجہ ہے کہ نیابی مجالس ایسے ایسے قوانین پاس کرتی ہین، جنکو حالتِ انفرادی میں مجالسِ نیابی کا کوئی ممبر تسلیم نہیں کرتا،

انقلابِ فرانس کے لیڈرون کو دیکھو کہ ان میں سے ہر ایک حالتِ امن مین اپنی اپنی جگہ پر کیسا روشن خیال اور سلیم الطبع تھا، لیکن جب سب یکجا ہوکر ایک جماعت بن گئے، تو افعالِ شنیعہ کا ارتکاب کرنے لگے، بہت سے ایسے لوگوں کو پھانسی پر چڑھایا جو بالکل بے قصور تھے، یہان تک کہ آخر میں ان لوگوں نے اپنے ذاتی منافع کا بھی لحاظ نہ کیا، اور اپنی عزت اور نیک نامی کے حق سے بھی تنزل اختیار کیا،

پس حاصل یہ ہی کہ جب افراد جماعت مین شامل ہوجاتے ہیں، تو صرف یہی نہیں ہوتا کہ ان کا ذاتی استقلال فنا ہوجاتا ہو بلکہ ان کے افکار و مشاعر میں بھی سرے سے انقلابِ عظیم ہوجاتا ہی، بخیل اسراف پسند، متمسک زود اعتقاد، پرہیزگار بدکار، اور بزدل شیر دل بنجاتے ہین، ۴ راگست ۱۷۸۹ء کو جب امرار نے اپنے امتیازات اور حقوق سے تنازل اختیار کیا ہی، تو اسوقت یہی انقلاب تھا، جو ان کے جذبات میں پیدا ہوگیا تھا، اور جسکے اثر سے وہ مسحور ہوگئے تھے، حالانکہ اگر حالتِ انفرادی میں ان سے اس کی درخواست کیجاتی تو شاید چراغ پا ہوجاتے،

Marfat.com

غرض تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ افراد کی قوتِ ادراکی گو جماعت کی قوت ادراکی سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے، لیکن افکار و مشاعر اور ان اعمال و افعال کے لحاظ سے جو جماعتون سے صادر ہوتے ہین، جماعت کی حالت افراد سے مختلف ہوتی ہی، کبھی جماعتیں افراد سے زیادہ نیک اور کبھی ان سے زیادہ بد ہوتی ہین، اور یہ اختلاف یا ان افراد کے طبائع سے پیدا ہوتا ہی جن سے انکی تشکیل ہوئی ہے، اور یا ان مختلف مہیجات اور عوامل سے جو جماعت پر موثر ہوتے ہین یہی حقیقت ہی جسکو ان مصنفین نے نظر انداز کر دیا ہی جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین، یہ بلاشبہہ صحیح ہی، کہ جماعتیں اکثر اوقات جرائم اور افعالِ شنیعہ کا ارتکاب کرتی ہین، لیکن دوسرے وقت ان سے دلیری اور شجاعت کے اوصاف بھی ظاہر ہوتے ہین،

جماعت کے قائدین جس جانب جماعت کو مائل کرین گے، اُسی جانب جماعت مائل ہوگی، اگر تم جماعت کو مجد و فخر، نصرتِ دین اور اعلاے کلمۃ اللہ کی جانب بلاؤ، تو وہ اسی طرح تمھاری صدا پر لبیک کہے گی، جس طرح وہ ۱۷۹۳ء میں "حمایتِ وطن" کی صدا پر لبیک کہکر برسرِ پیکار ہوگئی تھی، پس جماعت کو کسی خیال پر آمادۂ عمل کر دینا تمھارا فرض ہی، اگر تاریخ کے صفحات مین جماعت کے ان کارنامون کو تلاش کرو، جو اس نے حالتِ سکون و اطمینان مین انجام دیئے ہین، تو تمھیں اس قسم کا واقعہ ایک بھی نہ ملیگا، سکون و اطمینان کو بالاے طاق رکھکر ایک بار نفوسِ جماعت میں اضطراب و ہیجان پیدا کر دو، پھر دیکھو جماعت کیا کیا گُل کھلاتی ہی،

Marfat.com

فصل دوم

جماعت کے حیات، اخلاق، جذبات

۱۔ جماعت کی اثر پذیری، تلون مزاجی اور غیظ و غضب

جماعت مہیجات اور عوامل خارجیہ کے قابو میں ہوتی ہے، اور وہی اس کے تغیرات کے باعث ہوتے ہین، وہ مہیجات جن سے جماعت اثر پذیر ہوتی ہے، اس قدر قوی ہوتے ہین، کہ ان کے مقابلہ میں منفعتِ ذاتی کا جذبہ فنا ہوجاتا ہے، جماعت کا کوئی فعل غور و فکر اور ارادہ پر مبنی نہیں ہوتا، جماعت پر قومی عادات کا اثر،

۲۔ جماعت کی اثر پذیری اور زود اعتقادی،

چند عوامل خارجیہ کے اثر کی بنا پر جماعت بعض خیالی باتون کو حقیقت سمجھنے لگتی ہے، تمام افراد جماعت کے ذہنوں میں ایک قسم کی خیالی اشباح کیوں پیدا ہوتی ہین، اور ان کو عالم و جاہل سب یکساں طور پر کیوں تسلیم کرلیتے ہین، ان اشباح کی بعض مثالیں جن سے افراد جماعت اثر پذیر ہوتے ہین، یہ بحث کہ جماعت جو شہادتیں پیش کرتی ہے، وہ قابلِ قبول

Marfat.com

نہیں ہوتیں، یہ بحث کہ کسی واقعہ کی صحت پر متعدد شہادتوں کا اتفاق اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتا، کتب تاریخی کی قدر و قیمت،

۳۔ جماعت کی مبالغہ پسندی، اور سادہ لوحی،

جماعت شک و تردد سے نابلد ہوتی ہے، اور ہمیشہ یک طرفہ رائے قائم کرتی ہے، جماعت کے احساسات اور جذبات ہمیشہ نہایت قوی اور حد سے متجاوز ہوتے ہین،

۴۔ جماعت کا تعصب، اور قدامت پسندی،

جماعت کے مذکورۂ بالا اوصاف کے پائے جانے کی وجہ، جماعت ہمیشہ اپنے سے قوی شخص کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے، فتنہ پردازی کا میلان جو کبھی کبھی جماعت سے ظاہر ہوتا ہے، وہ اس بات کی دلیل نہیں ہے، کہ وہ قدامت پسند نہیں ہوتی، جماعت کے احساسات ترقی اور انقلاب کے مانع ہوئے ہیں،

۵۔ جماعت کے اخلاق و عادات،

جماعت کے اخلاق و عادات کبھی افراد کے اخلاق و عادات سے ترقی یافتہ اور کبھی انحطاط پذیر ہوتے ہین، اس کے مختلف اسباب اور امثلہ، یہ بحث کہ جماعت کسی منفعت ذاتی کے خیال پر آمادۂ عمل نہیں ہوتی، حالانکہ افراد کے اعمال کا بیشتر حصہ اسی خیال پر مبنی ہوتا ہے، تہذیب اخلاق میں جماعت کی حالت اور درجہ،

فصل سابق میں ہم نے بالاجمال نفس اجتماعی کے خصوصیات کا ذکر کیا تھا

Marfat.com

اوراقِ ذیل میں ہم انہی سابق بیانات کو کسی قدر تفصیل اور وضاحت کیساتھ بیان کرینگے،
جماعت کی بہت سی خصوصیتین، مثلاً قابلیتِ غیظ وغضب، ضعفِ عقلی، فقدان ملکۂ
انتقاد، اور غلبۂ جذبات وغیرہ اکثر ان افراد میں بھی پائی جاتی ہیں، جن کا نشو ونما مکمل
نہیں ہوتا، مثلاً عورت، بچہ، مجنون وغیرہ، لیکن یہ بحث کہ یہ اوصاف جو عورتوں، بچون
اور ناقص الشعور افراد میں پائے جاتے ہین، جماعت میں ان کا پایا جانا کن اسباب کی
بنا پر ہے، دائرۂ کتاب سے خارج ہے، اسلئے میں اس کو یہاں چھیڑنا نہیں چاہتا،
علاوہ برین ان اسباب کے دریافت کرنے کی، ان لوگوں کو تو بالکل حاجت نہیں، جو فطرتی
اور ناقص الشعور افراد کے نفسانی حالات سے بخوبی واقف ہین، اور جنکو اس قسم کے افراد کی
نفسانی حالتون کا بالکل علم نہیں، وہ اس بحث سے کوئی مفید نتیجہ نہین اخذ کر سکتے،
پس اب ہم ذیل میں ان اوصاف کی تشریح کرتے ہین، جو اغلباً تمام جماعتوں
میں پائے جاتے ہین،

(۱)

جماعت کی تلون مزاجی، قابلیت غیظ و غضب،

ہم نے پہلے جہان جماعت کے خصوصیاتِ امتیازی کا ذکر کیا تھا، وہاں یہ بھی بیان
کیا تھا، کہ اس کے اعمال کا بیشتر حصہ کیفیاتِ نیم شعوری کا معلول ہوتا ہے اور اسکے اعمال
وافعال میں **نخاع** کی تاثیر دماغ کی تاثیر سے بہت زیادہ ہوتی ہے، یعنی حالتِ اجتماع میں
افراد پر بجائے کیفیتِ شعوری کے کیفیتِ نیم شعوری کا غلبہ ہوتا ہے، اور یہ خصوصیت ایسی ہے،
جسمین جماعت کے ساتھ وحشی انسان اور ناقص الشعور افراد بھی شریک ہیں، اس بنا پر

Marfat.com

وہ افعال جو جماعت سے صادر ہوتے ہیں، بعض اوقات گو تنقیدی حیثیت سے کامل ہوتے ہون
مگر چونکہ عقل کو اسکی رہنمائی میں بالکل دخل نہیں ہوتا، اسلئے افرادِ جماعت کے دائرہ
میں آکر ان موثرات کی اطاعت کرنے لگتے ہین، جو ان کو عمل کی جانب مائل کر رہے
ہون پس جماعت ہمیشہ ان ہیجات وعوامل کی قید میں مقید رہتی ہی، اور ان موثراتِ
خارجیہ کے سامنے سرِ نیاز جھکاتی ہے، جو وقتاً فوقتاً اس پر اپنا اثر ڈالتے اور اسکے تقلبات
وتغیرات کے باعث ہوتے ہین، ہان اگرچہ افراد کی حیات میں بھی اکثر یہی سانحہ پیش آتا
ہے، اور وہ بھی مؤثرات کے حلقہ میں چاروں طرف سے گھر جاتے ہیں، لیکن ان کی عقل
انکو مضرات سے آگاہ کرتی رہتی ہی، اسلئے وہ کبھی موثرات کے دام میں نہیں پھنستے، یہی
بات ہی، جس کی بناپر علم و ظائفِ اعضاء کے ماہرین نے کلیہ قائم کیا ہی، کہ افراد اپنے اعضا
کو قابو میں رکھ سکتے ہین، اور جماعت نہیں رکھ سکتی،

لیکن وہ موثرات اور عواملِ خارجیہ جن سے جماعت اثر پذیر ہوتی ہے، چونکہ ہمیشہ
بدلتے رہتے ہیں، اسلئے جماعت کے اعمال وافعال میں بھی تنوع ہوتا رہتا ہے، ہو
کے اسی اختلاف وتنوع کے باعث کبھی جماعت مجسمۂ رحمت بن جاتی ہے، او
کبھی پیکرِ قہاریت، کبھی بزدلی کا اظہار کرتی ہی، اور کبھی میدانِ عمل میں شجاعت
کے ساتھ اقدام کرتی ہی، لیکن باوجود اسکے وہ ہمیشہ اس طرح حد سے گذر جاتی ہے
کبھی منافعِ ذاتیہ حتی کہ حفظِ ذات کے جذبہ سے بھی متاثر نہیں ہوتی، اور چونکہ جماع
کے موثرات مختلف قسم کے ہوتے ہین، اور وہ ہر ایک سے برابر اثر پذیر ہوتی ہے ا
اسکے اعمال وافکار میں ہمیشہ انقلاب ہوتا رہتا ہے، یہی وجہ ہی کہ اکثر تم نے دیکھا ہ
کہ جماعت دردناک سے دردناک کام چھوڑ کر یکبارگی شفقت آمیز کا

Marfat.com

کو انجام دینے لگتی ہے،:- ایک وقت جماعت سے قساوتِ قلبی اور بے رحمی کے افعال ظاہر ہوتے ہین، تو دوسرے وقت وہ نہایت نرم دل اور انصاف پسند بنجاتی ہی، دنیا میں جب کبھی مذاہب کی تائید کے لئے خونریزی ہوئی ہی، تو جماعت ہی نے اس کا بیڑا اٹھایا ہی، جماعت کی اس قوی طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے ہمین دور جانے کی ضرورت نہین، کچھ زمانہ پیشتر ایک بغاوت کے دوران میں جماعت نے جو جو کارہاے نمایاں انجام دیئے ہین اور جنکی بدولت یکبارگی ایک جنرل نے ایک نمایاں شہرت حاصل کی ہے، وہ ابھی کی بات ہے، اگر یہ جنرل اپنی صدا بلند کرتا، تو لکھوکھا آدمی اس کی مدد کے لیئے جان دینے پر آمادہ ہوجاتے،[1]

یہی بات ہے کہ جماعت سے کوئی فعل بالقصد وارادہ صادر نہیں ہوتا، اور گو اس کا میلان متناقض مشاعر کی جانب ہر دم ہوتا رہتا ہے لیکن ہمیشہ وہ اسی شعور سے اثر پذیر ہوتی ہی جس نے وقت فعل کے اس پر غلبہ پالیا ہو، اس بارے میں جماعت کی حالت درختوں کے پتون سی کسقدر ملتی جلتی ہی، کہ جب تند ہوا چلتی ہے، تو پتے پراگندہ ہوجاتے ہیں اور جب فضا میں سکون طاری ہوتا ہی، تو پھر وہ ٹھہر جاتے ہین، ہم آگے چل کر جہان جماعت کی اثر پذیری سے بحث کرین گے وہان اس قسم کی مثالین بکثرت پیش کرین گے،

---

[1] غالباً مؤلف کا اشارہ جنرل بولنگر کی جانب ہے، جو گذشتہ صدی مین ایک مشہور فرنچ کمانڈر تھا، لوگ اس قدر اس کے شیفتہ ہوگیے تھے، کہ آخر کار وہ فتنہ وفساد کے خوف سے تمام عام مجامع اور مجالس سے کنارہ کش ہوگیا، اگر وہ کچھ زمانہ اور زندہ رہتا، تو ایک بار نپولین کے زمانہ کا نقشہ لوگون کی آنکھون میں پھر جاتا، اور فرنچ افواج اس کی ماتحتی میں ایک بار پھر اندازہ سے زیادہ کارہاے نمایان انجام دیتین، (مترجم)

Marfat.com

جماعت کی اس متلوّن المزاجی کی بدولت اس پر قابو پانا، اور اس کی قیادت کرنا سخت مشکل ہے، خصوصًا اس حالت مین جب اسکو تھوڑا سا تسلط حاصل ہوگیا ہو، یہانتک کہ اگر روزانہ زندگی کے ضروریات پوشیدگی کے ساتھ نظام قائم نہ رکھین، تو نیابی حکومتوں کا قیام بھی دشوار ہوجائے، کیونکہ جس طرح جماعت سرعت سے کسی بات کا ارادہ کرلیتی ہے، اسی طرح سرعت کیساتھ اس ارادہ سے عدول بھی کرجاتی ہے، اور جس طرح وہ طویل مدت تک غور و فکر کی زحمت نہیں برداشت کرسکتی، اسی طرح اس کا ارادہ بھی وقتی اور آنی ہوا کرتا ہے،

لیکن جماعت کا خاصۂ امتیازی صرف یہی نہین ہے، کہ وہ ازحد متلوّن مزاج اور اثر پذیر ہوتی ہے، بلکہ باوجود ان اوصاف کے وہ ایک وحشی انسان کی طرح اپنے ارادہ کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا بھی گوارا نہیں کرتی، اور اس ناگواری کے احساس میں جو بات اس کی مساعدت کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ کثرتِ افراد کی بنا پر اس کو بے انتہا طاقت کا شعور پیدا ہوجاتا ہے، اور جماعت میں شامل ہوکر افراد کے ذہنون سے "ناممکن" اور "محال" کا خیال بالکل نکل جاتا ہے، انفرادی حالت میں ایک شخص کسی محل میں آگ لگا دینے کے خیال سے ہچکچائے گا، اور اگر وہ اس فعل پر مجبور کیا جائے، تو وہ اسکی مقاومت کرے گا، اور اس سے اس فعل کا کبھی صدور نہ ہوگا، بخلاف اسکے جب وہ جماعت میں شامل ہوجاتا ہے، تو پہلے سے بے انتہا طاقت کا احساس کرنے لگتا ہے، اور کثرتِ تعداد کے خیال سے شجاع بنجاتا ہے، یہانتک کہ وہ اپنے ارادہ میں اسقدر مضبوط ہوجاتا ہے، کہ اگر اسکے راستہ میں مشکلات حائل ہوتی ہین تو وہ سختی سے ان کا مقابلہ کرتا ہے، انسان کی جسمانی حالت اگر ابدی غصہ کی متحمل ہوتی تو ہم کہتے، کہ جماعت کی طبعی حالت دائمی غصہ ہے،

لیکن باوجود اس کے یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے، کہ جماعت کے مذکورۂ بالا اوصاف یعنی تلوّن مزاجی، اثر پذیری، اور قابلیتِ غیظ وغضب وغیرہ پر قبائل کے ان موروثی خصائص کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، جو ہمارے تمام اعمال وافعال کی بنا ہوتے ہین، اور گو یہ ضرور ہے کہ ہر جماعت میں کم وبیش اثر پذیری، اور تلوّن مزاجی کی قابلیت پائی جاتی ہی، لیکن اقوام کے موروثی خصائص کے اختلاف وتنوّع کی بنا پر جماعت کی ان خصوصیتون میں بھی تفاوتِ درجات ہوتا ہے، بعض قومیں اپنے موروثی خصائص کی بنا پر بے انتہا متلوّن مزاج ہوتی ہین، اور بعض قومون میں تلوّن کا اثر کم پایا جاتا ہے، مثال کے طور پر لاطینی اور سیکسن انگلش قومون کو لو، لاطینی قوم عورتوں کی طرح اس قدر متلون مزاج اور اثر پذیر واقع ہوئی ہے، کہ ایک ذراسی بات پر ساری قوم میں غیظ وغضب کی بجلی دوڑ جاتی ہے، بخلاف انگریز قوم کے کہ اس کا پاے ثبات مشکل سے مشکل وقت میں بھی بہت کم لغزش کھاتا ہے، ہمیں وہ واقعہ خوب یاد ہے، جب ایک ٹیلیگرام کی بنا پر جس میں ہمارے سفیر کی فرضی اہانت کا واقعہ مندرج تھا، ہماری قوم میں اس قدر ہیجان پیدا ہوا، کہ فوراً ہولناک جنگ برپا ہوگئی، اور پھر جب لانگسون میں ہماری فوج کو شکست ہوئی، تو اسوقت کے جوش کا کیا پوچھنا تھا، فوراً وزارت میں انقلاب ہوگیا، حالانکہ اسی زمانہ مین انگریزون کو بمقام خرطوم سخت شکست ہوئی لیکن انگریزوں کے ثبات و عزم کو دیکھو کہ اس واقعہ سے انگریزی راے عام میں نہ کوئی ہیجان پیدا ہوا، اور نہ وزارت میں کوئی تغیر واقع ہوا،

غرض یون تو ہر جماعت عورتون اور ناقص الشعور افراد سے مشابہ ہوتی ہی لیکن لاطینی قوموں میں یہ خصوصیت دنیا کی تمام قومون سے زیادہ پائی جاتی ہی، اسی وجہ سے

جو شخص ان قومون کا اعتماد حاصل کرتا ہی، وہ تھوڑی سی مدت میں ترقی پا جاتا ہی، لیکن ہمیشہ اسے یہ خوف لگا رہتا ہی، کہ ایک معمولی قصور کے سرزد ہونے پر اس کی یہ تمام ترقی ملیامیٹ ہو جائے گی، اور وہ اوجِ رفعت سے گر جائے گا،

(۲)

اثر پذیری اور رُوداعتقادی

جماعت کی تعریف کرتے ہوئے ہم نے بیان کیا تھا، کہ اس کا مخصوص وصف یہ ہی کہ اس میں نہایت شدّت کے ساتھ اثر پذیری کی استعداد پائی جاتی ہے، اور یہ بھی بیان کیا تھا، کہ حالتِ اجتماع میں تعدیۂ اثر کس طرح وقوع پذیر ہوتا ہے، نیز ہم یہ بھی بیان کر چکے ہین کہ جماعت کے تمام احساسات و مشاعر کا ایک مرکز پر جو اتحاد و اجتماع ہوتا ہے، اس کا کیا سبب ہے، غرض گذشتہ بیانات سے خوب اچھی طرح واضح ہو چکا ہے کہ جماعت پر گو اطمینان و سکون کے کتنے ہی آثار طاری ہون، تاہم وہ اپنے خاصۂ اثر پذیری کی بدولت ہمیشہ اس بات کے لئے آمادہ رہتی ہی، کہ ادھر کوئی مؤثر اس پر اپنا اثر ڈالے، اور وہ اس کا اثر قبول کرلے، اور صرف یہی نہیں بلکہ جون ہی اس اثر کا تعدیہ تمام افراد پر ہو چکتا ہے، تمام افراد اس اثر سے متاثر ہو کر مشغولِ کار ہو جاتے ہین، پھر افراد کو اس سے غرض نہیں رہتی، کہ یہ مقصد جس کے حاصل کرنے کے لئے وہ ایک متاثرانہ شان سے بیتاب نظر آتے ہیں، کس قسم کا ہے، بلکہ وہ اِس اثر سے اس قدر مسحور ہو جاتے ہیں کہ اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتے، اور جان، مال، دولت، غرض ہر عزیز سے عزیز شے کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہین، یہان تک کہ افراد میں اس

Marfat.com

آمادگی اور مستعدی کے پیدا کرنے کے لئے اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، کہ عقلی استدلال سے اس مقصد کی برتری اور اباحت یا اوس کی قباحت اور حرمت کو ثابت کیا جائے، جیسا کہ انفرادی حالت میں ہوتا ہے، بلکہ اس آمادگی اور مستعدی کے پیدا کرنے کا اصلی دارمدار اس مؤثر کی ذات اور کیفیتِ تاثیر پر ہوتا ہی، جس نے افراد کو اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے آمادہ کیا ہی،

لیکن چونکہ جماعت ہمیشہ احساساتِ نیم شعوری کے تابع ہوتی ہے، یعنی یہ کہ بسہولت تمام مؤثرات کے اثر کو قبول کر لیتی ہے، اور ان افراد کے مثل جو عقل سے اثر پذیر نہیں ہوتے، مغلوب الحس، اور ملکۂ انتقاد، اور قوتِ ممیزہ سے بے بہرہ ہوتی ہی، اسلئے اس کی شان سی یہ ہے کہ زود اعتقادی اور سریع التصدیق ہو، اس قانون کو ذہن مین رکھنے سے اس بات کا سبب جلد سمجھ میں آجاتا ہی، کہ ناممکن اور غیر معقول قصّے اور خرافات اسقدر جلد لوگوں میں کیوں منتشر ہوجاتے ہیں اور قبولیتِ عامہ کیوں حاصل کر لیتے ہین[1]؟

پھر ان خرافات کے اختراع و انتشار کا اصلی سبب صرف یہی نہیں ہی، کہ جماعت زود اعتقاد اور سریع التصدیق ہوتی ہے، بلکہ ان قصّون کی مقبولیت کا ایک سبب نفس اجتماعی کا ایک یہ خاصہ بھی ہے، کہ جماعت جب کسی واقعہ کا ادراک کرتی ہی،

---

[1] جو لوگ محاصرۂ شہر پیرس کے زمانہ میں موجود تھے، ان کو جماعت کی زود اعتقادی اور سرعتِ تصدیق کی بہت سی مثالوں کا علم ہوگا، چنانچہ ایک واقعہ یہ ہی کہ ایک شب اتفاق سے ایک مکان کی کھڑکی سے لوگوں کو چراغ کی روشنی نظر آئی، لوگ یہ سمجھے کہ اس مکان میں کوئی جاسوس ہی اور وہ روشنی کے ذریعہ سے جرمنوں کو راہ بتاتا ہی، باوجودیکہ ادنی توجہ سے یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ غنیم جو کوسوں دور ہی، اس چراغ کی روشنی کو کیونکر دیکھ سکتا ہی، لیکن لوگون نے اس افواہ پر یقین کر لیا، (مؤلف)

توہمیشہ اس کا اعتقاد صورِ خیالی کے ذریعہ سے ہوتا ہے، جو جماعت کے ذہن مین پیدا ہوتے ہی واقعات کی اصلی حقیقت کو کچھ سے کچھ کر دیتی ہیں، ایک واقعہ جو نہایت سادہ ہوتا ہی، جماعت کے مخیلہ میں آکر اسکی صورت بالکل بدل جاتی ہے، اور اسکی اصل وجہ یہ ہوتی ہی کہ جماعت صرف انہی واقعات کا ادراک کر سکتی ہے، جو تمثیلی رنگ میں اس صورت سے اسکے سامنے پیش کئے جائین، کہ شدتِ مبالغہ کی بدولت ان واقعات کی ذہنی صورت اور اصل حقیقت کے مابین کوئی ادنیٰ علاقہ بھی باقی نہ رہا ہو، اس حالت کا ادراک ہم بخوبی اسوقت کر سکتے ہیں، جب ہم اپنے ذہن مین ان اجنبی ذہنی اشکال وصور کی یاد تازہ کرین جو کبھی کسی واقعہ کا تصور کرتے وقت ہمارے ذہن میں پیدا ہوئی تھیں، البتہ ہمارے اور جماعت کے مابین جو فرق ہوتا ہے، وہ یہ ہی کہ ہماری عقل ہم کو اس مناسبت اور تفارق سے آگاہ کرتی رہتی ہی، جو ان ذہنی صور اور اصل واقعات کے درمیان ہوتا ہے، لیکن چونکہ جماعت کی قدرت سی یہ تمیز باہر ہوتی ہی، اور جو کچھ اس کے ذہن میں آتا ہے، اُسے وہ بلا نقد کئے ہوئے اصل حادثہ کی جانب منسوب کرنے کی عادی ہی، اسلیئے وہ خود کسی شے اور اسکی ذہنی صورت کے باہمی فرق کا ادراک نہیں کر سکتی، بلکہ تمام اُن خیالات اور ذہنی صورتون کو جذب و مضمحل کر لیتی ہی، جو اسکے ذہن میں پیدا ہوں، حالانکہ اغلباً ان ذہنی صور کو اصلی واقعات سے کوئی نسبت نہیں ہوتی،

پھر چونکہ وہ افراد جن سے جماعت کی تشکیل ہوتی ہے، ان کے امزجہ باہم بالکل مختلف اور متبائن ہوتے ہیں، اس لحاظ سے ہونا تو یہ چاہیئے، کہ ذہنی اشباح جو کسی واقعہ کے تصور کے وقت جماعت پیدا کر لیتی ہی، افراد کے اختلافِ طبائع کی بنا پر مختلف قسم کی ہون لیکن تجربہ سی اسکے خلاف یہ معلوم ہوتا ہی کہ بجائے اسکے کہ یہ ذہنی صورتیں مختلف

Marfat.com

بالکل یکسان ہوتی ہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے، کہ پہلے جماعت کے کسی ایک فرد کے ذہن میں کسی واقعہ کا تصور کرتے وقت ایک ذہنی صورت پیدا ہوتی ہے، جو مثل خمیر کے ہوتی ہے، اور اسکے بعد قانونِ تعدیہ کی بنا پر اسی خمیر کے آب وگل سے باقی افراد کے ذہنون کے اندر بھی یہی ذہنی پیکر اور یہی خیالی مرقع تیار ہوجاتا ہے، مثال کے طور پر ہم کہتے ہین، کہ قبل اسکے کہ تمام صلیبیون کو بیت المقدس کی چار دیواری پر سینٹ جارج کی صورت نظر آنی فطری بات تھی، کہ سب سے پہلے کسی ایک فرد کے تخیل میں یہ تصویر آئی ہوگی، اس کے بعد جماعت کی اثر پذیری، اور تعدیۂ اثر کی خصوصیتون نے اس تخیل کو ایک جسمِ مرئی کی صورت میں لاکر تمام افراد کے پیشِ نظر کر دیا ہوگا،

یہی حالت ان تمام ذہنی صورتون کی ہوتی ہے، جنکو تاریخ نے روایت کے ذریعہ سے ہم تک پہنچایا ہے، اور جن پر اس وجہ سے حقیقت کا ملمع چڑھا ہوا ہے، کہ لکھوکھا آدمیون نے بیک وقت اپنی آنکھون سے انکا مشاہدہ کیا،

لیکن اب یہان پر یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے، کہ آخر جماعت میں بہت سے افراد ایسے بھی ہوتے ہین، جو عقل و ذکاوت سے بہرہ مند ہوتے ہین، وہ کس طرح ان ذہنی اشکال و اشباح کی حقیقت کو تسلیم کر لیتے ہین، ؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ جماعت کی اس خصوصیت یعنی اثر پذیری، اور زود اعتقادی میں عقل و ذکاوت بالکل کام نہیں دیتی، اور عالم و جاہل دونون کی حالت اس بارے میں یکسان ہوتی ہے کہ وہ جب تک جماعت میں شامل رہتے ہیں، تعقل و تمیز کی قدرت نہیں رکھتے،

اور اگرچہ معترض یہ کہہ سکتا ہے، کہ یہ خیال کہ جماعت میں عالم و جاہل دونون مساویانہ حیثیت سے تعقل و تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتے، سفسطہ محض ہے، گو اس میں بھی شک نہیں کہ اپنے

Marfat.com

دعوی کے اثبات کے لئے ہمیں بہت سے تاریخی واقعات دہرانا پڑیں گے، جن کے لئے ایک دفتر کی حاجت ہے، لیکن چونکہ ہم ناظرین کو غیر مدلل قضایا کے سامنے تاریکی میں نہیں چھوڑنا چاہتے، اسلئے اپنے دعوی کے ثبوت میں متعدد شہادتیں سپردِ قلم کرتے ہیں،

سب سے پہلے ہم وہ واقعہ نقل کرتے ہیں، جو ہمارے دعوی کی جلی شہادت ہے، کیونکہ اس واقعہ میں خیالی صورت جن افراد کے ذہنون میں پیدا ہوئی ہے، وہ مختلف قسم کے لوگ تھے، ان میں جاہل بھی تھے، اور عالم بھی، یہ واقعہ ایک بحری لفٹنٹ جولین فلکس نے اپنی کتاب "بحری سفرنامہ" میں درج کیا ہے، اور اس سے قبل مجلۂ علمیہ (سائنٹفک میگزین) میں بھی شائع ہوچکا ہے، وہ لکھتا ہے:-

"آہن پوش جہاز بیل پول سطح آب پر جہاز لیپرسو کو جو ایک سخت طوفان کے باعث گم ہوگیا تھا، تلاش کر رہا تھا، موسم خوشگوار اور آفتاب نور افگن تھا، کہ ناگاہ چلتے چلتے ایک جھنڈی دکھائی دی، جو ایک غرق ہونے والی کشتی کی جانب اشارہ کر رہی تھی، جہاز پر جتنے آدمی تھے سب نے دیکھا کہ ایک جہاز جو آدمیون سے پُر ہے، غرق ہو رہا ہے، اور لوگ شور و غل مچا رہے ہین، یہ سب کچھ گو تخیل تھا، لیکن کپتان نے فوراً ایک کشتی ان ناامیدوں کے بچانے کے لئے سمندر میں چھوڑ دی، ہم جتنا قریب ہوتے جاتے، آدمیوں کی چیخ و پکار زیادہ سُنائی دیتی، لیکن جب منزلِ مقصود پر پہنچے، تو وہان بجز درختون کے جو برگ و بار سے لدے ہوئے تھے، اور کچھ نہ تھا، نہ کوئی جہاز غرق ہوا تھا، اور نہ کسی آدمی کا پتہ تھا، جوں ہی اصل حقیقت آشکارا ہوئی، تخیل رفو چکر ہوگیا"

اس واقعہ سے بڑھکر کیا کوئی دوسری مثال پیش کیجا سکتی ہے، جو جماعت کی اس خلاّق قوتِ متصورہ کے وجود پر کافی ضمانت ہوسکے، اور جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ جماعت کس عجیب و غریب طریقہ سے ایک خیالی صورت اپنے ذہن میں پیدا کر لیتی ہے، اور اسکی صحت پر اس شدومد سے یقین کرتی ہے کہ اسکے متعلق شک و ابہام کی گنجایش ہی نہیں رہتی، دیکھو اس واقعہ مین ایک طرف ایک جماعت حالتِ انتظار و استعداد مین محو تھی، اور دوسری جانب شاہد مقصود کی ایک جھلک اُسے دکھائی دی، خیال تو کرو کہ یہ کتنا قوی موثر تھا جس کے اثر سے جہاز پر جتنے لوگ تھے، سب مسحور ہوگئے، اور سب نے اس خیالی صورت کو واقعہ سمجھ لیا،

پھر جماعت کا اشیاء کی اصلی حقیقت کو نہ سمجھنا، اور واقعات کو غیر مربوط تخیلات کی شکل میں منتقل کرنا، اس کے لئے کچھ اسکی بھی ضرورت نہیں، کہ جماعت کی تشکیل ایک جسم غفیر سے ہوئی ہو، بلکہ جب چند افراد اکٹھا ہو جاتے ہین، تو گویہ سب کے سب اکابر علما ہی ہوں لیکن جماعت کی تشکیل ہوتے ہی ان میں بھی وہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں، جو عموماً جماعتوں میں پائے جاتے ہیں، ان میں کا ہر فرد ایسے اوصاف کا جامہ پہن لیتا ہی، جو اگرچہ اسکی خصوصیتِ علمی کے بالکل خلاف ہوتے ہین لیکن تشکیلِ جماعت کے لئے ضروری ہین، اور ان میں ہر فرد فی الفور محروم امتیز اور مسلوب العقل ہو جاتا ہے، اس حقیقت کی ایک عجیب و غریب مثال ایک وہ واقعہ ہی جو ایک مشہور ماہر نفسیات موسیو ڈیوی کے حیرت انگیز طلسمی اعمال کے متعلق مشہور ہے، جسے ہماری بانن کے مشہور رسالہ، "روزنامہ علم النفس" نے اپنی ایک قریبی اشاعت میں شائع کیا ہی، وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار موسیو ڈیوی نے یورپ کے سائنسدان ماہرین کو جن میں انگلستان کا مشہور عالم مسٹر ولیس بھی تھا، اس بات کی دعوت دی کہ ایک جگہ جمع ہو کر اسکے حیرت انگیز طلسمی اعمال کا مشاہدہ کرین، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو موسیو ڈیوی نے انکے سامنے کچھ چیزیں پیش کین،

Marfat.com

اور ان کو اجازت دی کہ ان اشیا پر جہان جہاں چاہیں مہر لگا دین، پھر انکے سامنے موسیو ڈیوی نے تمام وہ طریقے استعمال کئے جو فن استخدام ارواح اور فن تجسیم ارواح میں استعمال کئے جاتے ہیں، یہ اعمال اسقدر حیرت انگیز تھے کہ انکو دیکھکر سارے مجمع نے جو اکابر علما پر مشتمل تھا، موسیو ڈیوی کو اس مضمون کے سارٹیفکیٹ دیئے، کہ جو باتیں اسوقت ہمارے سامنے گذریں وہ طاقت بشری سے بالاتر تھیں، لیکن جب یہ سارٹیفکیٹ موسیو ڈیوی کے ہاتھ میں آگئے، اس وقت اس نے مجمع کے سامنے اقرار کیا کہ یہ سارے کا سارا کھیل صرف ایک شعبدہ تھا، اس واقعہ کا راوی کہتا ہے کہ موسیو ڈیوی کے حیرت انگیز اعمال کے مشاہدہ کرنے سے جس بات پر حیرت ہوتی ہے، وہ اسکی مہارت اور صفائی نہیں ہے، بلکہ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے اسکو سارٹیفکیٹ کس طرح دیدیئے، اور اس بات پر کہ سارٹیفکیٹ دینے والوں نے ایسے بہت سے واقعی افسانے بیان کئے، جو سب کے سب جھوٹے تھے، جو باتیں ان لوگوں نے اپنے روایت کردہ واقعات کے متعلق بیان کین وہ اگر صحیح مان لی جائیں، تو پھر ان واقعہ کو شعبدہ کہنا غلط ہوگا، نیز اس بات پر سخت حیرت ہوتی ہے، کہ موسیو ڈیوی کو اس قسم کے اعمال کی کس طرح جرأت ہوئی، حالانکہ وہ محض شعبدہ تھے، اور ایک مجمع پر ان کا اسقدر شدید اثر پڑا، کہ جو اسوقت تم نہیں دیکھ سکتے، وہ انھوں نے دیکھ لیا، یہ کون سا اثر تھا یہ اس قسم کا اثر تھا، جو مسمریزم کا عامل معمول پر ڈالتا ہے، پھر جب کہ مذکورۂ بالا واقعہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ اس قسم کا اثر روشن دماغ لوگوں پر بھی ڈالا جا سکتا ہے، تو اب جماعت کی معمولی عقلوں میں اس تاثیر کے عمل سے کون انکار کر سکتا ہے،

غرض مذکورۂ بالا دعوے کے ثبوت میں ہمارے پاس متعدد شہادتوں کا ایک ا موجود ہے، جن کا نقل کرنا موجبِ تطویل ہوگا، البتہ ذیل کے واقعہ کا ذکر کر دینا ضروری معلوم

Marfat.com

مصنف کتاب کو مرتب کر رہا تھا، کہ اخبارات میں زور وشور کے ساتھ یہ خبر شائع ہوئی کہ دو لڑکیان دریاے سین میں غرق ہوگئیں، اوران کی لاش دریا سے نکال کے مجمع کے سامنے رکھی گئی، تو متعدد شاہدوں نے ان کی شناخت کی، یہ شہادتیں اسقدر زبردست تھیں کہ آخر کار ججوں کو بھی ان شہادتون کا یقین آگیا، اور انھون نے دونوں کے دفن کیے جانے کی اجازت دیدی، لوگ دفن کا سامان کر ہی رہے تھے کہ وہ لڑکیاں جن سے یہ لاشیں مشابہ تھیں اور جن کے شبہہ پر شاہدون نے گواہی دی تھی، اتفاقیہ طور پر آگئیں، اور اب یہ معلوم ہوا کہ تمام شاہدوں کو شبہہ ہوگیا تھا، حالانکہ ان لاشون اور زندہ لڑکیوں کے مابین کچھ یون ہی سی مشابہت تھی، جو مغالطہ شاہدون کو یہاں ہوا وہ بعینہٖ وہی ہی، جس کا اوپر کی مثالون میں تذکرہ کیا جاچکا ہے، اور وہ یہ ہے کہ پہلے شاہد اول کے ذہن میں ایک معمولی تشابہ کی بنا پر یہ خیال گذرا، کہ یہ غرق شدہ لاشیں غالبًا فلاں اور فلان کی بیٹیوں کی ہین، اور محض اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس نے گواہی دیدی، پھر بقیہ شاہد بھی تعدیۂ اثر کی بنا پر اس کے اثر سے متاثر ہوگئے، اور انھون نے بھی اپنی شہادتون سے شاہد اول کی تائید کی،

ان واقعات مین جماعت کی اثر پذیری کا پہلا درجہ یہ ہوتا ہے، کہ پہلے ایک شخص کے ذہن میں چند مبہم مشابہتون کی بنا پر ایک خیال پیدا ہوتا ہے، اور اس شدت سے اس کے ذہن میں گھر کرتا ہے، کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی رائے یہی ہے، پھر اس کے بعد اسی خیال سے کچھ لوگ اور اثر پذیر ہونا شروع ہوتے ہین، پس اب اگر وہ پہلا شخص جس کے سامنے پہلے واقعہ گذرا ہے، سریع التاثر ہے، تو بس اس کے لئے اتنی ہی بات کافی ہوتی ہے، کہ لاش میں جو اس کے سامنے پیش کی گئی ہے، کوئی علامت ایسی پائی جاتی ہو، جو کسی دوسرے زندہ شخص کے جسم میں بھی پائی جاتی ہے، اور جسے یہ شخص پہلے دیکھ

چکا ہے، بس اتنے سے تشابہ پر اس شخص کو یقین ہو جائے گا کہ یہ جسم وہی پہلا جسم ہے، خواہ واقع میں ان دونون جسموں میں کوئی مشابہت بھی ہو یا نہ ہو، اور اب اس تخیل کا اثر اس قدر قوی ہو جاتا ہے، کہ حدِ ادراک میں اس کے قدم رکھتے ہی قوتِ ممیزہ بالکل مسلوب ہو جاتی ہے، اور ملکۂ انتقاد بالکل فنا ہو جاتا ہے، اس حالت میں یہ شخص وہ نہیں دیکھتا جو اس کی نظر کے سامنے ہوتا ہے، بلکہ وہ دیکھتا ہے، جو اس کے تخیل کے اندر ہوتا ہے،

اسی واقعہ سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ اور ہے، اور اس میں بھی شاہدون نے اسی قسم کی غلط شناخت کی جیسی کہ اس واقعہ میں کی تھی، بلکہ اس واقعہ مین حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کی غلط شناخت کرتی ہے، یہ واقعہ گو کسی قدر پرانا ہو گیا ہے، تاہم اخبارات میں اب اسکا ذکر آیا ہے، وہ واقعہ حسب ذیل ہے :-

"شہر پیرس میں کسی مقام پر کسی بچہ کی لاش پڑی ہوئی ملی، اتفاقاً ایک دوسرا لڑکا اُدھر آنکلا، اور اس نے بیان کیا، کہ یہ میرے ایک ہمدرس دوست کی لاش ہے، دوسرے دن اوس کی ماں طلب کی گئی، وہ لاش کو دیکھتے ہی چلا اٹھی کہ یہ میرا بچہ ہے، جو ماہ جولائی سے لاپتہ ہو گیا تھا، لوگ اسے پکڑ لے گئے، اور اب اسے قتل کر کے اس مقام پر چھوڑ گئے، اس عورت کا نام چاونڈ ریٹ تھا، اِس کے بعد اس کی ماں کے بہنوئی کو اطلاع ہوئی جس نے آکر بیان کیا، کہ ہان یہ میرے بھانجے فلیبر کی لاش ہے، اس کے بعد جون نے مزید شہادتیں اور طلب کیں، جن میں اس لڑکے کے اسکول ماسٹر کی شہادت تھی، اسکول ماسٹر نے لاش کی گردن میں سونے کا تمغہ دیکھ کر کہا کہ ہاں یہ لڑکا اسی عورت کا ہے، اور اس کی شناخت یہ ہے کہ اس لاش کے گلے مین

Marfat.com

جو تمغہ پڑا ہوا ہے، یہ وہی ہے، جو اس بچہ کو اسکول سے انعام میں ملا تھا، کیا کسی دعوی کی تائید میں اس سے زیادہ قطعی الدلالت شہادت آسانی سے تصور میں آسکتی ہے، لیکن واقعاتِ مابعد سے ثابت ہو گیا، کہ یہ تمام ذخیرۂ شہادت مجموعۂ خرافات تھا، چھ ہفتہ کے بعد پتہ لگا، کہ واقعۃً جس لڑکے کی یہ لاش تھی، وہ پیرس کا تھا ہی نہیں، اور یہ لاش شہر بورڈو کے ایک لڑکے کی ہے، جسے ایک کمپنی شہر پیرس میں اٹھا لائی ہے، چنانچہ بالآخر خالو، اُستاد، کلاس فیلو، اور دیگر معزز گواہون میں سے سب نے اپنی غلط شناسی کا اعتراف کیا[1]،،

لیکن واقعاتِ بالا کے متعلق یہ پیش نظر کر لینا بھی ضروری ہے کہ اِس قسم کی غلط شہادتیں عموماً عورتیں اور بچے اور وہ افراد پیش کرتے ہیں، جو دوسروں سے زیادہ سریع التاثر اور زود اعتقاد ہوتے ہین،

اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر ہمیں اس قسم کی تمام شہادتون کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے گا، جو عموماً عدالتوں میں پیش ہوتی ہیں، عام طور پر تمام ججون کی متفقہ شہادت ہے کہ سنِ طفولیت میں آدمی جھوٹ نہیں بولتا، حالانکہ میں کہتا ہون کہ یہ لوگ اگر نفسیات سے کسی قدر واقف ہوتے، تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ آدمی اس عمر میں ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے، گو اس کا جھوٹ معصومانہ ہوتا ہے، لیکن وہ جھوٹ ضرور بولتا ہے،

ہان تو ہم پھر اپنے گذشتہ بیان کی جانب رجوع کرتے ہیں، ہم کہہ یہ رہے تھے کہ جماعت

---

[1] اخبار "اکلیر" ۲۱ اپریل ۱۸۹۵ء،

Marfat.com

کے اقوال اور شہادتین عموماً سب سے زیادہ غلط ہوتی ہین، اور جماعت کی شہادت کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ شہادت جو جماعت پیش کر رہی ہے، ایک فرد کا خیال ہے، جو تمام افراد کے ذہنون میں متعدی ہوگیا ہے، اس قسم کی مثالیں کہانتک پیش کیجائیں، جنسے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی شہادت پر یقین کرنے سی ہمیں احتراز کرنا چاہئے! اس کلیہ کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ واٹرلو کے واقعہ میں کسقدر لوگ شریک تھے لیکن اتنک اختلافِ آرا کے باعث یہ پتہ نہ چلا کہ اس حملہ کا کمانڈر کون تھا، یہانتک کہ مشہور انگریز جنرل لارڈ ولزلی نے اب جو کتاب شائع کی ہے اسمیں تصریح کی ہے کہ راویوں نے واقعات کی روایت میں سخت دھوکے کھائے ہیں، حتیٰ کہ جنگ سیڈان کے ان واقعات کی روایت میں بھی جنکی صحت پر ہزاروں آدمیوں کا اجماع ہو چکا ہے[1]

---

[1] اس میں بالکل شک نہیں کہ ہمیں کسی جنگ کی اصلی حقیقت کا کچھ علم نہیں ہوتا، اور اس بارے میں جو کچھ ہمارے معلومات ہوتے ہیں، وہ یہ ہوتے ہیں، کہ غالب کون اور مغلوب کون ہوا، اور اسکے علاوہ ہمین کسی بات کا علم نہیں ہوتا، میرے خیال میں ڈی ہارکورٹ نے جنگِ سولفرینو کی بابت جو کچھ لکھا ہے، وہ ہر جنگ پر صادق آتا ہے، وہ لکھتا ہے:

قائدین عساکر اپنی اپنی رپورٹیں متعدد سپاہیوں کے اقوال کی بنا پر پہلے تحریر کرتے ہیں، اب انہی رپورٹوں کو سامنے رکھ کر ذمہ دار افسر احکام جاری کرتے ہیں، اور آخری رپورٹ تحریر کرتے ہیں لیکن یہ تحریر جب فائد عام (فیلڈ مارشل) کے سامنے پیش کیجاتی ہے تو وہ جھلا کر کہتا ہے کہ یہ رپورٹ تم نے غلط لکھی ہے، اسکے بعد وہ خود اس رپوٹ کے بجاے اپنی رپورٹ مرتب کرتا ہے جسمیں عقلی حقیقت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے، جنگِ مذکور کے متعلق ڈیوک ہارکورٹ نے یہ واقعہ اس غرض سے تحریر کیا ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مشہور واقعات کی اصلی حقیقت دریافت کرنا بہت مشکل ہے حتی کہ ان واقعات کی حقیقت بھی جو فوراً ضبطِ تحریر میں لے آئے جائین۔ (مولف)

غرض جماعتون کی شہادتیں جس قسم کی ہوتی ہین، واقعاتِ بالا سے انکی قدر وقیمت کا خوب اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے، لیکن باوجود اسکے یہ عجیب بات ہی کہ منطقیین نے متعدد اشخاص کے کسی مسئلہ پر متفق ہوجانے کو ان قطعی دلائل میں سے شمار کیا ہی، جو کسی امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہوتے ہین، بخلاف اس کے نفسیات سے جو بات ہمین ان کے متعلق معلوم ہوتی ہے، اور علم النفس جس جانب ہمیں ہدایت کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ شک اور اصلی شک کی گنجایش انہی وقائع میں ہوتی ہے، جنکو ایک جم غفیر نے روایت کیا ہو، اور اس بنا پر منطقیین کی خدمت میں ہمارا مشورہ یہ ہے، کہ وہ ذرا تکلیف کرکے متواترات کی بحث پر ایک عمیق نظر اور ڈالیں، تاکہ اس بحث کی اچھی طرح تنقیح ہوجائے، یہ کہنا کہ اس واقعہ کو بیک وقت متعدد لوگون نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے، یا فلان واقعہ کے متعلق شہادتِ عینی کا یہ بیان ہی، اس کا اغلبًا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ جماعت جو شہادت پیش کررہی ہی، اصل مین واقعہ اس سے بہت مختلف ہے،

غرض اس پوری بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ تاریخی کتابوں کو صرف اس نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ گویا ان کو وہم وخیال نے تصنیف کیا ہے، اور بہت سے ایسے خرافات اور خیالی واقعات ان میں مندرج ہیں، جن کا وقوع مشکوک ہے، اور جن پر بعد کو بہت سے حاشیے چڑھائے گئے ہیں، اس بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ واقعاتِ تاریخی کی ترتیب وتدوین میں اپنے وقت عزیز کے خون کرنے سے یہ بہتر ہے، کہ انسان کسی دوسرے ذلیل کام کرنے میں مشغول رہے، صفحاتِ تاریخ میں جن اعاظمِ رجال کے کارنامے درج ہیں، انکی حالت یہ ہی کہ قومون کے وہم وخیال نے انکی اصلی حقیقت کو کچھ سے کچھ کردیا ہی، ہیرپکلیز بدہ، اور دیگر تاریخی اشخاص کے کارنامے صرف قوموں کے وہم وخیال کے نتائج ہیں، انکی اصلی زندگی کچھ اسقدر زیادہ اہم نہ تھی،

Marfat.com

جتنی بعد کو کر دی گئی، اور حقیقت یہ ہی کہ چونکہ بڑے سے بڑا شخص بھی جماعت کو اثر پذیر کرنے میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا، تاوقتیکہ وہ اپنی زندگی کو ایک مافوق العادت صورت میں دنیا کے سامنے پیش نہ کرے، اس لئے اس کی زندگی کے واقعات کا بعد کو کچھ سے کچھ ہو جانا ایک ناگزیر امر ہوتا ہی،

پھر ان مراحل کو طے کرنے کے بعد دوسری نحوست یہ پیش آتی ہے کہ باوجودیکہ یہ قصے اور کارنامے کتابون کے اندر محفوظ کر دیئے جاتے ہین لیکن جماعت کا بدقسمت تخیل یہاں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا، اور وہ برابر ان میں تحریف کرتا رہتا ہی، مثال میں دیکھو کہ وہ خونخوار یہواہ جس کا تذکرہ تورات میں ہی، اور وہ یہواہ جو محبت کا دیوتا ہی اور جس کا ذکر سینٹ پیٹر نے کیا ہی، ان دونوں میں کتنا فرق ہی، پھر یہ دیکھو کہ وہ **گوتم بدھ** جسکی پرستش **چین** میں ہوتی ہی اور وہ بدھ جسکی پرستش **جاپان** اور **ہندوستان** میں ہوتی ہے، ان دونون میں اب کونسی مشابہت باقی رہی ہے،

اعاظم رجال کے حالات و واقعات میں جماعت کا بدقسمت وہم و تخیل جس طرح تحریف سے کام لیتا ہے، اسکے لئے کچھ زیادہ مدت گذرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ یہ انقلاب چند سالون کے اندر اندر دیکھتے ہی دیکھتے ہو جاتا ہی، ہم نے اعاظم رجال میں سے ایک بڑے شخص کی تاریخ پڑھی ہے، جس نے پچاس برس سے بھی کم مدت میں مختلف صورتیں بدلیں، **آل بوربون** کے زمانہ میں **نپولین** کی تصویر لوگوں کے ذہنون میں یہ تھی، کہ وہ ایک محب انسانیت، آزاد، مفکر، اور بیکسوں کا غمگسار ہے، اور اگر شاعرون کا قول درست ہو، تو وہ ایسا شخص ہی کہ جسکی یاد بیکسون کی جھوپڑیون میں مدتوں تازہ رہے گی، پھر تیس برس کے بعد وہی نپولین ایسا پلٹا کہ اب وہ لوگون کو استبداد کا دیوتا، ظالم و جفاکار اور لوگوں کی آزادی سلب

کرنے والا نظر آنے لگا، لیکن اس کے بعد ہم نپولین کو ایک دوسرے ہی رنگ میں پاتے ہین،
یوں ہی انقلاب ہوتے ہوتے ایک زمانہ وہ آئے گا، کہ اس زمانہ کے لوگ تناقض خیالات
و آرا سے گھبرا کر سرے سے اس کے وجود ہی سے انکار کرنے لگیں گے، جیسا کہ اسوقت بعض
لوگ گوتم بدھ کے وجود میں شک کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں، کہ وہ بھی یونانی پہلوان ہیریکلیز
کی طرح ایک خیالی انسان تھا، البتہ لوگوں کے احوالِ جماعت کی واقفیت کی بدولت جتنا
جتنا یہ معلوم ہوتا جائے گا، کہ تاریخ صرف خرافات اور توہمات اور خیالی واقعات کے
باقی رکھنے کی کوشش کرتی ہی، اسی قدر وہ کسی امر کے متعلق شک ظاہر کرنے اور اصلی حقیقت
کے پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے عمیق حزن و غم زیادہ محسوس کرتے جائیں گے،

(۳)

جماعت کی مُبالغہ پسندی، سادہ لوحی،

مشاعرِ جماعات، خواہ کسی طرح کے ہون:- یعنی مفید ہون یا غیر مفید، مضرت رسان
ہون یا فائدہ رسان، نیک ہوں یا بد، ہر صورت میں ان کے دو مخصوص اوصاف ہوتے ہین،
نہایت سادگی اور بے انتہا مبالغہ آمیزی، لیکن جس طرح اور دیگر خصائص کے اعتبار سے
افرادِ جماعت اور وحشی انسانون کے مابین بہت کم فرق ہوتا ہی، اسی طرح ان دو خصائص میں
بھی افرادِ جماعت اور وحشی انسان بہت کچھ ایک دوسرے سی مشابہ ہوتے ہیں، وحشی انسانونکے
افرادِ جماعت بھی فاقد التمیز ہوتے ہیں، انکی نظر تمام اشیاء پر یکساں پڑتی ہی، اور اشیا کے باہمی فروق
کا ادراک نہیں کرسکتے، جماعت اپنے مشاعر و احساسات میں مبالغہ پسند کیون واقع ہوئی ہے؟ اس کا
بڑا سبب یہ ہے کہ ہر احساس جو اس میں پیدا ہوتا ہے، جماعت کے خاصۂ اثر پذیری کی بدولت

Marfat.com

تمام افراد میں پھیل جاتا ہے، اور پھر تمام افراد جو ایک دم اسکو قبول کر لیتے ہین، تو اس وجہ سے اور اسے قوت حاصل ہو جاتی ہے،

جماعت کی مبالغہ پسندی اور سادہ لوحی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے، کہ جماعت شک و تردد سے ناآشنائے محض اور عورتون کی طرح بہت زیادہ انتہا پسند ہوتی ہے، جماعت کو اول تو کسی امر کے متعلق شک و شبہہ لاحق ہی نہیں ہوتا لیکن جب کسی امر کے متعلق اس کے ذہن میں شک پیدا ہوتا ہے، تو نہایت قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، حالتِ انفرادی میں گو انسان کبھی کسی امر کا اقرار کرتا، اور کبھی کسی بات سے نفرت کا اظہار کرتا ہے کبھی کسی بات کو مانتا اور کبھی کسی بات کے متعلق شک کرتا ہے، لیکن جماعت میں شامل ہو کر اسے جب کسی بات سے نفرت پیدا ہوتی ہے، تو نفرت حقدِ شدید، شک انکارِ شدید اور رغبت نفرت کی صورت اختیار کر لیتی ہے،

یوں تو تمام جماعتیں مبالغہ پسند اور انتہا پسند ہوتی ہین، لیکن خصوصیت سے یہ وصف ان جماعتوں میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، جن کی ترکیب مختلف اصناف کے افراد سے ہوتی ہے، چونکہ ان جماعتون میں توازنِ اعمال مفقود ہوتا ہی، اسلئے ان جماعتون سے وہ اعمال سرزد ہوتے ہین، جنکا صدور ایک فرد سے بالکل محال ہوتا ہی، کیونکہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ نتیجۂ بد میں وہی اکیلا مبتلا نہ ہوگا، پھر جماعت جسقدر زیادہ افراد سے مرکب ہوتی ہے، اسی قدر اس میں یہ اعتقاد شد و مد سے پیدا ہوتا ہی، یہاں آکر بزدل، نامرد جاہل اور حاسد اپنے اپنے انحطاط اور ضعف کو فراموش کر کے ایک وقتی خیال کی بنا پر وحشی اور خوفناک بن جاتے ہین،

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جماعت کا غلو مشاعر عموماً بد اخلاقی میں زیادہ نمایاں ہوتا ہی اور

Marfat.com

یہی وصف (یعنی بداخلاقی) ہے، جو اس زمانہ کے لوگوں نے اپنے اجداد سے ورثہ میں پایا ہے یہی بداخلاقی کے مشاعر ہین جنکو افراد حالتِ انفرادی میں عقاب اور سزا کے خوف سے اپنے ذہنون سے نکالنے کی کوشش کرتے ہین، لیکن جماعت میں آکر اسی قسم کے مشاعر کا زیادہ زور ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ بُرے سے بُرے کام اور بداخلاقی کی جانب جماعت کو مائل کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے،

لیکن اگر ہوشیاری کے ساتھ اس کی قیادت کیجائے، تو اکثر اس سے عمدہ اور بہترین افعال بھی سرزد ہوتے ہین، بلکہ عظائم اعمال کے انجام دینے کی صلاحیت اس میں افراد سے کچھ زیادہ ہی زیادہ پائی جاتی ہے، ہم عنقریب اس مسئلہ کے متعلق اس مقام پر بحث کرین گے، جہان جماعت کے اخلاق کا ذکر آئے گا،

چونکہ جماعت اپنے مشاعر و احساسات میں حد درجہ مبالغہ پسند ہوتی ہے، اسلئے اس پر انہی مشاعر و احساسات کا اثر ہو سکتا ہے، جو مبالغہ سے پُر اور حدِ اعتدال سے متجاوز ہون اور اسی لئے خطبا، جو قوم کے قلوب کو اپنی جانب مائل کرتے ہیں، ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے غیر معتدل اور مبالغہ آمیز تاکیدات اور تمثیل بیانی کے ذریعہ سے جماعت کے جذبات کو مشتعل کر دیں، کیونکہ جماعت کے جذبات میں اگر اشتعال پیدا کیا جا سکتا ہے تو صرف اسی ذریعہ سے کہ مبالغہ آمیز تاکیدات کا استعمال کیا جائے، اور عقلی استدلال سے کسی بات کے ثابت کرنیکی کوشش نہ کیجائے، یہی اور صرف یہی ذرائع ہین جن سے خطبا جماعت کے جذبات کو مشتعل کر سکتے ہین،

لیکن جماعت کے جذبات کو مشتعل کرنا تو ایک طرف جماعت اپنی مبالغہ پسندی کی وجہ سے خود رہنماؤں اور قُواد سے بھی اس بات کی منتظر و متوقع رہتی ہے، کہ ان سے بھی جماعت ہی کے ایسے افعال صادر ہون، نیز یہ کہ ان کے القاب مفخم اور ان کے معنوی اور صوری

Marfat.com

فضائل میں زور اور عظمت ہو، اسی کا نتیجہ ہے، کہ جماعت تھیٹر اسٹیج پر ناٹکوں کے ہیروز (ابطال) کی بابت شجاعت اور ایسے محاسن اخلاق کی متوقع رہتی ہے، جو ابتک عالم وجود مین نہ آئے ہون

لیکن اکثر لوگ جماعت کے اس جذبہ اور میلان کو جس کا اظہار جماعت سے تھیٹر ہال میں ہوتا ہے، تھیٹر کے اُن خصوصیات کی جانب منسوب کرتے ہیں، جنکی وجہ سے تماشہ بینوں میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، بلاشبہہ اسٹیج کی تنظیم و ترتیب بھی ایک مخصوص فن ہی، جسکے آئین وضوابط مرتب ہین، تاہم وہ ایسے قواعد ہیں، جو ذوق سلیم اور قوانین منطقیہ سے جوڑ نہیں کھاتے، اور واقعہ یہ ہے کہ گو فن خطابت عام لوگوں میں بہت انحطاط پذیر اور گرا ہوا ہے، لیکن جماعت کو مخاطب کرنا کوئی معمولی فن نہیں ہے، اسکے لئے بھی مخصوص اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے، اکثر انسان جب کسی ڈراما کو اٹھا کر دیکھتا ہے، تو اس کی مقبولیت کو دیکھ کر حیرت میں آجاتا ہے، یہانتک کہ تھیٹر کے منیجر بھی جن کی خدمت مین یہ ڈرامے پیش کیئے جاتے ہین، خود انکی مقبولیت کے بابت سوچ میں پڑجاتے ہیں، بات یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ خود ڈرامون کی بابت کوئی حکم نہیں لگا سکتے، تاوقتیکہ یہ ڈرامے تماشہ بینون کی ایک جماعت کے سامنے کیئے نہ جائین،[1]

[1] مذکورۂ بالا بیان سے ہمیں اس بات کا سبب بھی معلوم ہوتا ہے، کہ کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات تقریبًا تمام تھیٹر کی کمپنیان جس ڈرامے کے کھیلنے سے انکار کر جاتی ہیں، وہی ڈراما پھر کچھ عرصہ کے بعد جب کھیلا جاتا ہے، تو مقبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، موسیو کوبی کے ڈرامے "تاج وتخت کی قربانی" کی مقبولیت عام سے ہر شخص واقف ہی، باوجودیکہ دس سال تک تمام تھیٹر کمپنیان اس کے کھیلنے سے انکار کرتی رہیں، اور باوجودیکہ اس کے مصنف کی ادبی قابلیت ہر شخص پر روشن تھی، یہی حال دوسرے ڈرامے "لامارین دی شارل" کا بھی ہوا، ایک بار تمام کمپنیوں نے اس کے کھیلنے سے (باقی در صفحہ

اگراس بحث پر گفتگو کرنے کا موقع ہوتا، تو میں قومی اخلاق وعادات کی شدتِ تاثیر کے بابت بھی بہت تفصیل سے گفتگو کرتا، جماعت کے جذبات واحساسات میں قومی اخلاق وحسیات کو جو اہمیت حاصل ہے، اس کا ایک نتیجہ یہ ہے، کہ بعض اوقات اگر ایک ڈرامے کو کسی شہر میں مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے، تو وہی ڈراما جب دوسرے شہر میں کھیلا جاتا ہے، تو اس کی جانب کوئی توجہ بھی نہیں کرتا، اس کا سبب یہی ہوتا ہے، کہ چونکہ قومی عادات وحسیات کو جماعت کے جذبات وحسیات میں بہت بڑا دخل ہوتا ہی، اس بنا پر دوسرے شہر میں جب یہ ڈراما کھیلا گیا، تو شاید حسیاتِ قومی کے اختلاف کی وجہ سی وہ اس شہر کے تماشہ بینوں کے جذبات کو مشتعل کرنے مین جو اسکی کامیابی کا راز تھا، ناکام رہا، اور اسلئے اُسے کسی نے پسند نہ کیا،

اب آخر مین مجھے یہ بیان کرنیکی تو شاید حاجت نہ ہوگی، کہ جماعت کی مبالغہ پسندی کا اثر صرف اسکے مشاعر واحساسات تک محدود رہتا ہے، اور قوتِ عاقلہ تک متعدی نہیں ہوتا، اسلئے کہ میں اوپر بیان کرچکا ہوں کہ افراد کی قوتِ عاقلہ جماعت میں شامل ہوکر بہت جلد

(بقیہ حاشیہ ص ۵۶) انکار کردیا تھا، لیکن پھر جب ایک ایجنٹ نے زر کثیر خرچ کرکے اس کا ساز وسامان مکمل کیا، تو پھر وہ ایسا مقبول ہوا کہ تقریباً دوسو بار فرانس میں اور ہزار سے زیادہ مرتبہ لندن میں کھیلا گیا، اگر ہم نے پہلے یہ نہ بیان کردیا ہوتا، کہ تھیٹر کمپنیوں کے منیجروں کی نظر تماشہ بینوں پر پڑتی رہتی ہی، تو اس بات کا سبب آسانی سے سمجھ میں نہ آسکتا کہ بعض اوقات تھیٹر کی کمپنیان کسی ڈرامے کے کھیلنے سے پہلے ہی سے کیون انکار کردیتی ہیں، اور اتنی فاش غلطی ان سے کسطرح سرزد ہوتی ہی، حالانکہ وہ ادبیات کے بڑے ماہر ہوتے ہیں، اور پھر ڈراموں کے ایکٹ کرنے میں ان کے بہت سے مقاصد بھی مضمر ہوتے ہیں، جسکا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا، کہ وہ اس قسم کے احکام لگانے میں عجلت نہ کرتے، اس عنوان پر میں مکمل بحث نہیں کرسکتا کیونکہ اس موضوع پر صرف وہ شخص بحث کرسکتا ہی، جو موسیو کوبی کی طرح نفسیات اور ایکٹنگ دونوں فنون میں مہارت رکھتا ہو (مولف)

انحطاط پذیر ہو جاتی ہے، اور اسی باعث افراد اپنی قوتِ عاقلہ سے کسی طرح کا کام نہیں لے سکتے، اور اب ان کے افعال پر صرف ان کے جذبات و احساسات کا اثر پڑتا ہے، (یہ بات ایک بہت بڑے فاضل جج موسیو ٹارڈے کے تجربہ میں بھی آئی ہے، جب کہ وہ جماعت کے مجرمانہ افعال کی تفتیش و تحقیق کر رہے تھے،) اور یہی وجہ ہوتی ہے، کہ جماعت ہمیشہ مشاعر و احساسات ہی کے دائرہ میں رہ کر ترقی یا تنزل اختیار کرتی ہے،

(۴)

جماعت کی قدامت پسندی، تعصب،

ہم بیان کر چکے ہیں کہ جماعت کے مشاعر و احساسات میں ہمیشہ سادہ لوحی اور انتہا پسندی کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے، اسی بنا پر جماعت کو جو عقائد یا خیالات تلقین کئے جاتے ہیں، انکو یا تو وہ بالکل تسلیم کر لیتی ہے، یا سرے سے انکا انکار کر دیتی ہے، انکار و اقرار کے متضاد جلوے یا تردد و شک کے آثار جو اکثر انفرادی حالت میں نظر آتے ہیں، جماعت میں ان کا پایا جانا محال ہے، یہ حقیقت کسی شہادت کی محتاج نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ دینی معتقدات اپنے اپنے مخالف پہلو کے ابطال میں کسقدر زور دار اور قلوب پر غلبہ حاصل کرنے میں کسقدر طاقتور ہوتے ہیں،

لیکن چونکہ کسی امر کی حقیقت یا بطلان اعتقاد کی بابت جماعت کے سامنے باشک مسدود ہو جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی جماعت اپنی طاقت و قوت کے متعلق شعور تام رکھتی ہے، اسلئے اظہارِ تعصب کے ساتھ ساتھ اس کا تسلط اور غلبہ بھی اس قدر قوت پکڑتا جاتا ہے، کہ اسے کسی قسم کے مناظرہ یا بحث مباحثہ کی تاب نہیں رہتی، افراد مناظرہ اور مجادلہ کی طاقت رکھتے ہین لیکن جماعت نہ صرف یہ کہ ہمیشہ مناظرہ کے وقت سپر انداز ہو جاتی ہے

Marfat.com

بلکہ غیظ و غضب کا اظہار کرنے لگتی ہے، یہانتک کہ اگر کوئی خطیب کسی مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے مباحثہ یا مناظرہ شروع کرنا چاہتا ہے، تو سامعین کی جانب سے فوراً اس پر طعن و تشنیع شروع ہو جاتی ہے، اور سب و شتم اور غضب و غصہ کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوتی ہیں، پھر اگر وہ اس پر اور مصر ہوتا ہے، تو بلا کسی تاخیر کے مستوجب عتاب ہو جاتا ہے اور اگر اس مجمع کو پولیس کا خوف نہ ہو، تو شاید وہ اسکے قتل کرنے میں بھی دریغ نہ کرے،

متعصبانہ جوش اور تسلط حاصل کرنے کا شوق، گو یہ دونوں اوصاف جماعت میں یکساں پائے جاتے ہیں لیکن قومی اخلاق و عادات کا اثر جسطرح جماعت کے دیگر اوصاف میں ہمیشہ نمایاں رہتا ہے، اسی طرح قومی اخلاق و عادات کے اختلاف کی بنا پر جماعت کے دیگر اوصاف میں ہمیشہ نمایاں رہتا ہے، اسی طرح قومی اخلاق و عادات کی بنا پر ہر قوم میں یہ دونوں اوصاف بھی ہمیں مختلف درجہ کے نظر آتے ہیں، اور قوموں کے یہ اوصاف بھی دیگر اوصاف کی طرح موروثی مؤثرات کے تابع اور زیر اثر رہتے ہیں، لاطینی جماعتوں میں یہ دونوں جذبے اپنے موروثی مؤثرات کے ماتحت اسقدر اعلیٰ مرتبہ کمال پر پہنچ گئے ہیں، کہ افراد کی روح استقلالی جو اینگلو سکسن قوم کا ایک ممتاز خاصہ ہے، قوم کے شوق و تسلط کے آگے بالکل پژمردہ ہو گئی ہے یہانتک کہ اب لاطینی جماعتیں افراد کے استقلال کو برقرار رکھنے کے بجائے صرف جماعت ہی کے مجموعی استقلال کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں، اور چونکہ استقلال کی اس نوع کا ایک اہم اور ممتاز خاصہ یہ ہوتا ہے، کہ قوموں میں اپنی مخالف رائے کے فنا کرنے اور اپنی مخالف جماعت کو بجبر اپنے موافق بنانے کا جذبہ اور میلان پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے حریت و استقلال کی یہی صنف ہے جسے عموماً ہر زمانہ میں مخصوص خیالات کے جنبہ داروں اور معتقدوں نے دنیا میں رواج دینے کی کوشش کی ہے، لاطینی

Marfat.com

قومون میں جب محکمۂ انکویزیشن، (محکمۂ تفتیش جرائم) قائم ہوا تھا، اسوقت سے لیکر اب تک ہمیشہ یہ قومیں لفظِ حرّیت کا یہی مفہوم سمجھتی رہی ہیں، اور ہمیشہ ان قومون نے انفرادی استقلال کے بجائے جماعت کے مجموعی استقلال کی پرستش کی ہے،

غرض شوقِ تسلّط اور تعصّب یہ دو باتین ہیں، جنسے جماعت خوب واقف ہوتی ہے، اور بوقتِ ضرورت ان سے کام بھی لیتی ہے، جماعت کے نزدیک قوت و طاقت ہی قابلِ احترام چیزین ہین، اسلیئے وہ کبھی احسان سے متاثر نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے نزدیک احسان کرنا دراصل ضعف کی علامت ہے، اور اسی بنا پر وہ ان لوگوں کی قیادت قبول نہیں کرتی، جو لینت اور نرمی کے خوگر ہون، بلکہ ہمیشہ وہ جفاکارون اور استبداد پسندون کے تابع فرمان رہتی ہے، جماعت نے ہمیشہ جفاکاروں اور ظالموں ہی کی یاد تازہ رکھنے کیلیئے انکے اسٹیچو قائم کیئے ہین، اور جب کسی جفاکار کو اپنے پانوں سے روندا ہے، تو صرف اسلیئے کہ اس کا اقتدار گھٹ گیا تھا، غرض کہ نفوسِ جماعت میں ہمیشہ جن لوگوں کے متعلق برتری اور عظمت کا اعتقاد پیدا ہوتا ہے، وہ وہی لوگ ہوتے ہیں، جنکا دبدبہ قیصر کی طرح زبردست ہوتا ہے، جنکی سطوت سے جماعتوں کے دلوں میں ہیبت طاری ہوتی ہے، اور جنکا رعب لوگون کو مغلوب کرلیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جماعت ہمیشہ اس تہیہ میں رہتی ہے کہ ادھر حکمران کی طاقت و قوت میں فرق آئے، اور ادھر وہ فوراً علمِ بغاوت بلند کردے اور وہ اگر جھکتی بھی ہے، تو اسکے سامنے مضبوطی سے اس پر اپنا اقتدار قائم کرلیتا ہے، اور جہان اسے کمزوری لاحق ہوئی، بس فوراً جماعت اپنے مخصوص مشاعر کے ماتحت بجائے سرگرمِ اطاعت ہونے کے مصروفِ پیکار، اور بجائے سرِ تسلیم خم کرنے کے مشغولِ کارزار ہوجاتی ہے،

غرض جماعت کا اصلی خاصہ یہ ہے، کہ وہ بجز مخصوص حالتوں کے ہمیشہ اپنے رہنماؤنکی

Marfat.com

مطیع و فرمانبردار رہے، لیکن نفس اجتماعی کے خصائص اور اسکی حقیقت کے سمجھنے مین ان لوگون نے سخت دھوکا کھایا ہی، جو یہ خیال کرتے ہین کہ جماعت کی اصلی اسپرٹ انقلاب انگیزی اور شورہ پشتی ہی، ان کو جس بات سے شبہہ لاحق ہوا وہ یہ ہے، کہ انھوں نے دیکھا کہ جماعت حد سے زیادہ قنوطی القلب اور سنگ دل واقع ہوئی ہے، اسلئے انھون نے خیال کیا کہ انقلاب انگیزی جماعت کی سرشت میں داخل ہی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت شورہ پشتی کے زہریلے مادہ کا پھوٹ پڑنا، اعمال تخریب کا ظاہر ہونا محض وقتی ہوتا ہی، ورنہ جماعت سے زیادہ کوئی شی عوامل وراثت اور آثار میراث پر قناعت کرنے والی نہیں پائی جاتی، اور اسی لئے جماعت ہمیشہ اپنی قدیم حالت کے نباہنے اور برقرار رکھنے کی بے انتہا کوشش کرتی ہی، اگر اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، تو وہ خود شورہ پشتی سے تنگ آجائے اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے لگے، دیکھو نپولین کے زیر قیادت جس جماعت نے ہنگامۂ محشر خیز برپا کیا تھا، وہ نپولین کے پتھر سے زیادہ سخت ہاتھون کی گرفت میں کیونکر آگئی، حالانکہ اس سے زیادہ نشۂ جمہوریت میں بدمست اور آمادۂ پیکار کون جماعت ہو سکتی تھی،

پس اگر ہمیں اس بات کا علم نہ ہو، کہ جماعت کا اصلی میلان ہمیشہ قدامت پرستی کے جانب ہوتا ہے، تو ہمین دنیا کی تاریخ خصوصاً خانہ جنگیوں کی تاریخ کے سمجھنے مین سخت دقت پیش آئے، یہ بلاشبہہ صحیح ہی اور واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی، کہ جماعت کبھی کبھی اپنے مخصوص رسوم و آئین اور ضوابط کے اسماء اور انکی ظاہری صورتوں میں تغیر کر دیتی ہی، یہانتک کہ سطحی نظر میں یہ معلوم ہونے لگتا ہے، کہ قومی آئین و ضوابط میں انقلاب ہو گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان اُصول و ضوابط کا اصلی عنصر اور خمیر، جو اقوام کی مختلف ضروریات کے مطابق ان کو وراثۃً حاصل ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا، اور پیہم انقلابات و

Marfat.com

حوادث کا اثر ہمیشہ ان رسوم و آئین کی ظاہری صورتون ہی تک محدود رہتا ہی، حاصل یہ ہے کہ جذبۂ قدامت پرستی کو وحشی انسانون کی طرح اقوام کے طریقِ کار میں بھی بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، اور جماعت کبھی رشتۂ قدامت پرستی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتی، بلکہ تقلید اور قدامت پرستی کے نشہ میں وہ اسقدر مدہوش ہوجاتی ہی کہ ہر جدید شے کیساتھ جو اس کے احوالِ معیشت اور طرزِ بود و باش میں تغیر کرنا چاہے، اُسے بغض و عناد ہوجاتا ہی، موجودہ زمانہ کی طرح اگر کہیں جمہوریت کا تسلّط اسوقت بھی قوت پذیر ہوگیا ہوتا، جب میکانک دستکاریون کہربار اور ریلوں کی اختراع عمل میں آرہی تھی، تو یہ مخترعات یا تو کب کی ختم ہوگئی ہوتیں، اور یا اُن کی قیمت کا بازارِ جماعت میں انسانی خون سے بہت زیادہ اندازہ لگایا جاتا، اُسے موجودہ تمدّن کی خوش قسمتی تصوّر کرو کہ جماعت کا اقتدار اس وقت ترقی پذیر ہوا ہے، جب تمام بڑی بڑی علمی اور صنعتی اختراعات دنیا مین رواج پاچکی ہیں، ورنہ انکی کامیابی میں بے انتہا دقتیں حائل ہوتین، اور کسی طرح دنیا میں انکا عام رواج نہ ہوسکتا،

(۵)
جماعت کے اخلاق

اگر ہم لفظ اخلاق سے صرف یہ مراد لیں کہ جن باتوں کو عام لوگ اچھی نگاہ سے دیکھتے ہین، ان کو اختیار کرنا، اور نفس کو اسکی خواہش اور ذلیل باتون سے روکنا تو اس معنی کے لحاظ سے بیشک جماعت نہایت بداخلق ہوتی ہی، لیکن ہم اگر اخلاق کے ضمن میں یہ بات بھی داخل کرلین کہ وقتی طور پر بعض عمدہ باتیں اختیار کرلینا، مثلاً ایثار اور اخلاص وغیرہ، تو اس وقت ہم یہ کہ سکیں گے، کہ جماعت خوش اخلاقی اور اعلیٰ اوصاف سے بھی مزین ہوتی ہے،

Marfat.com

لیکن بعض ماہرین نفسیات نے جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نگاہ ڈالتے ہین، مطلقاً یہ حکم لگا دیا ہے، کہ جماعت کے اخلاق ہمیشہ انحطاط پذیر ہوتے ہیں، اسکا باعث صرف یہ ہے، کہ انھون نے جماعت کے اخلاق پر یکطرفہ نظر ڈالی ہی یعنی انھون نے صرف یہ دیکھ لیا، کہ وہ شر و فساد کی جانب زیادہ مائل ہوتی ہی، اور اسی بنا پر انھون نے کہدیا کہ جماعت ہمیشہ بداخلاق ہوتی ہی،

بلاشبہہ جماعت کے اخلاق کا زیادہ تر حصہ شر و فساد ہی پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ ادوارِ گذشتہ کی سخت مزاجی اور درشتی کا بچا کھچا اثر ہم میں سے ہر ایک کے قلب میں کچھ اسطرح پیوست ہوگیا ہی، کہ گو افراد تو بعض مصائب کے خوف سے اس اثر کے اشارہ پر کام کرنے سے دہشت کھاتے اور سٹپٹاتے ہین، لیکن جماعت کو تو مسئولیت اور باز پرس کا کچھ خوف نہیں ہوتا، اسلئے وہ علی الاعلان مسئولیت کے قیود سے محفوظ و مصئون رہکر اسی گذشتہ طریق کار پر نہ صرف عامل ہوتی ہی، بلکہ اپنی خواہش کے مطابق مشغول کار ہونے پر اور شیر دل ہوجاتی ہی، دیکھو تو سہی، وہ ان خلاف انسانیت اعمال کے ارتکاب کرنے پر کسقدر جری ہی، کہ جب اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے، اس کے اپنے ابنائے جنس نہیں ملتے، تو کس طرح وہ جانورون کو مختلف ایذائین دینے کی کوشش کرتی ہے، حقیقت میں جماعت کا جذبہ ایذا رسانی اور صیادوں کا شوقِ صید و شکار، دونوں یکسان اور متناسب جذبات ہین، اسے جب غصہ آتا ہی، تو بلا جذبۂ شفقت سے متاثر ہوئے وہ اپنے ابنائے جنس کو چیرنے پھاڑنے لگتی ہی، اور یہ جبوقت مبتلائے جنون ہوتے ہیں، تو اپنے دوستون کے مجمع کیساتھ کس سنگدلی سے بیکس ہرن کا شکار کرتے ہین، حالانکہ ایک فلسفی کی نگاہ میں دونون کی وقعت ایک جنگلی بھیڑیے سے کم نہیں،

Marfat.com

غرض، باوجودیکہ جماعتیں بعض اوقات قتل وغارت، آتش زنی، جرائم اور ہر قسم کے افعالِ شنیعہ کا ارتکاب کر گذرتی ہین، لیکن ان مین مخلصانہ اعمال، ایثار، منافعِ ذاتی، اور دیگر بہترین اعمال کے انجام دینے کی بھی صلاحیت افراد سے زیادہ ہی زیادہ پائی جاتی ہے، بلکہ جماعت کو جب کبھی دین یا وطن کی خاطر قربانی کرنے کے لئے دعوت دیگئی ہو تو وہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ اس پر آمادہ ہوگئی ہو، تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہو کہ افراد نے نہیں، بلکہ جماعت ہی نے ہمیشہ نزاہت، اخلاصِ عمل اور عظائم اعمال کی مسلّم الثبوت مثالین پیش کی ہین، کتنی جماعتیں تھیں جنھون نے اپنی جانون اور روحوں کو محض ان معتقدات کی خاطر جو انھیں تلقین کئے گئے تھے، موت کا شکار بنا دیا! بڑی بڑی جماعتون کو جانے دو، چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھی جو اعتصاب اور اسٹرائک کے ذریعہ سے مظاہرہ کرتی ہین، تو انکا یہ مظاہرہ اس غرض سے نہیں ہوتا، کہ انکی قلیل اجرت ہیں جو ان کے لئے ناکافی ہوتی ہے، اضافہ کر دیا جائے، بلکہ ان کا یہ مظاہرہ اس بات کی علامت ہوتا ہو کہ انھیں کہیں سے اس ایثار اور قربانی کی جانب دعوت دی گئی ہے، جو اُن کے مظاہرہ کی روح رُواں ہے، مصلحتِ ذاتی کا خیال گو افراد کے لئے تہیج وتحریک کا باعث ہوتا ہو، لیکن جماعتیں کبھی اس خیال کی بنا پر نہ مشغولِ پیکار ہوئی ہین، اور نہ آسانی سے انھیں اس پر آمادہ کیا جاسکتا ہی تاوقتیکہ انھیں مقصودِ حقیقی سے آگاہ نہ کیا جائے،

جماعت کی خوش اخلاقی اور سلامت روی کا یہ حال ہو کہ بعض اوقات کمینون اور اوباشون کی شمولیت سے بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ ان کی شمولیت بعض اوقات جماعت کے محاسنِ اخلاق کو اور چمکا دیا کرتی ہی، موسیو ٹائن نے ماہ ستمبر کی شورہ پشت جماعت کے متعلق لکھا ہو کہ اُس نے جتنا مالِ غنیمت لوٹا تھا وہ سب جماعت کے سامنے لاکر رکھدیا حالانکہ وہ مال قیمتی اشیاء

Marfat.com

مشتمل تھا، اسی طرح جس جماعت نے قصر ٹویلری پر ۱۸۴۸ء کی بغاوت کے دوران میں حملہ کیا ہی، اسکے متعلق بھی تاریخ میں مذکور ہی، کہ اس نے بھی قصر کی کسی نفیس شے کو ہاتھ نہیں لگایا، حالانکہ قصر میں بہت کچھ تھا، اور وہ جماعت غصّہ مین بیتاب ہو رہی تھی، جماعت کی خوش خلقی بعض اوقات اسقدر ترقی کر جاتی ہی کہ وہ جماعتیں بھی جو اوباشوں سے مرکب ہوتی ہیں، اکثر خلافِ تہذیب منظر کو دیکھ کر یا ناشایستہ الفاظ کو سنکر اپنے آپے میں نہیں رہتین،

پس مذکورۂ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ جس طرح جماعتون سے قبیح اعمال سرزد ہوتے ہیں، اسی طرح جماعتین اپنے اعمال سے بعض اوقات محاسنِ اخلاق کے نمونے بھی پیش کرتی ہین، اور اس قسم کی مثالین دو ایک نہیں بلکہ اگر یہ کہنا صحیح ہے، کہ ایک خیالی اور وہمی محورِ نظر کے خاطر قربانی کرنے کے لئے اخلاص مطلق اور ایثار کی سخت ضرورت ہوتی ہی، تو پھر یہ بھی صحیح ہوگا کہ عقلاے زمانہ سے زیادہ جماعتیں ہمیشہ قربانی کی اس قسم کی مثالیں پیش کرتی رہی ہین، گو ان اعمال کا ظہور جماعتوں سے قصداً نہ ہوتا ہو لیکن قصد و ارادہ کو ہمارے دعوی سے کوئی لگاؤ نہیں، علاوہ بریں اگر سچ پوچھو، تو واقعہ یہ ہے کہ جماعت سے غیر ارادی اعمال جو صادر ہوتے ہین، ان کی شکایت ہمین نہیں کرنا چاہئے، اسلئے کہ اگر جماعتیں کہین اپنی عقل سے کام لینے لگیں، اور اپنے منافع کا انھیں احساس پیدا ہو جائے، تو تمدّن کا تختہ اُلٹ جائے اور عالم میں سراسیمگی، اور پراگندگی پھیل جائے،

Marfat.com

فصل سوم

جماعت کے قوائے عقلی،

قوتِ عقلی، قوتِ فکری، تخیل آرائی،

۱۔ **جماعت کی قوتِ فکری**، جماعت کے اساسی اور طبعی افکار کا فرق، یہ بحث کہ ذہن جماعت میں متناقض فکروں کا اجتماع کیونکر ہوتا ہے، جماعت کسی خیال کو اس وقت تک جذب نہیں کر سکتی، تا وقتیکہ اپنے خیال کے مطابق اس میں تغیر نہیں کر لیتی ہے، جماعت پر کسی خیال کے اثر کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے، کہ وہ خیال عقلی پہلو سے صحیح بھی ہو،

۲۔ **قوتِ عقلی**، جماعت عقلی استدلال سے کبھی اثر پذیر نہیں ہوتی، جماعت کی قوتِ عقلی ہمیشہ انحطاط پذیر ہوتی ہے، جماعت کا عقلی استدلال ہمیشہ قیاسِ تمثیلی پر مبنی ہوتا ہے،

۳۔ **تخیل آرائی**، جماعت کا شدتِ تخیل، جماعت اپنے ذہن میں ایسی صورتیں اور اشباح پیدا کر لیتی ہے، جن کو اصلی واقعہ سے کوئی نسبت نہیں ہوتی، جو چیز جس قدر عجوبہ ہوگی، اسی قدر جماعت پر زیادہ اثر کرے گی، اسی قسم کے کرامات اور پادر ہوا قصے ہر تمدن کی بنیاد ہوتے ہیں، جماعت کا تخیل ہمیشہ قوموں کے

رجالِ سیاست کا دست و بازو رہا ہے، کسی حادثہ سے جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لئے
اسکو جماعت کے سامنے کس رنگ میں پیش کرنا چاہیئے،

(۱)

جماعت کی قوتِ فکری،

ہم نے اگلی تصنیف میں نہایت تفصیل سے اس مسئلہ پر بحث کی تھی، کہ قوموں کی ترقی میں افکار اور خیالات کا کتنا اثر ہوتا ہے، اور اس باب میں ان کی کیا اہمیت ہے، اور یہ بھی بیان کر دیا تھا، کہ ہر تمدن کی بنا چند افکار اساسی پر ہوتی ہے، جو تجدد اور تغیر کی صلاحیت نہیں رکھتے، نیز اسکی بھی تشریح کر دی تھی، کہ افکار و خیالات نفوسِ جماعت پر کیونکر تسلط حاصل کرتے ہیں، اور وہ کونسی طاقت ہوتی ہے جو نفوسِ جماعت پر اثر کرتے وقت ان میں پیدا ہو جاتی ہے، پھر ہم نے اسکی بھی وضاحت کر دی تھی، کہ بڑے بڑے سیاسی انقلابات اسوقت واقع ہوتے ہیں جب ان اساسی افکار و خیالات میں کوئی تغیر یا انقلاب ہو جاتا ہے، سابق تصنیف میں ہم ان تمام امور کی بخوبی وضاحت کر چکے ہیں، اسلئے ہم یہاں پر دوبارہ ان مضامین کا اعادہ نہ کرینگے، بلکہ نہایت اختصار کیساتھ صرف یہ بتا دینگے، کہ اس قسم کے افکار اور خیالات جماعت کے ذہن میں جب پیدا ہوتے ہیں، تو کیا صورت اختیار کرتے ہیں، اور ان افکار و خیالات کا جماعت پر کتنا اثر پڑتا ہے،

جماعت جن افکار و خیالات سے عموماً اثر پذیر ہوتی ہے، ان کی دو قسمیں ہیں،:-

۱- ایک وہ وقتی افکار و خیالات جو بعض وقتی حوادث اور واقعات کے اثر سے جماعت کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، مثلاً کسی مذہب یا کسی ذات کیساتھ غلو اعتقاد وغیرہ

۲۔ وہ اساسی اور غیر فرعی افکار و خیالات جو مخصوص ماحول اور وراثت وغیرہ کی بنا پر جماعت کے ذہن میں پیدا ہو کر رسوخ حاصل کرتے ہین، ان اساسی اور غیر فرعی افکار کی مثال میں ہم زمانہ قدیم کے معتقداتِ مذہبی اور زمانۂ حال کے جمہوری اور اجتماعی خیالات کو پیش کر سکتے ہین، جو مخصوص ماحول اور مخصوص وراثت کے نتائج ہین،

اساسی افکار و خیالات کی حالت اس پانی کی سی ہوتی ہی، جو دریا میں سکون کیساتھ بہتا رہتا ہی، اور فرعی افکار ان چھوٹی چھوٹی موجوں کے مثل ہوتے ہیں، جو دریا کے پانی کو تھپیڑے دیکر پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہین، اور جو باوجود اپنی قلت و ضعف کے آنکھ کے سامنے خود دریا سے زیادہ نمایاں ہوتی ہین،

اب اس زمانہ میں وہ تمام اساسی افکار و خیالات جو ہمارے اجداد کے دستور العمل تھے، درجہ بدرجہ مضمحل ہو ہو کر اپنے رسوخ اور قوت کو برباد کر رہے ہین، اور ان کے زوال کیساتھ اس نظامِ معاشرت اور نظامِ حکومت کی بنیادین بھی ہل گئی ہین، جو ان اساسی افکار و عقائد پر مبنی تھے، اور ان کی جگہ پر ہر روز نئے نئے خیالات اور عقائد پیدا ہوتے جاتے ہیں، جنمیں نشو و نما کی صلاحیت ہمکو بہت کم نظر آتی ہی، تاہم ان ہی پر جماعت کے مستقبل کا مدار ہی،

پھر وہ افکار و خیالات جو جماعت کو تلقین کیے جاتے ہیں، اسوقت تک کوئی نتیجہ خیز رسوخ نفوسِ جماعت میں نہیں پیدا کر سکتے، تاوقتیکہ ان کو ایک دلفریب اور سادہ شکل میں نہ پیش کیا جائے، اور یہ صرف اسی صورت سی ہو سکتا ہی، کہ جماعت کو جن خیالات کی تلقین کیجارہی ہی، انکی حقیقت تصاویر و اشباح یا تشبیہ و استعارات کے ذریعہ سی اسکو سمجھائی جائے، تاکہ وہ ذہن میں خوب پیوست ہو جائین، پھر جب ان خیالی تصاویر کے ذریعہ سے کوئی حقیقت جماعت کے ذہن نشین ہو جاتی ہی، تو باوجودیکہ ان ذہنی اشباح اور خیالی تمثیلات و تشبیہات مین کوئی

Marfat.com

باہمی تعلق ایسا نہیں ہوتا کہ ایک خیالی تصویر کے ذریعہ سے دوسری خیالی تصویر کی جانب ذہن کا انتقال ہوسکے، لیکن جماعت کی حالت یہ ہوتی ہی، کہ اسکے ذہن کو ایک خیالی تصویر سے دوسری خیالی تصویر کی جانب نہ صرف انتقال ہوتا ہی، بلکہ وہ ان مختلف اور متناقض تصاویر سے اثر پذیر بھی ہوتی ہی، اور یہی بات ہی کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جماعتیں ان متضاد اور متناقض ذہنی تصاویر سے اثر پذیر ہوکر متضاد اور متناقض افعال کا ارتکاب کرنے لگتی ہین لیکن جماعت کے افعال واعتقادات میں جو تناقض پایا جاتا ہے وہ صرف جماعت ہی کیساتھ مخصوص نہیں ہی، بلکہ اس قسم کا تناقض اکثر افراد کے اعمال واعتقاد میں بھی نظر آتا ہی ہیں وحشی انسانوں کے متعلق نہیں کہتا، ان کے اعمال واعتقادات میں اگر تناقض پایا جائے تو محلِ تعجب نہیں ہی، مجھے تو اس تناقض وتضاد کا مشاہدہ اکثر ان ہندوستانی روشن خیال لوگون کے اعتقادات میں بھی ہوا ہی جنھون نے ہمارے یورپین مدارس میں تعلیم پائی ہے، ان لوگون کے خیالات میں میں نے یہ عجیب تناقض پایا کہ گو ہماری تربیت کے اثر سے انکے موروثی اعتقادات پر اجنبی افکار نے غلبہ حاصل کرلیا ہی، لیکن ان کے موروثی اعتقادات کا استیصال نہیں ہوا ہی یہی تناقض خیالات ہی، جسکی وجہ سی گو بعض اوقات ہم افراد کو متضاد اعمال کا ارتکاب کرتے ہوی تو پاتے ہیں لیکن میرا خیال یہ ہی کہ افراد کے خیالات کے اندر اختلاف کی خلیج خواہ کتنی ہی وسیع ہوجائے اس عملی تناقض کا اثر کبھی ظاہر سے تجاوز نہیں کرتا، بات یہ ہی کہ افراد سی جو افعال سرزد ہوتے ہین انکا مصدر حقیقی اور منبعِ اصلی صرف انکے موروثی خیالات ہوتے ہین، اور اسی بنا پر افراد کے اعمال میں حقیقی تناقض صرف اسوقت نمودار ہوتا ہے جب دو موروثی طاقتیں باہم متصادم ہوتی ہیں میں اس مسئلہ پر طویل گفتگو کرنا نہیں چاہتا، اور اسکی وجہ یہ ہی کہ میرے خیال میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے لئی یہ ضروری ہے، کہ مختلف ممالک میں سیر وسیاحت کرکے

قوموں کے موروثی اخلاق وعادات سے واقفیتِ تامہ حاصل کیجائے،

پھر جماعت مین کسی خیال کے پھیلانے کے لئے صرف اتنا ہی ضروری نہیں ہوتا کہ اسکی حقیقت کو ذہنی تصاویر اور تشبیہات کے ذریعہ سے جماعت کے ذہن نشین کرایا جائے، بلکہ جماعت میں کسی فکر وخیال کو اسوقت تک مقبولیت حاصل نہیں ہوتی، تاوقتیکہ ترمیم وتغیر کرکے اسکو ذہنِ جماعت کے قریب نہ کردیا جائے، اس اصول کا مشاہدہ فلسفیانہ اور علمی خیالات مین آسانی سے ہوسکتا ہے، دیکھو کسی علمی خیال کو مقبولیت کا جامہ پہنانے کیلئے اسمیں کتنا تغیر کرنا پڑتا ہے، اور سرتاسر اسے جماعت کے مزاجِ عقلی کے مطابق بنانا پڑتا ہے، اور گو یہ ترمیم وتنسیخ مختلف اقوام کی حالت کے اعتبار سے عمل میں لائی جاتی ہے، تاہم اسکا قدر مشترک یہ ہوتا ہے کہ خیالات کی سادگی اور سطحیت کا جامہ پہن لیں یہی سبب ہے کہ جب ہم اجتماعی نظر سے خیالات وافکار کو دیکھتے ہیں تو انمین بلحاظ بلندی وپستی ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا، کیونکہ اب وہ جیسے ہی ذہنِ جماعت میں پیوست ہوئے انکی عظمت تشریف لیگئی، اب اگر انکی کوئی حیثیت رہ گئی ہے، تو صرف یہ کہ جماعت پر انکا کسقدر اثر پڑتا ہے

علاوہ برین اجتماعی نقطۂ نظر سے تو کسی فکر وخیال کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، اجتماعی نقطۂ نظر سے جس بات کو اہمیت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ جماعت میں کسی فکر وخیال کے اشاعت پذیر ہونے سے اس جماعت کی حالت پر کیا اور کتنا اثر پڑتا ہے، ذرا دیکھو کہ قرونِ وسطیٰ میں مذہبی معتقدات کو کسقدر اہمیت حاصل تھی، اور زمانۂ حال میں جمہوری اور اجتماعی خیالات کسدرجہ برتر اور مافوق البحث خیال کئے جاتے ہین، حالانکہ فلسفہ ان تمام خیالات کی انتہائی تغلیط کرتا ہے، اور باوجود اسکے زمانہ گذشتہ میں تو خیران خیالات کو جو اہمیت تھی، وہ تھی، اب بھی انکا اثر ترقی پر ہے، اور آیندہ بھی ایک عرصہ تک حکومتوں اور اقوام کی حیات وممات مین انہی خیالات کی تہییج وتحریک کو بڑا دخل رہے گا،

لیکن اب فرض کرو کہ ہم نے کسی فکر و خیال میں اقوام کے نفسانی حالات کے مطابق تغیر بھی کر لیا، اور جماعت میں اس فکر و خیال کی اشاعت بھی ہو گئی لیکن اب بھی اس فکر و خیال کا اثر جماعت پر اسوقت تک نہیں ہو سکتا، تا وقتیکہ وہ جماعت کے ذہن میں پیوست ہو کر مقتضیاتِ فکری اور احساساتِ غیر شعوری کی صف میں داخل نہ ہو جائے، اور اسکے لئے تو ظاہر ہی کہ ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے

غرض جماعت میں کسی فکر و خیال کے اشاعت پذیر ہونے کے لئے پہلے اس فکر و خیال کو مختلف مدارج طے کرنا ہوتے ہین، اسکے بعد پھر کہیں جا کر وہ جماعت میں اشاعت پذیر ہوتا ہی پس اب ناظرین کے ذہن میں یہ شبہہ نہ گذرے کہ جب کسی فکر و خیال کی صحت کا حال معلوم ہو گیا، تو کوئی وجہ نہیں کہ جماعت میں یہ خیال اشاعت پذیر نہ ہو، اور جماعت اسکا اثر نہ قبول کرے، کیونکہ جماعت تو ایک طرف خود افراد کی یہ حالت ہوتی ہی، کہ وہ خیال جسکی اشاعت کی جا رہی ہے اسکی صحت و واقعیت کا حال معلوم کرنے کے بعد اگر سامعین روشن خیال ہوئے تو وہ گو اسکی صداقت کا اعتراف کر لیتے ہین، لیکن چونکہ افراد پر انکے موروثی خیالات کا بڑا اثر ہوتا ہی اسلئے تھوڑی عرصہ کے بعد ان کا قدیم اعتقاد ان پر پھر غالب آجاتا ہی، اور اب اگر تم ان ہی کچھ مدت کے بعد پھر ملو تو وہ تمھارے سامنے اپنا وہی پہلا خیال پھر ظاہر کرین گے، جسکے باطل کرنیکی تم ایک بار کوشش کر چکے ہو وجہ یہ ہے کہ افرادان افکار و خیالات کے پابند اور زیر فرمان ہوتے ہین، جو امتدادِ زمانہ سے انکے ذہنون مین راسخ ہو گئے ہین، اور انہی خیالات کا اثر ان کے اعمال و افعال میں نمایان رہتا ہی پس جب افراد کی یہ حالت ہی تو جماعت کا کیا پوچھنا؟ وہ تو افراد سے زیادہ عوامل وراثت کی پرستار ہوتی ہی، اسکا اجنبی خیالات کو جذب و ہضم کر لینا تو نہایت دشوار ہے،

لیکن جب متعدد وسائل کی مدد سے کسی خیال کو نفوسِ جماعت میں رسوخ حاصل ہو جاتا ہی، تو پھر کوئی قوت اسکے سامنے نہیں ٹھہر سکتی، اور اسوقت جو واقعات ظاہر ہوتے ہین انکی

Marfat.com

اطاعت اور فرمانبرداری ناگزیر ہوتی ہے، فلسفیانہ خیالات جو انقلابِ فرانس کے باعث ہوئے تھے، ایک مدت تک مختلف منازل طے کرتے رہے، اور اسکے بعد جو انکو رسوخ حاصل ہوا تو ان خیالات سے اثر پذیر ہو کر تمام قوم کی قوم معاشرتی مساوات حاصل کرنے اور حریت کی عظیم الشان بنیاد قائم کرنے کے لئے یکبارگی اٹھ کھڑی ہوئی تمام تاج و تخت الٹ دیئے گئے، مغرب کا طبقہ زیر و زبر کر دیا گیا، اور بیس سال کی مدت تک ایک ایسی ہولناک جنگ کے شرارے ممالکِ یورپ کو خاک سیاہ کرتے رہے، جسکے خیال تک سے تیمور لنگ اور چنگیز خان کو لرزہ آتا ہوگا، ——

—— ایک ایسا ہولناک منظر جو ہمارے دائرۂ تصور سے باہر ہے، !!

لیکن جسطرح نفوسِ جماعت میں کسی فکر و خیال کو ایک مدت دراز مین مختلف منازل طے کرنیکے بعد رسوخ حاصل ہوتا ہے، اسی طرح ذہنوں سے اس فکر کے ازالہ کے لئے بھی ایک مدت درکار ہوتی ہے، جو خیال ایک بار ذہنوں میں راسخ ہو جاتا ہی، اس کا ازالہ بھی اگر ہو سکتا ہی، تو اسی صورت سی کہ جن ذرائع یا وسائل کی مدد سے اس خیال کو رسوخ حاصل ہوا تھا، اسی قسم کے قوی ذرائع اور عوامل وراثت کی مدد سے اس خیال کو اپنی جگہ سے ہلایا جائے، یہی وجہ ہے کہ جن خیالات تک قوم کے اعلیٰ طبقہ اور علماء اور فلاسفہ کی رسائی پہلے سے ہو جاتی ہے، قوم کا ادنیٰ طبقہ ان خیالات تک ایک مدت دراز کے بعد رسائی حاصل کرتا ہی، اور گو عموماً ارجالِ سیاست اپنے زمانہ کے خیالاتِ اساسی کی خطا و صواب سے واقف ہوتے ہین لیکن چونکہ انکے پیشِ نظر یہ بات ہوتی ہی، کہ یہ خیال قوم کے دماغون میں رسوخ حاصل کر چکا ہی اور قوم کی قیادت، بلا اس خیال کی مراعات کئے ہوئے ناممکن ہے اسلئے فرضِ قیادت انجام دینے کے لئے وہ ان اساسی خیالات کو چھوتے تک نہیں گو وہ خود انکی صحت کا اعتقاد نہ رکھتے ہون،

———— • ————

Marfat.com

(۲)

قوتِ عقلی،

جماعت کی قوتِ عقلی کے متعلق گو مطلقاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جماعت میں قوتِ عقلی سرے سے مفقود ہوتی ہی، یا جماعت عقلی استدلال سے بالکل اثر پذیر نہیں ہوتی، البتہ یہ ضرور ہی کہ جس قسم کے دلائل وہ کسی امر کی تائید میں قائم کرتی ہی، یا جن دلائل سے وہ اثر پذیر ہوتی ہے، وہ عموماً منطقی نگاہ سے گرے ہوئے ہوتے ہین،

بلاشبہہ یہ انحطاط پذیر دلائل بھی جو جماعت کسی امر کی تائید میں قائم کرتی ہی، صحیح دلائل وبراہین کی طرح اشیاء کی باہمی مماثلت پر مبنی ہوتے ہین، لیکن اشیاء کی یہ مماثلت جو جماعت کے ذہن میں آتی ہی، وہ اسقدر سطحی ہوتی ہی، کہ اسکی بنا پر جو قیاس قائم ہوتا ہی، علمی نگاہ میں اسکی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی، جماعت کے استدلالات کی شان بالکل ویسی ہی ہوتی ہی جسطرح ایک ایسکیمو اپنے اس تجربہ کی بنا پر کہ برف شفاف ہی، اور منہ میں جاکر پگھلتی ہی، یہ استدلال قائم کرتا ہے کہ چونکہ شیشہ بھی شفاف ہی، اسلئے وہ بھی منہ میں جاکر پگھلے گا، یا جسطرح ایک دیہاتی یہ سمجھتا ہے کہ بہادر شخص کا کلیجہ چبانے سے ہم میں بھی بہادری پیدا ہو سکتی ہی، یا جس طرح ایک مزدور کا قصہ ہے کہ اتفاق سے ایک پروفیسر نے اسکی مزدوری نہیں دی تو اُس نے صرف اسی واقعہ کی بنا پر یہ کلیہ قائم کر لیا، کہ تمام پروفیسر حقوق غصب کر لیتے ہین،

غرض جماعت کے قیاسات اور استدلالات کی شان ہمیشہ یہ ہوتی ہی کہ وہ ہر اُن دو چیزون کے مابین رابطۂ اتحاد یا علاقۂ علیت پیدا کر لیتی ہی، جن میں واقعۃً کوئی علاقہ اور رابطہ نہیں پایا جاتا، اس بنا پر اگر جماعت کے استدلالات کو کسی صنفِ استدلال میں داخل کیا جا سکتا ہی تو وہ استدلالِ تمثیلی ہی، اور چونکہ جماعت پر صرف اسی صنفِ استدلالات کا اثر پڑتا ہی اسلئے وہ

Marfat.com

لوگ بھی جو جماعت کی قیادت کرتے ہین، اسی قسم کے دلائل وبراہین اسکے سامنے پیش کرتے ہین، بخلاف منطقی دلائل کے کہ اول تو یہ دلائل اسکے فہم وادراک سے بالاتر ہوتے ہیں، پھر اگر کسی طرح جماعت کو ان کا ادراک ہو بھی جائے، تو وہ ان استدلالات سے ذرہ برابر اثر پذیر ہوتی، پس اگر ان وجوہ کی بنا پر یہ کہا جائے، کہ جماعت کی قوتِ عقلی اور قوتِ استدلالی کمزور نہین ہوتی ہی، تو بجا ہے، لیکن اکثر یہ ہوتا ہے، کہ جب ہم ان خطبون کو اٹھا کر دیکھتے ہین، جو اپنی بے نظیر مؤثرانہ اور ساحرانہ طاقت کے لئے مشہور ہوتے ہیں، تو ہمکو رکاکتیں اور نقائص دیکھکر یہ خیال پیدا ہوتا ہی، کہ اس مجموعۂ خرافات نے بھلا جماعت پر کیا اثر ڈالا ہوگا، اس میں تو صدہا نقص ہین، پھر کیا یہ ممکن ہی کہ ان نقائص کے باوجود جماعت اس سے اثر پذیر ہوئی ہو؟ لیکن بات یہ ہے، کہ جماعت پر کسی خطبہ کا موثر ہونا، اور غیر معقول ولائل وبراہین پر کسی خطبہ کا مشتمل ہونا، یہ دونون علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں، یہ کوئی ضروری نہیں کہ جس خطبہ سے جماعت اثر پذیر ہوئی ہی، وہ معقول ولائل وبراہین پر بھی مشتمل ہو، بلکہ اکثر تو اسکے خلاف یہ ہوتا ہی، کہ جو خطبہ اپنے اندر جس قدر زیادہ غیر معقول دلائل کا ذخیرہ مخفی رکھتا ہی، اسی قدر زیادہ اسکے مخفی اثر سے جماعت پر بے شعوری کی کیفیت طاری ہوتی ہی، خطبوں اور لکچروں کی غرض یہ نہیں ہوتی، کہ علماء انکے مطالعہ سے محظوظ ہون اور اپنے معلوماتِ عامہ میں ان کے ذریعہ سے اضافہ کرین بلکہ ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہی، کہ جسطرح بن پڑے مجمع پر اثر ڈالکر اسکو مدہوش کر دیا جائی، اگر خطیب اس میں کامیاب ہوگیا تو خواہ اسکے دلائل کتنے ہی غیر معقول ہون اسکی غرض حاصل ہوگئی، اور اگر اب تم یہ چاہو کہ اس خطبہ کے مطالعہ سے وہی اثر اپنے مین پھر پیدا کر لو تو یہ ناممکن ہی، اب صدہا بار بھی اسکے پڑھنے سے وہ اثر نہ پیدا ہوگا جو خطیب نے خطبہ دیتے وقت پیدا کر دیا تھا

پس جب تقریر بالا سے خوب یہ بات ذہن نشین ہوگئی، کہ جماعت کی قوتِ استدلالی ضعیف ہوتی ہی، تو اب اسکے بعد مجھے یہ بتانیکی حاجت نہیں رہی، کہ جماعت حق وباطل اور غلط وصحیح

Marfat.com

کی تمیز کرنے سے بھی قاصر ہوتی ہی، اور جن افکار و خیالات کو وہ قبول کرتی ہی، وہ کسی واقعیت پر مبنی نہیں ہوتے، بلکہ ان کا دار و مدار اپنی مؤثر قوت پر ہوتا ہی، جو ان کے اندر مخفی ہوتی ہے، اور چونکہ جماعت کی قدرت سی یہ باہر ہے، کہ اپنے کسی ذاتی خیال کی بنا پر وہ کوئی خاص نتیجہ اخذ کرے، بالفاظ دیگر جماعت کا اپنا کوئی خاص خیال نہیں ہوتا، اس لیئے عموماً وہ بعض خیالات کو نہایت آسانی کیساتھ قبول کر لیا کرتی ہی،

(۳)

قوتِ تخیل

جماعت مین ان وحشی انسانوں کی طرح جو غور و فکر کی صلاحیت نہیں رکھتے تخیل آرائی اور وہم پرستی کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہی، اور اسکے ذہن میں کسی واقعہ یا کسی ذات کی جو تصویر آتی ہی، وہ اس سی اتنا اثر پذیر ہوتی ہے، کہ اگر اس تصویر کے بجائے خود وہ شی اسکی نظر کے سامنے آجائے، تو شاید وہ اس سے اسقدر اثر پذیر نہ ہو، جیسا کہ ہم بار بار بیان کر چکے ہین، جماعت کی حالت مسمّر نیم کے معمول سے بہت کچھ مشابہ ہوتی ہی، مسمّر نیم کے معمول کی طرح وہ کچھ دیر کے لئے فاقد العقل ہو کر اپنے ذہن کی ان پیدا کردہ تصاویر و اشباح سے اثر قبول کرتی ہی، جو ذرا سے غور و تامل مین غیر معقول اور مہمل ثابت ہو سکتی ہین لیکن چونکہ جماعت غور و فکر کی صلاحیت سی عاری ہوتی ہی، اسلیئے اسکو یہ پتہ نہیں لگتا، کہ ان تصاویر و اشباح میں کونسی غیر معقولیت ہی، بلکہ اسکے خلاف جو ذہنی تصویر معقولیت سی جتنی زیادہ دور ہوتی ہی، اس سے اسی قدر وہ زیادہ اثر پذیر ہوتی ہی،

یہی وجہ ہے کہ کسی واقعہ کے وہ حیثیات جن پر قصہ اور خرافات کا رنگ زیادہ چڑھا ہوتا ہی، جماعت پر انہی کا زیادہ اثر ہوتا ہے، اگر ہم کسی تمدن کے عناصر کی دقیق تشریح

Marfat.com

کریں تو ہمیں نظر آئے، کہ بے بنیاد قصّون، اور بے معنی خرافات کا اس تمدّن کے مظاہر پر کتنا اثر تھا، یہ کچھ تمدّن کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ تاریخ کی بھی یہی حالت ہی، واقعاتِ تاریخی میں بھی خیال کو واقعہ پر اور وہم کو حقیقت پر بڑا غلبہ ہوتا ہی،

لیکن چونکہ جماعت کسی بات کا ادراک ان ذہنی تصاویر کے بغیر نہیں کر سکتی، اسلئے اسکو متاثر اور مشتعل کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا ہی، تو یہی ذہنی تصاویر ہیں، وعدو وعید، ترہیب و ترغیب، تحریص و تخویف، غرض اشتعال انگیزی کے تمام مظاہر کے مطابق جماعت اگر کاربند ہو سکتی ہے، تو اسی صورت سی کہ ذہنی تصاویر کے ذریعہ سی اسکو سبز باغ دکھایا جائے

لیکن تخیل کو متاثر کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہی، کہ تھیٹرون، ناٹکون اور تماشون کے ذریعہ سے کسی خیال کو مجسّم شکل مین جماعت کے سامنے پیش کیا جائے یہ ایسا بہترین طریقہ ہے کہ افکار مجردہ جو جماعت کے فہم و ادراک سے باہر ہوتے ہین، اس ذریعہ سے انکی تصویر جماعت کی آنکھون میں پھر جاتی ہی، اور جماعت کو اس فکر و خیال کی حقیقت کا نہ صرف پورا اندازہ ہو جاتا ہی، بلکہ یہ مجسّم تصاویر نفوس جماعت میں ایک عمیق اثر چھوڑ جاتی ہین رومن قوم نے جو دنیا کی تمام قومون سے زیادہ نباضِ فطرت تھی، اس اصول کو یہانتک مرعی رکھا تھا کہ تھیٹر اسٹیج اسکی بزمِ تمدّن کا زیب و زینت بنگیا تھا، اور امن و سعادت کا جلوہ اسکو تھیٹر اسٹیج ہی پر نظر آنے لگا تھا، رومیون کے بعد بھی یہ اصول ہمیشہ مہذب دنیا کے پیش نظر رہا، اور آج اس اصول کو جو ترقی دی گئی اسکو ہم خود اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین، تخیل کو متاثر کرنے کا ذریعہ اسقدر کارگر ہوتا ہی کہ ساری کا سارا مجمع ان مناظر اور مجسّم تصاویر سی ایکدم متاثر ہو جاتا ہی، اور گو ناٹک کے پلاٹ کیجانب سے ناظرین کتنی ہی بے لطفی کا اظہار کر رہے ہون مگر اسوقت تخیل کی بلند پروازی کا یہ عالم ہوتا ہی، کہ بعض اوقات ناظرین اس خیالی دنیا کے واقعات و حوادث سے متاثر ہو کر بیخودی کے عالم میں رو پڑتے ہیں، اور کبھی یہ اثر اتنا ترقی کرتا ہی کہ لوگ

غیر معمولی جذبات سے بے قابو ہو جاتے ہین، اور ان سے بعض غیر معمولی افعال کا صدور ہونے لگتا ہی، ایک تھیٹریکل کمپنی ٹریجڈی کا پلاٹ اکثر کھیلتی تھی، اسکی بابت اکثر یہ سننے میں آیا ہی کہ جس ایکٹر نے "بدمعاش خائن" کا پارٹ کیا تھا، وہ جب تھیٹر ہال سے باہر آیا تو پولیس اسکو گھیرے ہوئے تھی، اس خوف سے کہ چونکہ اس نے ایک مجرم کا پارٹ کیا ہی، مبادا مجمع جوشِ غضب میں اس پر ٹوٹ پڑے ناٹکوں اور تماشوں میں جماعت کی یہ اشتعال پذیری اس بات کو بتاتی ہے کہ جماعت کے قوائے عقلی کسقدر کمزور ہوتے ہیں، اور جماعت کو مشتعل کر دینا کسقدر آسان ہی، غرض جماعت میں ایک بہت بڑا نقص یہ بھی ہی، کہ وہ کسی واقعہ اور اسکی ذہنی تصویر کے باہمی فرق کا ادراک نہیں کر سکتی ہی، اور یہی اسکے ضعفِ عقلی اور اشتعال پذیری کی بنا ہے،

پس چونکہ جماعتیں اسوقت تک آمادۂ عمل نہیں ہوتیں، تا وقتیکہ مختلف ذرائع سے انکے تخیل کو بیدار نہ کیا جائے، اسی لئے فاتحین اپنے اثر و غلبہ کی توسیع اور سلطنتیں اپنی قوت و سطوت کو ترقی دینے مین ہمیشہ جماعت کے تخیل سے کام لیتی رہی ہیں، اور قوموں کے تخیل ہی نے ہمیشہ روے زمین کا کایا پلٹ کیا ہی، بڑے بڑے تاریخی واقعات جو وقوع میں آئے ہیں، مثلاً بدھ مذہب کا ظہور، عیسائیت، اسلام اور پروٹسٹنٹ مذاہب کی ترویج یا گذشتہ زمانہ کے سیاسی انقلابات، اور زمانۂ حال کے اشتراکی فرقے، یہ سب واقعات ان مختلف تاثیرات کی قریب یا بعید مثالیں ہیں جو وقتاً فوقتاً انسانی تخیل پر اثر کرتی رہی ہین

یہی بات ہی کہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے سیاستداں حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو سب سے زیادہ استبداد پسند ہوتے ہین اپنی اپنی قوموں کے تخیلات و اعتقادات کا ہمیشہ احترام کرتے ہیں، اور انکے خلاف عمل پیرا ہونے سے گریز کرتے ہیں، انکے اندیشہ میں بھی کبھی یہ بات نہیں آتی کہ وہ ان اعتقادات کو پس پشت ڈالکر فرض قیادت انجام دیں اور اگر وہ ایسا کریں تو انکی ساری عزت خاک میں ملجائے نپولین نے ایکبار حکومت کی مجلس شوریٰ میں کہا تھا،

"تم جانتے ہو میں نے جنگ ونڈین میں کب فتح حاصل کی؟ اسوقت جب میں نے کیتھولک مذہب

Marfat.com

اختیار کرلیا، پھر مجھے مصر میں اسوقت کامیابی حاصل ہوئی جب میں نے جامع ازہر میں اپنے اسلام کا اعلان کیا، اسی طرح اٹلی میں اسوقت کامیاب ہوا جب میں عصمت پوپ کے مسئلہ کا قائل ہوگیا، اور اگر میری زیر سایہ کوئی یہودی خاندان بھی آباد ہوتا، تو یقیناً میں عبادتگاہ سلیمان کی بھی جاروب کشی کرتا،

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سکندر اعظم اور قیصر کے بعد سے ابتک عظمائے رجال میں بجز نپولین کے کوئی ایسا شخص نہیں پیدا ہوا، جو اعتقاد جماعت پر اثر ڈالتا، اور اس سی کام لینا جانتا ہو، نپولین کے فتوحات اسکے خطبات، اسکے مکاتبات، غرض اسکے ہر ہر عمل سی یہ مترشح ہوتا ہی کہ وہ قلوب انسانی پر فتح حاصل کرنے کا مقصد ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھتا تھا، یہانتک کہ جب وہ بستر مرگ پر پڑا ہوا کروٹیں بدل رہا تھا، اسوقت بھی یہی مقصد اسکے پیش نظر تھا،

جماعت کے اعتقاد و تخیل کو جن جن طریقون سے متاثر کیا جاسکتا ہے انکو تو ہم آگے چل کر بیان کرین گے، البتہ یہاں پر صرف اتنا بتا دینا ضروری ہی، کہ جماعت موثرات کے آگے کبھی دلائل و براہین کے پھیر میں آکر سر تسلیم خم نہیں کرتی، دیکھو انٹونی جبتک محض اپنے ساحرانہ کلام اور خطیبانہ انداز کے ذریعہ سے مجمع پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتا رہا، کامیاب نہ ہوا لیکن اس نے جونہی مقتول قیصر کی وصیت کو جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کیا، اور مجمع کے سامنے قیصر کی لاش کو رکھکر زخموں کے نشان دکھانا شروع کئے، بس فوراً ہی جماعت اس حیرت انگیز منتر سے مسحور ہوگئی،

غرض جماعت کے تخیل پر جس چیز کا اثر پڑتا ہی، وہ اس ذہنی تصویر کا جو ایک مبہم انداز سے حیرت انگیز معجزانہ رنگ میں ایک خوش آیند امید کیساتھ یا عقاب کا خوف دلاکر جماعت کے سامنے پیش کیجاتی ہی، وہ سر تا سر راز ہی راز ہوتی ہی، لیکن باوجود اس کے جماعت کا رشتۂ امید اس سے منقطع نہیں ہوتا یہی ذریعہ ہی جو مختلف زمانوں کے پیغمبران مذاہب اور انسانی فطرت کے نبض شناسوں نے اختیار کیا ہے،

جماعت کے تخیل کی حالت یہ ہی کہ بعض اوقات صدہا مجرمانہ افعال کا جماعت کے تخیل پر
اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا ایک جرم کا ہوتا ہی، یا اکثر متعدد چھوٹے چھوٹے واقعات سے وہ جتنا اثر پذیر ہوتی
ہی اتنا کسی ایک سخت واقعہ سے بھی نہیں ہوتی، وجہ یہ ہی کہ انبوہ کے دماغ پر کثرت و قلت یا ضعف و قوت
کا اثر نہیں ہوتا، بلکہ اسکے دماغ پر کسی واقعہ کا اثر محض اسوجہ سی ہوتا ہی کہ اس واقعہ کے اندر کوئی ندرت
یا کوئی حیرت انگیز بات اسکو نظر آجاتی ہی جس سی وہ متاثر ہوجاتی ہی، مثال میں دیکھو ابھی کچھ سال ہوئے
پیرس میں جب وبا پھیلی ہی، اور پانچہزار نفوس ایک ہفتہ کے اندر اندر اجل ہوگئے تو یہ جماعت کی نگاہ میں
کتنی چھوٹی سی بات تھی، چونکہ لوگوں کو اسکا حال تھوڑا تھوڑا کرکے ان شمار و اعداد کے ذریعہ سے
معلوم ہوتا تھا، جو ہفتہ وار شائع ہوتے تھے، اسلئے انکو اسکی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی تھی لیکن اگر
اسکے بجای کوئی ایسا حادثہ پیش آجاتا کہ ایک دن کے اندر اور ایک ہی شاہراہ پر یکجا پانچہزار آدمیوں کے صرف
پانچسو جانوں کا نقصان ہوجاتا، یا مثلاً برج ایفل ایکدم آرہتا، تو دیکھتے کتنا شور و غل مچتا اور کتنا بڑا انقلاب ہو
ایک مرتبہ بحر اٹلانٹک کے بیڑے کا ایک جہاز لاپتہ ہوگیا تھا، جب ایک عرصہ تک اسکا پتہ نہ لگا
تو عام طور پر یہ گمان غالب ہوگیا کہ یہ جہاز غرق ہوگیا، اس خیال کا اتنا سخت اثر ہوا کہ تقریباً آٹھ روز تک
پبلک پر انتشار کی کیفیت طاری رہی، لیکن اسکے بعد ایکبار (سنہ ۱۸۹۴ء میں) سرکاری اعداد میں جب یہ
خبر شائع ہوئی کہ ۵۰۰ بادبانی کشتیاں اور ۲۰۳ دخانی جہاز ایکبارگی غرق ہوگئے اور جانوں اور غلہ کا جو
نقصان ہوا وہ شمار میں نہیں آسکتا تو اس خبر پر لوگوں نے کچھ خیال بھی نہ کیا، حالانکہ یہ نقصان پہلے نقصان سی بہت زیادہ تھا
اس سی معلوم ہوا کہ تخیل جماعت پر خود واقعات کا اثر نہیں پڑتا بلکہ جس بات کا اثر پڑتا ہی وہ یہ ہی کہ فلاں
واقعہ کس طرح وقوع پذیر ہوا نیز کسی واقعہ کو اگر رنگ آمیزی کیساتھ اسطرح بیان کیا جائی کہ اسکی مجموعی کیفیت سنکر
جماعت مرعوب ہوجائے تو یہ پیرایۂ ادا بھی جماعت پر بہت زیادہ اثر کرتا ہی، پس اگر جماعت کی قیادت کرنا چاہو
تو سب سے زیادہ جماعت کو پہلے اشتعال پذیر کرنا سیکھو اگر تمھیں یہ نہیں آتا تو جماعت کی قیادت بھی نہیں کرسکتے

فصلِ چہارم

جماعت کے افعال پر مذہب کا اثر

مذہب سے کیا مراد ہی، جماعت جو مذہب قبول کرے اسکے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی معبود کی عبادت اور پرستش پر مبنی ہو، شعور مذہبی کے خصائص، جماعت کے مذہبی اعتقادات کی قوت اور غلبہ، سابق بحث کی چند مثالیں، جماعت جن معبودوں کی پرستش کرتی ہی وہ کبھی فنا نہیں ہوتے، بلکہ ہمیشہ نئی نئی صورتوں میں نمودار ہوتے ہین، الحاد و دہریت کا دینی شکل میں کس طرح ظہور ہوتا ہی، تاریخی نقطۂ نظر سے مذہبی معتقدات کی کیا اہمیت ہی، یہ بحث کہ واقعۂ اصلاحِ مذہب، واقعۂ سینٹ بارتھولیمو، واقعۂ ہول (رین آف ٹیر) اور تمام اسی قسم کے واقعات جماعتوں کے مذہبی مشاعر و احساسات کے نتائج ہوتے ہیں اور کبھی انکا ظہور افراد سے بالارادہ نہیں ہوتا،

ہم ابوابِ سابق میں بیان کر چکے ہیں کہ جماعت کی قوتِ عقلی نہایت ضعیف ہوتی ہی، اسلئے جو خیالات اسکو تلقین کئے جاتے ہیں، انکو یا تو وہ بجنسہ قبول کر لیتی ہی یا انکا سرے سے انکار کر دیتی ہی، نیز یہ جو عوامل اسکی تہییج و تحریک کے باعث ہوتے ہیں، اُنسے جماعت اثر پذیر ہوتے ہی آمادۂ عمل ہو جاتی ہی اور اگر ہوشیاری کیساتھ اسکو متاثر کیا جائے تو وہ اپنے پیشِ نظر مقصد کے خاطر قربانی کرنے پر بھی تُل جاتی ہی، نیز ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اسکو اپنے معتقدات اور اپنے مشاعر و احساسات کیساتھ الفت بلکہ ایک قسم کا تعصب ہوتا ہی

اوراس کی الفت اور میلان کا ظہور عبادت کے رنگ میں اور نفرت کا اظہار بغض و تعصب کے پردے میں ہوتا ہی، غرض ان گذشتہ بیانات سے جماعت کے معتقدات اور حیّات پر کافی روشنی پڑچکی ہی،

لیکن جماعت کے ان تمام احساسات وجذبات کی دقیق تعلیل کرنے کی غرض سے اگر ہم ان تمام بڑے بڑے سیاسی اور مذہبی انقلابات پر غائر نظر ڈالیں جو اب تک دنیا میں وقوع پذیر ہوچکے ہیں، نیز ان انقلابات کی آڑ میں جو مختلف عوامل پوشیدہ ہوتے ہیں انکی بھی جستجو کریں، تو ہم کو نظر آئے گا کہ ان حالات کے دوران میں جماعت ہمیشہ خیالات کا ایک مخصوص جامہ پہن لیتی ہی اور اس دوران میں اس پر مخصوص خیالات کا غلبہ ہوتا ہی، جن سے وہ اثر پذیر ہوتی ہی اور وہی اسوقت اسکے اعمال کے محرک ہوتے ہیں، لیکن یہ مجموعۂ خیالات جو اسوقت جماعت پر حاوی ہوتا ہی، اسکی تعبیر اگر ہوسکتی ہی، تو لفظ "مذہب" یا "دین" یا "شعور دینی" سے،

جماعت کا یہ شعورِ مذہبی جو اسوقت اسکے تمام اعمال وافعال کا باعث ہوتا ہی، ہمیشہ چند سیدھے سادے اعتقادات پر مشتمل ہوتا ہی، جو حسب ذیل ہیں،:-

۱- کسی ایسی ذات کی عبادت کا خیال جو تمام افراد سے برتر تصوّر کی گئی ہو،

۲- اس پوشیدہ ذات سے خوف کرنا اور اسکی کورانہ اطاعت و فرمانبرداری کرنا،

۳- اس قوت کی تعلیمات واحکام کو بحث ومباحثہ سے مافوق سمجھنا،

۴- ان تعلیمات کی اشاعت وترویج کی جدوجہد کرنا،

۵- جو لوگ ان تعلیمات کو نہ مانیں اُن سے دشمنی اور عداوت کا اظہار،

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جماعت کو کسی ان دیکھے معبود کیساتھ اعتقاد پیدا ہوتا ہی اور وہ اسکی پرستش کرتی ہی، کبھی وہ کسی حجر یا شجر کو پوجنے لگتی ہی، اور کبھی اس کا معبود کوئی محیر العقول سیاسی یا مذہبی خیال ہوتا ہے، جو اسکے اعتقاد کو اپنی جانب جذب کرلیتا ہی مگر ان تمام صورتوں

Marfat.com

میں مذہبی شعور کی حالت یکساں رہتی ہے، اور جماعت ان سب سے یکساں متاثر ہوتی ہے بشرطیکہ جماعت کو اپنے ان معبودوں کے اندر کوئی مخفی معجزہ یا خرقِ عادت نظر پڑا ہو، جماعت کا خیال اسقدر پست ہوتا ہے کہ وہ ہر اس محیر العقول خیال یا اس رہنما کو مافوق العادۃ تسلیم کرتی ہے، جو اسکی توجہ کو اپنی جانب جذب کرلے یا جسکی کامیابی اسکے نزدیک ایک راز ہو،

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اصلی دینداری یہ نہیں ہے، کہ وہ کسی معبود کی پرستش کرتا ہے بلکہ انسان میں اصلی دینداری کا ظہور اسوقت ہوتا ہے جب وہ اپنے ارادہ، اپنی مرضی اور اپنی ذات کو اس معبود کی مرضی اور اسکے ارادہ پر چھوڑ دیتا ہے، اور اپنی مرضی کو اسکی مرضی کے لئے بالکل فنا کردیتا ہے، جب یہ اعتقادی کیفیت انسان میں پیدا ہوجاتی ہے، تو اسوقت تمام دوسرے خیالات کے گرد وغبار سے اسکا شیشۂ دل پاک وصاف ہوجاتا ہے، اور اسکے تمام اعمال وافعال کا محور اور مرجع وحید صرف وہی ذات ہوتی ہے، جسکی رضاجوئی اور ذات پر اس نے اپنی مرضی وشخصیت کو نثار کردیا ہے،

لیکن جب دینی عقیدہ اور مذہبی خیال کا غلبہ ہوتا ہے تو چونکہ اس غلبہ کیساتھ تعصب اور غلوئے دینی کا پایا جانا بھی ضروری ہے، اسلیئے ہر اس جماعت میں جو کسی مذہبی عقیدہ کی محکوم ہوتی ہے یہ دونوں اوصاف بھی نمایاں طور پر پیدا ہوجاتے ہیں، واقعہ انقلابِ فرانس میں جب چندروزہ جمہوری حکومت قائم ہوئی ہے، تو اسوقت یعقوبی فرقہ کے عیسائیوں پر اسی قسم کا سودا سوار تھا اور تعصب اور غلوئے دینی کا اثر ان کے ہر ہر فعل وعمل سے نمایاں ہوتا تھا، اور یہ تعصب کسی طرح اس مذہبی تعصب سے کم نہ تھا جو کیتھولک فرقہ کے عیسائیوں سے محکمۂ انکوزیشن کے قائم کرانے کا باعث ہوا تھا،

غرض جب جماعت پر کسی خیال کا غلبہ ہوتا ہے، تو وہ دیوانگی کورانہ اطاعت وانقیاد اور وحشیانہ تعصب کیساتھ مصروفِ عمل ہوجاتی ہے، لیکن چونکہ کورانہ تقلید اور وحشیانہ تعصب کا رنگ جماعت کے اعمال وافعال پر اسوقت تک نہیں چڑھ سکتا، تاوقتیکہ جماعت کے معتقدات مذہبی جامۂ تہذیب

Marfat.com

اسلئے جماعت کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہی کہ اسکے افعال کا صدور ہمیشہ مذہبی پردے میں ہوتا ہی، لیکن اس سوداے مذہبی کے پیدا ہونے کے لئے کچھ یہ ضروری نہین کہ جماعت کو کسی خاص خیال یا کسی معبود ہی کیساتھ اعتقاد پیدا ہوا ہو، بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جماعت جس حکمران کے آگے سرِ تسلیم خم کرتی ہی، وہ بھی اسکی نگاہ مین معبود کا رتبہ حاصل کر لیتا ہی، اور جماعت اسوقت بھی وحشیانہ تعصب کیساتھ اس حکمراں کی فرمانبرداری کرنے لگتی ہی، نپولین کو دیکھو کہ تقریباً پندرہ برس تک جس خلوص کے ساتھ اس کی پرستش کی گئی ہے، کیا اسکی نظیر کسی معبود یا کسی حکمران کے حالات میں ابتک دیکھنے یا سننے میں آئی ہے، جو نفوذ قلوبِ انسانی پر اسکو حاصل ہوا کیا اسکی کوئی مثال صفحاتِ تاریخ میں ملسکتی ہی، ؟

قدیم زمانہ میں مختلف مذاہب اور حکومتوں کے جتنے بانی گذرے ہیں انھوں نے اپنی اپنی قومون میں اسی طرح نفوذ پیدا کیا، کہ جماعت کے ذہن میں تعصب کے جو دبے دبائے شرارے پہلے سی موجود تھے انکو بھڑکا دیا، اور اسکے ذہن میں تعصب کی آگ کچھ اسطرح سی سلگا دی کہ آخر کار جماعتون کو بھی اپنی سعادت، عبادت و اطاعت ہی سے وابستہ نظر آنے لگی، موسیو واسٹل دی کولنج نے رومی ممالک گال (فرانس) پر جو کتاب لکھی ہی، اس میں کیا خوب کہا ہی کہ ممالکِ گال میں رومی سلطنت کو قوت و طاقت کے بل پر استحکام نہیں حاصل ہوا، بلکہ اسے صرف اسلئے استحکام حاصل ہوا کہ اس نے لوگوں کے ذہنون میں اپنی بابت ایک دینی اعتقاد پیدا کر دیا وہ لکھتا ہی:-

"تاریخ میں ہمیں کوئی مثال کسی ایسی سلطنت کی نہیں نظر آتی، جس سی اسکی رعایا نالان ہو، اور باوجود اسکے اسکا ستارۂ اقبال عروج پر رہا ہو، بلکہ اسکے خلاف تاریخ سی ہمیں جو بات معلوم ہوتی ہی، وہ یہ ہی کہ ایسی حکومتیں کبھی دیرپا نہیں ہوتیں اگر گال کے باشندے رومن حکومت کو ناپسند کرتے ہوتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ رومی شہنشاہ

کی ۳۰ پلٹنیں ایک لاکھ باشندگانِ گال کو زیر کرلیتین"،

حقیقت یہ ہے کہ رومی نشان کے آگے سبکیں اقوام سپر انداز جو ہوگئیں، تو اسکی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ روم انکی نگاہ میں ایک معبود کے رتبہ پر پہنچ گیا تھا، اور چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں اسکے نام کی محرابیں اور طاق تعمیر کئے جاتے تھے، اور رومی حکومت میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک جدید مذہب کی اشاعت کی گئی تھی، جس کی بنا قیاصرۂ روم کی پرستش تھی، یہانتک کہ مسیحیت کے ظہور سے کچھ مدت پیشتر سرزمینِ گال میں شہر لیون کے قریب قیصر اگسٹس کے نام کا ایک ہیکل تعمیر کیا گیا تھا، جسکے مجاوروں کی سطوت اور ہیبت باشندگانِ گال کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی، اسے دیکھو اور سوچو کہ کیا یہ ہیبت کسی خوف کے باعث پیدا ہوئی تھی، اگر اسکا باعث خوف تھا تو ساری قوم میں یہ ہیبت کس طرح پیدا ہوگئی، ؟ پھر یہ خوف متواتر تین صدیوں تک کسطرح برقرار رہا، اصل یہ ہے کہ اسکا باعث خوف نہ تھا، بلکہ یہ کچھ اور ہی بات تھی، جسکے سبب سے سارا ملک گال، بلکہ شہر روم، ملک اسپین، یونان اور ایشیا، یہ تمام ممالک قیاصرۂ روم کے ناموں کا کلمہ پڑھتے تھے،

زمانۂ قدیم کو جانے دو، اپنے زمانہ کو دیکھو، اس زمانہ میں گو نفوس پر غلبہ حاصل کرنیوالوں کے نام کے ہیکل اور عبادتخانے نہیں تعمیر کئے جاتے ہین، لیکن تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ جو اس زمانہ میں نفوذ حاصل کرلیتے ہین، کس کثرت سے قومیں انکے مجسمے جابجا گذرگاہوں پر نصب کرتی ہین، کس کثرت سے انکے فوٹو لئے جاتے ہین، اور کس ذوق وشوق سے انکی تصویریں جابجا ہاتھوں ہاتھ بکتی ہیں اور پھر پرستش کے جو طریقے آجکل رائج ہیں وہ میرے خیال میں عبادت کے ان طریقوں سے بدرجہا زیادہ موثر ہین، جو اگلے زمانہ میں رائج تھے، حیاتِ اجتماعی کا یہی اعتقادی پہلو ہے، جس کو پیشِ نظر کرلینے سے تاریخی واقعات کے سمجھنے میں جو دقتیں واقع ہوتی ہیں، وہ رفع ہو جاتی ہین، ان لوگوں کے مقابلہ میں جو جماعت کے اعتقادی پہلو کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہین، تاریخ کی یہ زبردست شہادت ہے کہ جماعتونکو ہمیشہ

Marfat.com

سب سے پہلے ایک معبود کی تلاش ہوتی ہے جس کے لیئے وہ ہر وقت سرگردان رہتی ہی لیکن جب اس شاہدِ خیالی کا وصال نصیب ہو جاتا ہی، تو اس سے دیوانگی کے عالم میں عجیب و غریب اور محیر العقول حرکات صادر ہونے لگتے ہیں، یہ ہی تاریخ کا وہ زبردست تحکمانہ دعویٰ جسکے ثبوت کی شہادت تاریخ کے ایک ایک صفحہ سے ملتی ہی،

لیکن اس مسلّم الثبوت تاریخی حقیقت کو فراموش کرکے بعض لوگ اس دعوی کی عمومیت سے انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ جماعت کے افعال پر مذہب کا جو اثر تھا، وہ صرف زمانہ قدیم کیساتھ مخصوص تھا معبود اور عبادت یہ سب چیزین زمانہ قدیم کے خرافات ہین جنکو اس زمانہ کی ترقی یافتہ عقلیں باور نہیں کرسکتیں، اسلئے مذہب کا اثر جماعت پر اب نہیں پڑسکتا، اور نہ اب جماعت کسی معبود کی پرستش کرسکتی ہی، اب مذہب کا دور ختم ہوگیا، اور مذہب کے معبود جو زمانہ سابق میں لوگون کی نگاہون سے اوجھل رہنے کے باعث جماعت کو اپنے دام مین پھنسا لیا کرتے تھے، اب بے نقاب کر دیئے گئے ہین، اسلئے جماعت اب زمانہ سابق کی طرح ان معبودون کے پھیر مین نہیں آئے گی، یہ ان لوگوں کا خیال ہی، جو سمجھتے ہین کہ اس ترقی یافتہ دور میں علم کو مذہب پر اور عقل کو جذبات پر فتح حاصل ہوگئی ہی، اور علم کی روشنی کے سامنے توہمات کی تاریکی غائب ہوگئی ہی، یہ خیال قائم کرتے وقت شاید ان لوگوں کو نفسِ انسانی کا یہ عالمگیر قانون یاد نہیں رہا، کہ جب عقل اور شعور کا باہم تصادم واقع ہوتا ہی تو عقل کو شعور پر کبھی فتح حاصل نہیں ہوتی، تم اپنی عقلوں کو علم کے تیزاب سے خواہ کتنا ہی صیقل کرو، مگر جب عقل اور جذبات کا مقابلہ ہوگا، تو جذبات کی تاریکی کے آگے عقل کی تیز روشنی ہمیشہ مدھم رہے گی، عقل پر جذبات کا رنگ جو چڑھ جاتا ہی، اسکا صیقل کسی تیزاب سے ممکن نہیں، پس علم کی ترقی مذہب کے اس اثر کو کبھی نہیں مٹا سکتی، جو مذہب کو جماعت پر زمانۂ دراز سے حاصل ہی، یہی وجہ ہی کہ جماعت کو جو رجحان اپنے معبودون کی جانب

Marfat.com

زمانۂ قدیم میں تھا اس میں اب بھی کوئی فرق نمودار نہیں ہوا، اور جماعت اب بھی سابق
کی طرح اپنے معبودون کے نام پر قربان ہونے کے لئے تیار ہی، البتہ معبودون کی جو کثرت زمانۂ سابق
میں تھی، اسمیں ضرور فرق آگیا ہی، لیکن مذہبی اثر و غلبہ کا مدار معبودون کی کثرت و قلت پر نہیں
بلکہ جماعت کے ان مذہبی جذبات اور اس کے اس رجحانِ قلبی پر ہی جسکا اظہار وہ اپنے معبودون
کے ساتھ کرتی ہی، اور اس قلبی رجحان اور مذہبی جذبہ میں کسی قسم کا ضعف نمودار نہیں ہوا ہی، دیکھو جب
جنرل بولنگر کا فتنہ اٹھا ہی، تو اسوقت جماعت کا مذہبی جذبہ کس سہولت سے مشتعل ہوگیا تھا اور ایک ایک
دیہات اور قصبہ میں اس جنرل کے مجسمے اور بت نصب کئے گئے تھے، یہانتک کہ عام طور سے لوگوں کے
ذہنوں میں اسکی جانب سے یہ اعتقاد راسخ ہوگیا تھا، کہ اسکو ردِ مظالم اور مصائب و آلام سے نجات دینے پر
قدرتِ تامہ حاصل ہی، پھر اس اعتقاد میں یہاں تک ترقی ہوئی تھی کہ لکھو کھا آدمی اسکے ساتھ جان
دینے پر آمادہ ہوگیا تھا، اور اگر کہیں اسکے اخلاق و عادات اسکی بڑھتی ہوئی شہرت کے ممد و معاون ہوتے تو
وہ تاریخ میں ایک عالیشان مرتبہ حاصل کر لیتا، اور اسکا نام لوحِ تاریخ پر سنہرے حروف میں کندہ کیا جاتا

پس اب ہمکو اس بات کا بار بار دہرانا کچھ بیکار سا معلوم ہوتا ہی کہ جماعت کو ایک دین اور
مذہب کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہی، اور جبتک کوئی مذہبی عقیدہ اسکے دماغ پر غلبہ حاصل نہیں کر لیتا
اسوقت تک اسکے قوائے عمل شل، اور اس کے اعضا، بے حس و بے حرکت رہتے ہین پھر یہ بھی کوئی ضروری
نہیں کہ اس مذہبی عقیدہ میں بھی ان عقائد کی طرح جو الہامی مذاہب نے دنیا کو تلقین کئے ہین،
روح و خدا، جزا و سزا وغیرہ کی حقیقت تسلیم کی گئی ہو، اور یہ مذہب بھی دیگر مذاہب کی طرح اسی قسم
کے عقیدون پر مشتمل ہو، بلکہ اگر الحاد و دہریت کو بھی مذہبی رنگ میں لاکر جماعت کے سامنے پیش
کیا جائے تو وہ اس مذہب کو بھی اسی جوش و خروش کیساتھ قبول کریگی جسطرح وہ دیگر الہامی مذاہب
کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیتی ہی، ایک جدید مذہب جو فلسفۂ ایجابی کے نام سے فرانس میں اب

Marfat.com

شائع ہوا ہے اسکے معتقدین جس کثرت کیساتھ پیدا ہوتے جاتے ہیں، وہ ہمارے دعوی کا ایک زبردست ثبوت ہی، اسکے علاوہ نہلسٹ فرقہ کے ایک شخص کی سرگذشت جو ہم سے ایک روشن خیال مفکر موسیو داستوفسکی نے بیان کی وہ بھی ہمارے دعوے کی مزید شہادت ہی، اس شخص کو ایک روز یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگون کا گرجوں میں تصویرون اور بتون کی پرستش کرنا قدیم زمانہ کے توہمات سے ہی، یہ خیال پیدا ہوتے ہی اس نے بزرگان دین کی تصویرون کو جو ایک گرجے میں لٹک رہی تھیں، پھینک دیا، شمعون کو جو گرجے کے اندر جابجا روشن تھیں گل کر دیا، اور ان تصاویر کی جگہ پر دہریہ فلاسفہ میں سے بوخنر اور مولیشاٹ کی تصانیف لاکر رکھ دین، اسکے بعد اسکی حالت میں پھر تغیر ہوا، تقوی کا جنون اس پر پھر سوار ہوا، اور اب اس نے انہی کتابون کے گرد موم کی شمعیں روشن کر دین، اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے، کہ انسان کے ان عقائد میں جو ارثاً حاصل ہوتے ہین، کبھی تغیر نہیں ہوتا، البتہ کبھی کبھی ان عقائد کی صورت بدل جاتی ہے،

پس مذہب کو جماعت کے مشاعر و احساسات اور اعمال و افعال پر جو تسلط اور غلبہ حاصل ہے، اسکی بنا پر میرا یہ خیال ہی کہ کوئی شخص اہم تاریخی واقعات کی حقیقت کو اسوقت تک بتمام و کمال نہیں سمجھ سکتا، تاوقتیکہ وہ اُن دینی معتقدات سے واقفیت نہ پیدا کرلے جو ان واقعات کی آڑ میں مجمع کی قیادت کرتے ہیں، پھر بعض تاریخی واقعات تو ایسے گذرے ہیں، کہ جنکی توجیہ جماعت کے اعتقادی پہلو کے علاوہ کسی اور پہلو سے ہو ہی نہیں سکتی، یہی وجہ ہی کہ موسیو ٹائن نے جو ایک زبردست مورخ گذرا ہی، گو واقعۂ انقلاب فرانس کی تاریخ لکھتے ہوئے اس واقعہ کے تمام جزئیات پر مورخانہ اور محققانہ نظر ڈالی ہی، لیکن چونکہ اس نے جماعتون کی اس نفسانی حقیقت کو، کہ جماعتیں ہمیشہ مذہبی جذبہ کی محکوم ہوتی ہین نظرانداز کر دیا، اسلئے بعض واقعات کے اسباب دریافت کرنے میں وہ ناکام رہا یہانتک کہ آخر کار اُس نے یہ قطعی فیصلہ سنا دیا کہ چونکہ انقلاب فرانس کے بڑے بڑے نامور لیڈر خود غرض

Marfat.com

اور خفا کار تھے، اور ان شورشون کے پردے میں اپنے ذاتی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے اسلئے جماعت کو انھون نے حصول مقاصد کا آلہ بنا رکھا تھا، حالانکہ حقیقت یہ ہی کہ موسیو ٹائن کی یہ سخت غلطی ہی اور انقلاب فرانس کی تاریخ خونریزیون اور وحشیانہ اعمال سے جو لبریز نظر آتی ہی، اسکی وجہ نہیں ہی کہ ان خونریزیوں کے ذریعہ سے اس زمانہ کے لیڈر ذاتی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے، بلکہ ان واقعات کی اصلی حقیقت اسوقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی، تاوقتیکہ پہلے یہ پیش نظر نہ کر لیا جائے کہ یہ انقلاب ایک جدید دینی عقیدہ اور مذہبی جذبہ کا نتیجہ تھا، جو اس زمانہ کی عقلوں پر غالب آگیا تھا، واقعہ اصلاح مذہب، کارزار سینٹ بارتلمی، فرانس کے حروب دینیہ، محکمہ انکوزیشن، اور واقعہ ہول، غرض اس قسم کے تمام واقعات اسوقت تک ظہور پذیر نہیں ہوتے، تاوقتیکہ جماعتوں کا مذہبی جذبہ جماعتونکی رہنمائی نہیں کرتا، یہ مذہب ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ وہ لوگ جو پہلے نہایت امن وسکون کے ساتھ بسر کر رہے تھے، ایکبارگی درندہ خصلت بن جاتے ہین، امن وتہذیب کا خیال بالاے طاق کر دیا جاتا ہی، اور آتش وآہن کا استعمال شروع ہو جاتا ہی، کیا کوئی ظالم سے ظالم بادشاہ بھی لوگون کے دلوں میں ایسا زبردست اعتقاد پیدا کر سکتا ہے کہ وہ خوشی خوشی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑیں ،؟

پس جن مورخون نے اس قسم کے واقعات کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہی، کہ یہ فتنے چند خودغرض لیڈرون یا بادشاہون کے ظلم وجور کی بدولت برپا ہوئے انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بادشاہون اور لیڈرون کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ وہ انسانون کو اپنی مرضی سے لقمۂ اجل بننے پر مجبور کر سکیں، پس واقعۂ ہول کے باعث روبسپیر یا ڈانٹن یا سینٹ جوسٹ نہ تھے، بلکہ ان افراد کے پردے میں جماعت کی روح کام کر رہی تھی، جسپر ایک خاص مذہبی عقیدہ غالب آگیا تھا،

Marfat.com

باب دوم

جماعت کے افکار اور معتقدات

فصل اول

معتقداتِ جماعت کے عوامل بعیدہ

ان مختلف عوامل کا بیان جو معتقداتِ جماعت کو پیدا کرتے ہیں، معتقداتِ جماعت سابق محنت کا نتیجہ ہوتے ہیں، مختلف مؤثرات کی تجدید جو ان معتقدات کو پیدا کرتے ہیں،

۱۔ **قومیت کا اثر:**۔ معتقداتِ جماعت پر قومیت کا کیا اثر ہوتا ہے، یہ بحث کہ قومیت اجداد کی میراث ہوتی ہے، جو قوموں کو ترکہ میں ملتی ہے،

۲۔ **قومی روایات کا اثر:**۔ یہ بحث کہ قومی روایات قومی روح کا خلاصہ ہوتے ہیں اجتماعی حیثیت سے قومی روایات کی کیا اہمیت ہے، قومی روایات تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد قوم کے لئے مضرت رساں ثابت ہوتے ہیں، قومیں اپنے قومی روایات کی بے انتہا حفاظت کرتی ہیں،

۳۔ **زمانہ کا اثر:**۔ معتقداتِ جماعت کی ترقی و تنزل میں زمانہ کو بڑا دخل ہوتا ہے،

Marfat.com

یہ بحث کہ کسی شورش کے بعد جس سے قومی نظام درہم برہم ہو گیا ہو، زمانہ کی وساطت سے پھر قومی نظام کی کس طرح اصلاح ہوتی ہے،

۴۔ **نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کا اثر:**۔ نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے اثر کے بارے میں موجودہ زمانہ کے علماء سے غلط فہمیاں ہوئی ہیں، درحقیقت جماعت پر ان کا اثر بہت ضعیف ہوتا ہے، نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت خود قومی روح کے نتائج ہوتے ہیں، قوموں کے لئے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، کہ جو نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت وہ چاہیں، اختیار کر لیں، قوموں کے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کی پیدائش کس طرح ہوتی ہے بعض نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت گو عقلی پہلو سے مہمل ہوتے ہیں لیکن بعض قومون کے لئے نہایت ضروری ہوتے ہین،

۵۔ **تعلیم و تربیت کا اثر:**۔ تعلیم و تربیت کے بابت موجودہ زمانہ میں غلط فہمیاں ہوئی ہیں، تعلیم و تربیت کے اثر کی تائید میں چند اعدادی تفصیلات، لاطینی تربیت اخلاق کی مضعف ہے، یہ بحث کہ تعلیم سے کیا اثرات پیدا ہوتے ہیں، مختلف اقوام کی مختلف مثالیں،

ابوابِ سابق میں ہم نفس اجتماعی کے قوائے ذہنی کی تفصیل بیان کر چکے ہیں یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس کے مشاعر و جذبات کیا کیا ہیں، اس کے فکر کرنے کا کیا طرز ہے، اور وہ استدلال کس طرح کرتی ہے، غرض بیاناتِ سابقہ میں نفسِ اجتماعی کے مظاہر کی تشریح تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے، اب اس باب میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت کے

Marfat.com

اعتقادات اور افکار کس طرح پیدا ہو کر نفوسِ جماعت میں رسوخ حاصل کرتے ہین، وہ کونسے عوامل ہین، جو افکارِ جماعت کی پیدایش کے باعث ہوتے ہیں، اور قوموں پر ان عوامل کا کیا اثر پڑتا ہے،؟

وہ موثرات وعوامل جو معتقداتِ جماعت کی پیدایش کے باعث ہوتے ہیں انکی دو قسمیں ہیں،

۱۔ موثرات وعواملِ بعیدہ،

۲۔ موثراتِ وعواملِ قریبہ،

عواملِ بعیدہ کی حالت یہ ہے، کہ وہ جماعت میں صرف یہ استعداد پیدا کر دیتے ہین کہ وہ بعض اعتقادات، افکار اور خیالات کو قبول کرلے اور بعض کو رد کر دے اسکو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ عواملِ بعیدہ کا فعل واثر ایک مخصوص آب و ہوا اور مخصوص تربیت کا پیدا کرنا ہوتا ہے، جسمین نئی قسم کے افکار حیرت انگیز اثر وقوت کیساتھ پھلتے پھولتے ہیں انکا ظہور اگرچہ دفعتہً اور اچانک ہوا کرتا ہے اور اس لحاظ سے انکی حالت بجلی کی سی ہوتی ہے، جو دفعتہً چمکتی ہے، اور فوراً نظر سے غائب ہو جاتی ہے لیکن ان معتقدات و افکار کے رسوخ حاصل کرنے کے لئے مدت دراز کی محنت اور ان عواملِ بعیدہ کی تاثیر وعمل کی نہایت شدید احتیاج ہوتی ہے بعض اوقات قومی انقلاب کا منظر اچانک ہماری نگاہ کے سامنے آجاتا ہے، اور یہ منظر ہم کو حیرت وتعجب میں ڈالدیتا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ اس انقلاب کا ظہور گو ہماری آنکھون کے سامنے اچانک ہوا ہے، مگر اسکی تیاری مدت دراز سے عمل میں آرہی تھی، اور مختلف عوامل اپنا فعل واثر کر رہے تھے، جو ہم کو دکھائی نہیں دیتے تھے،

لیکن عواملِ بعیدہ کی کارگذاری جب ختم ہو جاتی ہے، تو اسوقت عواملِ قریبہ کی تاثیر کا

وقت آتا ہی، اور یہ عوامل اس کام کو جو عوامل بعیدہ ادھورا چھوڑ گئے ہین انجام تک پہنچاتے ہیں، اور اس استعداد کو جو عوامل بعیدہ ذہنِ جماعت میں پیدا کر گئے ہیں فعلیت کا جامہ پہناتے ہیں یعنی وہ معتقدات و خیالات جو مدت سے ذہنِ جماعت میں موثراتِ بعیدہ کے زیر اثر استحکام و رسوخ حاصل کر رہے تھے اب موثراتِ قریبہ کے زیر اثر ذہنی جامہ اتار کر میدانِ عمل میں اپنے تئیں بے نقاب کر دیتے ہیں، اور انقلاب کی عالم سوز چنگاریاں جو مدتوں سے دبی چلی آرہی تھیں، اب ان میں ان موثراتِ قریبہ کی بدولت ایکدم اشتعال پیدا ہو جاتا ہی، اور آخر کار جماعت آہنی ہتھیارون سے مسلح ہو کر میدانِ کارزار میں یکبارگی کود پڑتی ہی، شورشیں برپا ہوتی ہین، قیامت کے فتنے نمودار ہوتے ہین، اور آدمیون کا ایک جمِ غفیر اپنے قائد کے گرد جمع ہو کر حکومتوں کو پلٹ دیتا ہی،

جتنے اہم تاریخی واقعات ابتک گذر چکے ہیں، ان میں ان دو قسم کے مؤثرات کے فعل و اثر کو ہمیشہ دخل رہا ہی، اور دنیا میں کوئی واقعہ اور کوئی انقلاب اسوقت تک ظہور میں نہیں آسکتا تاوقتیکہ ان دونوں قسم کے مؤثرات جماعت پر اپنا فعل و اثر مکمل نہ کر لین، مثال میں واقعۂ انقلاب فرانس کو لو، جو انسان کی تاریخ میں انقلاب کا ایک مکمل نمونہ ہی، اسکے موثراتِ بعیدہ میں یہ چند چیزین تھیں، فلاسفہ کی تصانیف، امرا کا ظلم و جور اور علوم و فنون کی ترقی، لیکن جب ان موثرات کا عمل تمام ہو چکا، اور جماعت کی روح جو مردہ تھی زندہ ہو گئی، اسوقت موثراتِ قریبہ کا ظہور ہونے لگا، خطبا، لوگوں کو اپنے دھواں دھار خطبون سے مسحور کرنے لگے، بادشاہ نے معمولی اصلاحات کے اجرا میں رکاوٹیں پیدا کرنا شروع کر دین، یہ ہونا تھا کہ فتنہای خوابیدہ جاگ اٹھے اور ہنگامۂ محشر خیز برپا ہو گیا

موثراتِ بعیدہ میں سے بعض وہ عوامل ہیں جنکا اثر عالمگیر ہوتا ہی یعنی جو ہر جماعت کے معتقدات و افکار میں یکساں اثر کرتے ہیں، اور وہ حسب ذیل ہیں، (۱) قومیت، (۲) قومی روایات (۳) قومی نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت، (۴) زمانہ، (۵) تربیت و تعلیم،

اب ہم ان میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ بحث شروع کرتے ہین،

۱

قومیت کا اثر

قومیت کا جو اثر جماعت پر پڑتا ہی، اسکو دیگر مؤثرات کے اثر سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہی، کیونکہ یہ دیگر موثرات کے اثر سے زیادہ مستحکم ہوتا ہی، اور دیگر مؤثرات کا اثر جماعت پر ہمیشہ قومیت کے اثر کے تابع ہو کر ظاہر ہوتا ہی، قومیت کے اس مستحکم اثر کی بابت ہم اپنی دوسری کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی[1] میں نہایت تفصیل سے بحث کر چکے ہین، ہم اس کتاب میں یہ بھی بتا چکے ہین، کہ تاریخی قوموں کی پیدایش کسطرح ہوتی ہی، قوموں پر انکی قومیت کا کیا اثر ہوتا ہی اور جب اسکا اثر درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہی، تو وراثت کے ذریعہ سے وہ کیونکر رسوخ و استحکام حاصل کرتا ہی، نیز یہ کہ قوموں کے مزاج عقلی کی تکوین کس طرح ہوتی ہی، پھر ہم یہ بھی بتا چکے ہیں، کہ قومیت کا اثر اسقدر قوی ہوتا ہی، کہ اس اثر کی موجودگی میں کسی قوم کے مظاہر تمدن (یعنی علوم و فنون، مذہب اور نظام حکومت و نظام معاشرت) اسوقت تک دوسری قوم میں منتقل نہیں کئے جا سکتے جبتک انمیں خود تغیر و تبدل نہ کیا جائے، اس بحث کو ہم نے چار فصلوں میں پھیلایا تھا، کیونکہ ہم کو خیال تھا کہ یہ ایک ایسا جدید نظریہ ہی، جس پر تاریخی واقعات کی حقیقت کا سمجھنا موقوف ہی، اسکے علاوہ اس کتاب مین یہ بھی معلوم ہو گیا تھا، کہ گو عناصر تمدن کو ایک قوم سے دوسری قوم کی جانب اسوقت تک منتقل نہ کیا جا سکتا ہو تاوقتیکہ ان میں تغیر نہ کیا جائے، تاہم ماحول اور دیگر عوامل خارجی کبھی کبھی اس تغیر کو پیدا کر دیتے ہیں، لیکن باوجود اسکے بھی قومیت کا اثر اتنا قوی ہوتا ہی، کہ یہ تغیر وقتی ثابت ہوتا ہی، علاوہ بریں اس کتاب میں بھی قومیت کے اس عالمگیر اثر کی جانب ناظرین کو جابجا اشارات ملیں گے، اور ہم جابجا

[1] انقلاب الامم جسکو دار المصنفین اعظم گڈھ نے شائع کیا ہی، (مترجم)

اس بات کو واضح کر دین گے، کہ نفسِ اجتماعی کے ممیزات پر قومیت کا اثر کسقدر قوی ہوتا ہی، اور یہی سبب ہے، کہ ایک شہر کے باشندے دوسرے شہر کے باشندون سے اعتقادات، خیالات اور طرزِ عمل میں کسقدر مختلف ہوتے ہین،

(۲)

قومی روایات کا اثر،

قومی روایات کسی قوم کے ان افکار، خیالات اور ضروریات سے عبارت ہیں، جو زمانہ گذشتہ سے سلسلہ وار نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے چلے آتے ہیں، اور جن سے قومی روح یا بالفاظِ دیگر قوموں کے مزاجِ عقلی کی تشکیل ہوتی ہی، اور چونکہ وراثت کے پے در پے اثر سے وہ یک گونہ رسوخ حاصل کر لیتے ہین، اسلئے قوموں کے افکار، معتقدات اور ان کے طریقِ کار کے متعین کرنے میں ان روایات کو بڑا دخل ہوتا ہی، اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہی،

یہ ایک تاریخی حقیقت ہی، جو مختلف قومون کی تاریخ کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوئی ہی، اور میرا خیال ہی کہ جس طرح علمِ ترکیبِ اجسام کی تاریخ میں، اس تحقیق سے کہ کائنات کے تمام تغیرات میں ماضی کی تاثیر کو بہت بڑا دخل ہوتا ہی، ایک جدید دور کا آغاز ہوا تھا، اسی طرح جب یہ تاریخی حقیقت بھی عام طور پر تسلیم کر لیجائیگی، تو اسوقت علم تاریخ میں بھی ایک نمایان انقلاب ہو جائیگا، لیکن ابتک اس جدید تاریخی حقیقت کی اہمیت کا احساس لوگوں کو اس درجہ تک نہیں ہوا ہی جس درجہ تک واقعتہً اسکو اہمیت حاصل ہی، اور اس زمانہ میں گذشتہ زمانہ کے سیاست دانون کی طرح بعض سیاست دانون کا یہ خیال ہی، کہ قومیں اپنے ماضی کی پوشاک اتار کر نورِ عقل کی رہنمائی میں جدید پوشاک زیبِ تن کر سکتی ہیں، حالانکہ ان کو یہ خیال نہیں رہا کہ قوم کی حالت بھی دیگر زندہ اجسام کے مانند ہے جسے ماضی ہی نے پیدا کیا ہے، پس دیگر اجسام کی طرح قوموں کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں

Marfat.com

کہ اپنے آثارِ میراث میں خود کسی طرح کا تغیر کرسکین،

علاوہ برین قومیں اور جماعتیں تو بر طرف خود افراد کی حالت تو دیکھو! انکی رہائش، انکا طرز بود و باش، انکا پیشہ، انکا کاروبار، غرض انکی زندگی کا ہر ہر لمحہ کس طرح محض دوسروں کی تقلید کرنے میں بسر ہوتا ہی، پھر جماعت جو افراد کے مجموعہ کا نام ہی، وہ کس طرح اپنی مرضی کے مطابق اپنے آثارِ میراث مین کوئی تغیر کرسکتی ہی، بلاشبہ بعض اوقات قومیں اپنے موروثی نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت میں کچھ تھوڑی سی ترمیم و تنسیخ کرتی ہیں لیکن جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں اس تغیر و تبدل اور اس ترمیم و تنسیخ کا اثر ظاہر سی کبھی تجاوز نہیں کرتا صرف نام مونہیں تغیر ہو جاتا ہے باقی اصلیت وہی رہتی ہے،

ہاں تو کیا یہ کوئی افسوسناک بات ہے ؟ کیا جماعت کی تقلید پرستی تہذیب کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہی، ؟ اور کیا جماعت کی تقلید پرستی قوموں کی ترقی کی سدّراہ ہوتی ہی؟ نہیں ایسا نہین، بلکہ اسکے خلاف مجھکو تو یہ معلوم ہوتا ہی، کہ اگر ان مختلف قومی روایات کا وجود نہ ہوتا جو قومو کے اعمال و افعال کے حقیقی رہبر ہوتے ہیں، تو شاید کوئی قوم معراجِ ترقی پر نہ پہنچ سکتی، بلکہ تہذیب و تمدن بھی اس درجہ سے گر جاتا، جو اتنی محنت سی اس نے اب حاصل کیا ہی، خیال کرنے کی بات ہی کہ انسان کا جب سے وجود ہوا ہی، اسوقت سی برابر یہی اس کا ایک مقصد رہا کہ کوئی نئی بات ایجاد کیجائے، یہانتک کہ جب کبھی پرانی قومی روایات کا اثر زائل ہو گیا، تو اس نے فوراً انکو مٹا دیا، اور نئے سرے سے دوسری نئی نئی باتیں، ایجاد کرلین، غرض انسانی تہذیب و تمدن کی حقیقت پر اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ تہذیب و تمدن کا مدعا ہمیشہ یہی رہا ہی، کہ پرانی چیزیں مٹا دیجائیں اور انکی جگہ نئی نئی چیزیں ایجاد کیجائیں پس اگر ان پرانی چیزون اور قدیم روایات اور قومی سرمایہ کا وجود نہ ہوتا تو قومیں کس چیزمین اصلاح کرتیں، یہ اختراع و ایجاد کس طرح عمل میں آتی، اور تہذیب کی نمود

Marfat.com

نمایش کا جو انسان کی جدت پسندی کے ساتھ قائم ہے، مصرف کہاں سے ہاتھ آتا؟ حاصل یہ کہ اگر کسی قومی سرمایہ اور قدیم روایات کا وجود نہ ہوتا، تو تمدن کس مصرف کا تھا؟ تمدن کا تو مدعا ہی یہ ہے، کہ قدیم روایات میں جو کمزوری پیدا ہو گئی ہے، اسکی اصلاح کرنا اور اگر ان روایات کا کوئی جزو بے مصرف اور ناکارہ ہو گیا ہو، تو اسکی جگہ پر کسی جدید جزو کا اضافہ کرنا، اور ظاہر ہے کہ اسکے لئے کسی قدیم محفوظ سرمایہ کی کسقدر حاجت ہے، پس اگر تہذیب و تمدن کے نقطۂ نظر سے دیکھو تو انسان کی تمدنی ترقی مین قومی روایات کی بہت بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہے، لیکن جب ان قومی روایات کے کسی جزو کے بیکار ہو جانیکی وجہ سے تجدید و اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہے، تو اسوقت جس بات میں دشواری کا سامنا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تغیر و بقا یا تجدید و تاسیس میں توازن کس صورت سے قائم کیا جائے، بات یہ ہے کہ قومون کی فطرت کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہے، کہ جب بعض اخلاق و عادات امتدادِ زمانہ سے قوم میں راسخ ہو جاتے ہین، تو چونکہ قومیں تقلید پرست واقع ہوئی ہیں، اسلئے قوموں کے ان اخلاق و عادات کا اپنی جگہ سے ہلانا کچھ آسان کام نہیں ہوتا، اب اسوقت اگر پے در پے فتنہ انگیزیوں اور انقلابات سے کام نکالا جاتا ہے، تو دو ہی باتیں حاصل ہوتی ہیں، یا تو یہ کہ قومی عناصر کے ان اجزا میں باہم انفصال جو پیدا ہوا تھا، وہ سرے سے مفقود ہو جاتا ہے، اور ان شورشون کی جو غرض تھی، وہ بالکل فوت ہو جاتی ہے، یا یہ انفصال اس قدر کشادہ ہو جاتا ہے، کہ قومی عناصر جو باہم پیوستہ تھے، اور جن کی پیوستگی پر قومی نظام کا دارومدار تھا، وہ بکھر جاتے ہین، غرض ہر صورت میں ان شورشوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ قومی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، اور تمام قوم میں سراسیمگی اور پراگندگی پھیل جاتی ہے، یہانتک کہ اس پریشان حالی کے باعث یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے، کہ کہیں زوال و انحطاط کی بادِ تند قومی عمارت کو ڈھا نہ دے،

پس، قوموں کے لئے بیش قیمت نصیحت صرف یہ ہے کہ وہ نہایت خاموشی کیساتھ اپنے

Marfat.com

ان قومی روایات پر کاربند رہین جو آباواجداد سے ان کو ورثہ میں ملے ہیں، اور اگر کبھی انکو اپنے اُن قدیم روایات میں کوئی تغیر کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو نہایت ہوشیاری کیساتھ تھوڑا تھوڑا کرکے رفتہ رفتہ تغیر کریں، ورنہ خوف ہو کہ کہین انتشار و بدامنی کی چنگاریاں مشتعل ہوکر قوم کے خرمنِ ہستی کو جلا کر خاک سیاہ نہ کر دین، لیکن چونکہ زمانہ کا ہاتھ اسقدر طاقتور اور زبردست ہی کہ قوموں کو کسی نہ کسی وقت اپنے قومی روایات میں اصلاح و تجدید کی ضرورت ضرور پیش آتی ہی، اسلئے قوموں کی زندگی میں یہی ایک نازک موقع ہوتا ہی جس میں بہت کم قومون نے عزم و استقلال کا ثبوت دیا ہی، گذشتہ زمانہ میں رومیون کی قوم اور موجودہ زمانہ میں انگریزی قوم صرف یہی دو حوصلہ مند قومیں ہیں، جنکا پاے ثبات نازک سے نازک موقعوں پر بھی بہت کم متزلزل ہوا ہی، باقی دنیا کی دوسری قومیں ایسے نازک وقت مین اکثر فنا ہوگئی ہین،

یہی وجہ ہی کہ قومی روایات اور قومی سرمایہ کی حفاظت کا قوموں اور جماعتوں کو سب سے زیادہ خیال رہتا ہی، یہانتک کہ قومیں ان لوگوں سے لڑنے جھگڑنے پر تل جاتی ہیں، جو انکے قومی روایات میں کوئی تغیر یا ترمیم کرنا چاہتے ہیں، اور پھر جماعتوں میں بھی وہ جماعتیں اسکا زیادہ خیال رکھتی ہیں، جنکا دائرۂ اثر محدود ہوتا ہی، اور اصل یہ ہو کہ ان قوموں کی حفاظت بغیر اسکے ہو ہی نہیں سکتی، لہذا اگر یہ قومیں اپنے قدیم روایات کو محفوظ نہ رکھین تو سب سے پہلے حوادثِ زمانہ کا شکار یہی ہون، تقلید پرستی کا یہی وصف ہی، جو قومون کو اپنے قومی روایات میں اصلاح و تجدید کی اجازت نہیں دیتا، اور اگر قومیں کبھی اپنے حالات میں اصلاح کرتی بھی ہیں تو جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں اس اصلاح کا اثر ظاہری نمود سے کبھی تجاوز نہیں کرتا، گذشتہ صدی مین مذہب کی جانب سے جو عام نفرت پھیلی ہوئی تھی، اس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید اب مذہب کی سطوت کا خاتمہ ہوچکا، اور آیندہ کیلئے اس قید سے نجات ملگئی، لیکن تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ لوگون میں

مذہبی جوش نہایت سرعت سے پھر پیدا ہو گیا، اور گرجون اور پادریوں کی حکومت پھر قائم ہو گئی،
اب سلطنت نے جو یہ دیکھا تو چار و ناچار اسکو بھی ارکانِ مذہبی کی ترویج میں سہولت پیدا کرنی پڑی، ان
واقعات کو ذرا فور کرائی کی زبانی سنو جو گذشتہ انقلابِ فرانس میں خود شریک تھا، اور جسکے قول کو
موسیو ٹائن نے بھی نقل کیا ہی، فور کرائی کہتا ہی، :-

"اب کچھ دنون سے یہ عجیب بات دیکھنے میں آتی ہی، کہ یکشنبہ کے روز گرجوں میں نمازیوں
کی کثرت ہوتی ہی، اور لوگ گرجوں میں آنے جانے لگے ہیں، ان واقعات سے اس بات کا
پتہ چلتا ہی کہ فرنچ قوم اپنے قدیم عادات کی جانب پھر عود کر رہی ہی، اور قوم میں یہ میلان
جو پیدا ہوا ہی، اسکو روکنا اب محال ہے، اسلئے کہ سوادِ اعظم اب اس وقت مذہب کا محتاج
ہی، زمانہ حال کے فلاسفہ کی یہ غلطی ہی جو وہ سمجھتے ہیں، کہ اگر تعلیم عام کر دیجائیگی، تو یہ مذہبی
اوہام و خرافات فنا ہو جائیں گے، اس غلط فہمی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے، کہ وہ یہ فراموش کر گئے
ہیں کہ دنیا کے بہت سے بیکس لوگون کے لئے مذہب تسلی اور سکون کے سامان فراہم کرتا ہی،
اور اس بنا پر ہمیں قوم کے لئے گرجون اور اس کے پادریوں کو باقی رکھنا چاہیئے"

پس قومی روایات کا ہمیشہ یہی حال ہوتا ہی، کہ اگر بعض وجوہ کی بنا پر کسی وقت ان کا
اثر زائل ہو گیا تو تھوڑی عرصہ کے بعد انکا غلبہ پھر عود کر آتا ہے، قومی روایات کی قوت اس قدر زبردست
ہوتی ہی کہ کوئی بڑے سے بڑا انقلاب بھی انکو پوری شکست نہیں دیسکتا، یہ قسم قسم کی تصویریں
جو گرجوں میں لٹکتی ہین، ان کا اثر گرجوں تک محدود نہیں، اور یہ ظالم و جفاکار لوگ جو عیش و
آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، قلوبِ انسانی پر انکا غلبہ نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے شاہانہ
جلال و جبروت کے تخت تو چشم زدن میں الٹ دیئے جاسکتے ہیں، لیکن اربابِ ادیان کا جو غلبہ
قلوبِ انسانی پر ہوتا ہے، اوسے زمانہ ہی رفتہ رفتہ مٹا سکتا ہی،

(۳)

زمانہ کا اثر

قومون کی ترقی وتنزل اورعروج وانحطاط میں جن عوامل ومؤثرات کے اثر کو دخل ہوتا ہی، ان مین زمانہ کے اثر کو بھی شمار کرنا چاہیئے، زمانہ ہی کے ہاتھوں چیزیں بنتی بگڑتی ہین، اور یہ زمانہ ہی کی کرشمہ سازیاں ہین، کہ بالوکے تودے ایک مدت کے بعد پہاڑون کی شکل اختیار کرتے ہین، غرض دنیا میں جو واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہی، اور جو تغیرات پیدا ہوتے ہین، ان میں زمانہ کی صنعت گری کو بڑا دخل ہوتا ہی، کسی نے کیا خوب کہا ہی کہ اگر چیونٹی کو کہیں ایک مدت کا عرصہ ملجائے، تو وہ ایک پہاڑ کو پارہ پارہ کرسکتی ہے،

زمانہ کا اثر اس قدر قوی ہوتا ہے کہ وہ ان موثرات کے اثر پر بھی حاوی ہوجاتا ہی، جنکے بغیر معتقداتِ جماعت کا پیدا ہونا ناممکن ہے، مثلاً قومیت اور قومی روایات وغیرہ، زمانہ ہی معتقداتِ جماعت کو پیدا کرتا ہی، بڑھاتا ہی، نشو ونما دیتا ہے، اور پھر انکو مٹا دیتا ہے، معتقدات جماعت اسی کے سہارے پر نشو ونما حاصل کرتے ہین، اور اسی کی بدولت ان کو ضعف لاحق ہوتا ہے،

یہ قدرت زمانہ ہی کو حاصل ہی کہ وہ معتقداتِ جماعت کو پیدا کرتا ہی، اور انکی تربیت کے سامان فراہم کرتا ہے، یہی سبب ہے کہ بعض معتقدات وافکار ایک زمانہ میں خوب پھلتے پھولتے ہین، لیکن زمانہ کا رُخ بدلتے ہی ان کی بہار پر بھی خزان آجاتی ہی، اور اس طرح فنا ہوتے ہین کہ انکا پتہ ونشان تک نہیں ملتا،

زمانہ ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہی کہ وہ معتقداتِ جماعت کو سطح بہ سطح رکھتا ہی، اور زمانۂ مستقبل کے معتقدات وافکار کے لئے راستہ صاف کرتا ہی، جماعت کے معتقدات وافکار کبھی محض بخت واتفاق سے نہیں پیدا ہوتے، بلکہ انکی ایک ایک شاخ مدت دراز مین پیدا ہوتی اور بڑھتی ہی،

Marfat.com

اور پھر محض زمانہ ہی کی کرشمہ سازی کی بدولت یہ شاخیں ایکدم پھوٹ نکلتی ہیں، معتقداتِ جماعت ماضی کے پیدا کردہ ہوتے ہیں، اور مستقبل کی آرزوئیں بھی زمانہ ہی کیساتھ وابستہ ہوتی ہین،

غرض اس پوری تقریر کا ماحصل یہ ہی کہ ہمارے اوپر حقیقی سیادت وملکیت صرف زمانہ کو حاصل ہی، اور ہمارا فرض یہ ہی کہ زمانہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، وہ خود ہر چیز میں تغیر کر لیگا پس گو موجودہ زمانہ میں ان جماعتون کے تسلط وغلبہ کی بدولت جو ہمکو روزانہ دھمکاتی ہیں، ہماری اجتماعی حالت سخت خطرہ میں پڑ گئی ہے، مگر ہمیں مستقبل کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے، زمانہ خود ہمارے اور ان جماعتون کے درمیان توازن پیدا کر لیگا، **موسیولیوسی** نے کیا خوب کہا ہی،

"دنیا میں کبھی کوئی نظامِ حکومت ایک روز میں رواج نہیں پاتا، بلکہ اسکے رواج پانے کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہی، فیوڈل سسٹم کو گذشتہ زمانہ میں رواج پانے کے لئے کتنے منازل طے کرنا پڑے؟ اور شخصی نظامِ حکومت کے رواج دینے میں کتنی شورشوں کا مقابلہ کرنا پڑا؟ پس کوئی نظامِ حکومت اسوقت تک رواج نہیں پا سکتا تا وقتیکہ وہ ایک عرصہ تک مختلف منازل طے کرتا رہے"

۴

نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کا اثر

ایک زمانہ تھا جب لوگوں کے ذہنون میں یہ خیال قائم تھا — اور اب بھی قائم ہی — کہ جو نقائص اور خرابیان ہیئتِ اجتماعی میں پیدا ہوتی ہین، نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت سے انکی اصلاح ہو سکتی ہی، نیز قوموں کی ترقی وتنزل میں ان کے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو بڑا دخل ہوتا ہی، اور نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت قومون کی حالت پر بہت بڑا اثر کرتے ہیں،

ایک عام خیال تھا، جو انقلابِ فرانس کے زمانہ میں عام طور پر رائج تھا، اور اب بھی وہ لوگ اس خیال کی تائید کرتے ہیں، جنھوں نے اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں بہت کم غور وخوض کیا ہی،

Marfat.com

یہ خیال جو لوگون کے دماغون میں بس گیا ہے، گو تجربہ ہی سے اسکی غلطی کا انکشاف ہوگا مگر باوجود اسکے فلاسفہ اور مورّخین نے بھی نہایت آسانی سے ثابت کر دیا ہے، کہ قوموں کے عادات واخلاق اور قوموں کی ترقی وتنزل میں انکے نظامِ حکومت ونظامِ معاشرت کو دخل نہیں ہوتا، بلکہ برعکس اسکے خود نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت قوموں کے اخلاق وعادات سے پیدا ہوتے ہیں، قوموں کے اخلاق وعادات میں نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے تغیر سے کوئی تغیر نہیں ہوتا، بلکہ خود قوموں کے عادات واخلاق انکے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے تغیرات کے باعث ہوتے ہین، قومیں جس طرح اپنے موے سر کے رنگ کا اپنی مرضی سے انتخاب نہیں کرسکتیں، اسی طرح قوموں کو یہ قدرت بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے لئے کسی نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو منتخب کرسکیں، نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت تو قوموں کے اُس مزاجِ عقلی کا ثمرہ ہوتے ہیں، جسپر قوموں کے عناصرِ تمدّن کی بنا ہوتی ہے، پس قوموں کی قسمت کا فیصلہ ان کے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا، بلکہ برعکس اسکے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو خود قومیں ترتیب دیتی ہیں اور خود مٹا دیتی ہین، قومیں اپنی خواہش اور مرضی کی محکوم نہیں ہوتین، بلکہ اپنے اخلاق وعادات اور اپنی فطرت کی محکوم ہوتی ہین، اور جسطرح کسی نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کے رواج دینے کے لئے مدّتِ دراز کی احتیاج ہوتی ہے، اسی طرح کسی نظامِ حکومت میں تغیر یا اصلاح کرنیکے لئے بھی ایک زمانہ درکار ہوتا ہے، غرض نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کی خود اپنے اندر کوئی قدر وقیمت نہیں، وہ اپنی ذات سے نہ موزون اور مناسب ہوتے ہیں، اور نہ ناموزون اور نامناسب بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو نظامِ حکومت کسی وقت کسی ایک قوم کے لئے موزون ثابت ہوتا ہے، وہی نظامِ حکومت دوسری قوم کے لئے بالکل ناموزوں ہوتا ہے، اور چونکہ نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو خود قومیں

Marfat.com

اپنے لئے ترتیب نہیں دیتیں، اسلئے وہ خود ان میں کوئی تغیر بھی نہیں کرسکتی ہیں، اقوام کے مقدر میں اگر کچھ ہے، تو بس یہ ہو کہ وہ نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت میں اگر چاہیں تو سطحی تغیر کردیں لیکن اس سے اصلیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا، اس تغیر کا اثر صرف یہ ہوگا کہ اس نظامِ حکومت کے لئے زبان نے جو لفظ مقرر کردیا تھا، وہ متروک ہوجائے گا، اور اب اسکے بجائے کوئی دوسرا نام رائج ہوجائیگا، مگر اصلیت اب بھی وہی رہے گی، جو پہلے تھی، دنیا بھر میں انگریزی قوم سے زیادہ کوئی قوم پرستارِ جمہوریت نہیں ہو، لیکن دیکھو، انگلستان میں جو نظامِ حکومت رائج ہو، وہ شخصی نظامِ حکومت ہو، پھر دنیا میں سب سے زیادہ استبداد پسند امریکہ کی اپنی نسل کی قومیں ہین لیکن باوجود اسکے جمہوری نظامِ حکومت کے ماتحت ہیں،

حاصل یہ کہ قومیں اپنے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کی محکوم نہیں ہوتیں، بلکہ اپنے موروثی نظامِ اخلاق کی محکوم ہوتی ہیں، پس یہ خیال کہ اگر قوموں کے نظامِ معاشرت یا نظامِ حکومت مین تغیر کردیا جائے تو قومون کی حالت میں انقلابِ عظیم ہوجائیگا، حقیقت سے بہت دور ہو، اور جو لوگ اس کوشش میں اپنی جان کھپاتے ہیں، وہ یاد رکھیں کہ ان کو اپنے مقصد میں کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی، نظامِ حکومت میں تغیر کرنے کیلئے دھوان دھار خطبے دینے اور شورش برپا کرنیکی ضرورت نہیں ہو، جب تغیر کی ضرورت ہوگی، تو زمانہ خود ہی ان میں تغیر کرلیگا، قوموں کی ضرورتین جب پیدا ہوتی ہیں، تو از خود ان ضرورتون کے مطابق انکے نظامِ حکومت میں تغیر ہوہی جاتا ہو، ضرورت کے مطابق نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت میں تغیر کرنے کا یہی حکیمانہ اُصول ہو، جو لاطینی قومون کے خلاف انگریزوں نے ہمیشہ مرعی رکھا ہو، انگریزوں کے ملک میں کوئی جدید قانون اسوقت تک نافذ نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس کے نافذ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، مکالے نے (جو انگریزون میں بہت بڑا مصنف گذرا ہے،) اپنی ایک تحریر میں انگریزوں کے اس

Marfat.com

حکیمانہ اُصول کی تشریح کی ہی، پہلے اس نے ان اثرات ونتائج کا تذکرہ کیا ہی، جو انگریزی قوانین سے پیدا ہوتے ہین، پھر انگریزی قوانین کا ان قوانین سے مقابلہ کیا ہی، جو امریکہ اور یورپ کے ممالک میں لاطینی قومون نے مختلف اوقات میں وضع کئے ہیں، پھر اس بات کی وضاحت کی ہی کہ لاطینی قوموں کے برعکس انگریزی قوم کبھی بلاضرورت اپنے قوانین میں اضافہ یا تغیر نہیں کرتی پھر آخر میں لکھتے ہیں

"انگلستان میں جتنے قوانین عہد جان سے لیکر عہد وکٹوریہ تک مختلف پارلیمنٹون میں پاس ہوئے، ان کی خصوصیت یہ نہ تھی کہ ان میں حسنِ ترتیب کا خیال رکھا جاتا تھا، بلکہ ان قوانین میں جس بات کا زیادہ اہتمام کیا گیا، وہ یہ ہے کہ کوئی جدید قانون اسوقت تک کبھی نافذ نہیں ہوا، تا وقتیکہ اس کے نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پیش آئی، اور ضرورت پیش آنے کے بعد بھی جب نافذ کیا گیا تو اس وقت بھی ضرورت سے زیادہ کسی قانون کو کبھی وسعت نہیں دی گئی"

لیکن چونکہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ قومون کے نظامِ حکومت و نظامِ معاشرت انکے مزاجِ عقلی کا ثمرہ ہوتے ہیں، یہ ضروری ہی کہ ہم ایک ایک نظامِ حکومت کو الگ الگ لیکر اس مسئلہ کی وضاحت کرین، اور یہ موجبِ طوالت ہوگا خصوصًا اس حالت میں کہ ہم اپنی دوسری کتاب انقلاب الامم میں اس مسئلہ پر نہایت تفصیل کیساتھ بحث کر چکے ہیں، اسلئے ہم یہان صرف ایک مثال سے اس مسئلہ کی وضاحت کرکے اس بحث کو تمام کئے دیتے ہیں،

یہ ایک فلسفیانہ بحث ہے کہ مرکزیت اور لامرکزیت میں سے کون طریقۂ حکومت بہتر اور مفید ہی، فرض کرو کہ ایک قوم ہی جو مختلف فرقون اور قوموں سے مل کر بنی ہی، اور مدتون یکجا رہتے سہتے وہ مرکزی حکومت کے زیر فرمان ہوگئی ہی، اب فرض کرو کہ اس مرکزیت کے خلاف قوم میں نہایت سخت جوش پھیلا، اور سخت شورش برپا ہوئی، جس نے اس مرکزیت کو اور زیادہ مستحکم

کر دیا، تو اب اسوقت ہمارے لئے بجز اسکے کیا چارہ ہوگا، کہ اس مرکزی حکومت کو تسلیم کرلیں، کیونکہ اب تو گویا مرکزی حکومت ہماری طبیعتِ ثانیہ ہوگئی، اور بالآخر اب ان لوگون کی غلطی صاف کھل جائیگی، جو اس نظامِ مرکزیت کے دشمن تھے، اور اسکو مٹا دینا چاہتے تھے، اور اگر آیندہ وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوگئے تو اسکا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا، کہ ایک سخت خانہ جنگی برپا ہوگی جو پھر اس مرکزیت کو اور مستحکم کر دے گی،

غرض تقریر بالا کا ماحصل یہ ہے کہ نظامِ حکومت و نظامِ معاشرت کو قوموں کے عروج و انحطاط اور ترقی و تنزل میں کسی طرح کا دخل نہیں ہوتا، اور نظامِ حکومت میں فوری تغیر کرنیکا نتیجہ بجز اسکے کچھ نہیں ہوتا، کہ قوم میں فوضویت اور انتشار کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، جو بسا اوقات انحطاط کا موجب ہوتی ہے، ہمارے دعوی کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ ولایت متحدہ امریکہ اور امریکہ کی اسپینی جمہوریتیں گو جمہوری نظامِ حکومت کی پابند ہیں، لیکن جو خوشحالی اور فارغ البالی ولایات متحدہ امریکہ مین پائی جاتی ہے، وہ اسپینی جمہوریتوں میں بالکل ناپید ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قوموں کی ترقی و تنزل اور عروج و انحطاط میں قومون کے نظامِ حکومت و نظامِ معاشرت کو کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ قومیں اپنے نظامِ اخلاق کی پابند ہوتی ہیں اور جو نظامِ حکومت قوم کے موروثی نظامِ اخلاق کے مطابق نہیں ہوتا، وہ اس قوم کے لئے صرف ملمع کا کام دیسکتا ہے، پس اگرچہ اکثر ممالک میں ہمیشہ بہت سے لوگ اس خواہش اور کوشش میں رہتے ہیں، کہ اپنے ملک کے نظامِ حکومت اور نظامِ معاشرت کو دوسری قوموں کی تقلید میں بدلدین، لیکن اس کوشش کا نتیجہ بجز خانہ جنگیون کے اور کچھ نہیں ہوتا، اور اسی قسم کی خانہ جنگیوں کو دیکھ کر بعض لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ قوموں کے نظامِ حکومت میں آسانی سے تغیر کیا جاسکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قومیں اپنے نظامِ حکومت کی تابع نہیں ہوتین، بلکہ ان پر غلبہ صرف ان اوہام و الفاظ کا ہوتا ہے، جو ان کے آباؤ اجداد

Marfat.com

سے ان کو ورثہ میں ملتے ہین، خاصکر ان خیالی الفاظ کا جو گو مبہم ہوتے ہین، مگر قومون کے قلوب پر اصل میں انہی کی حکومت ہوتی ہی،

۵
تربیت و تعلیم کا اثر

ہر زمانہ میں چند مخصوص خیالات ہوتے ہین جنکا عقلون پر غلبہ ہوتا ہی، ہمنے بیانات بالا میں واضح کیا ہی، کہ اس قسم کے خیالات دماغ پر کس قدر قوی اثر کرتے ہیں، زمانۂ حال میں جس خیال کا دور دورہ ہی، وہ یہ ہی کہ لوگون میں تعلیم کے ذریعہ سے ایک بین اور محسوس فرق پیدا کیا جاسکتا ہی، اور تعلیم کے ذریعہ سے لوگوں میں مساوات پیدا کیجا سکتی ہی، یہ خیالات بار بار دہرائے گئے، یہانتک کہ ڈیماکریٹک پارٹی کے نزدیک یہ خیالات بالکل ثابت اور محقق ہوگئے، اور اب ان کے رد کی کوشش کرنا اسی قدر مشکل ہوگیا جسقدر اگلے زمانہ میں چرچ کی قوت کا توڑنا مشکل تھا،

لیکن علمبرداران مساوات نے تعلیم و تربیت کے بارے میں جو خیالات قائم کئے ہیں، علم النفس نے دیگر مسائل کی طرح ان کی بھی تردید کردی ہی، اور اسپنسر نے نہایت خوبی سے ثابت کردیا ہی، کہ تعلیم نہ انسان کو مہذب بنا سکتی ہے، اور نہ اسکی ان خواہشوں کو روک سکتی ہی جو آباؤ اجداد سے اسکو ورثہ میں ملی ہین، نیز یہ کہ اگر طرز تعلیم خراب ہو تو تعلیم بجاے مفید ہونے کے اور مضر پڑتی ہی، ماہرین شمار و اعداد نے بھی ان کلیات کی تائید کی ہے، اور بتایا ہی، کہ آجکل جرائم جو بکثرت سرزد ہوتے ہیں، اسکا زیادہ تر باعث اشاعت تعلیم ہی، اور ہیئت اجتماعی کے جو بدترین دشمن ہیں، یعنی فوضویین (انارکسٹ) وہ عموماً ایسے لوگوں کو اپنے گروہ میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہین، جو کالجون سے بڑی بڑی ڈگریان حاصل کرکے نکلے ہون، موسیو اڈولف گولیاٹ نے جو ایک فاضل جج ہیں، اعداد و شمار سے بتایا ہی کہ آجکل چار ہزار مجرمون میں سے تین ہزار مجرم گروہ طلبہ کے اور ایک ہزار ان پڑھ

Marfat.com

طبقہ کے ہوتے ہیں، اور پچاس برس کے عرصہ میں مجرمون کی تعداد ۲۲۷ سے ۵۵۲ تک پہنچ گئی ہی،
موسیو مذکور اور ان کے دیگر ہمعصروں نے یہ بتایا ہی کہ ارتکابِ جرائم ان نوجوانوں سے
زیادہ ہوتا ہی، جو مدارس میں جبریہ اور مفت تعلیم پاتے ہیں،

بلاشبہہ طرزِ تعلیم اگر بہتر ہو، تو تعلیم سے عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہیں، اور اسوقت تعلیم تہذیب
کو ترقی دیتی ہی، اخلاقِ فاضلہ کی ترقی میں ممد ہوتی ہے، اور فنی قابلیتون کو بڑھاتی ہی، لیکن
بدقسمتی یہ ہی کہ لاطینی قوموں میں تعلیم کی بنا نامناسب اور غلط اصول پر قائم کی گئی ہی خصوصًا پچیس
سال کے عرصہ سے تو تعلیم میں اسقدر ابتری پیدا ہوگئی ہی، کہ گو موسیو بریال موسیو واٹل ڈی کو لنگ
اور موسیو ٹائن ایسے یگانۂ روزگار علماء نے اصلاح کی کوشش کی لیکن ابتک یہ قومیں اپنی
اسی قدیم حالت کو نباہ رہی ہیں، میں نے بھی اپنی ایک تصنیف میں اس بات کو ثابت کیا ہی، کہ
ہمارے طرزِ تعلیم کا ایک خراب نتیجہ یہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے ہیئتِ اجتماعی کے دشمن پیدا کئے
جارہے ہیں، اور مذہبِ اشتراکیت کی جڑ مضبوط کیجارہی ہی،

یہ نتائجِ بد جو لاطینی تربیت سے پیدا ہوتے ہیں، اسکی اصلی وجہ یہ ہی کہ ہماری تربیت کی بنا
ایسے اصول پر قائم کی گئی ہی، جسکی غلطی علم النفس سے ظاہر ہوچکی ہے، ایک بڑی اصل جس پر ہماری
تربیت کی بنیاد رکھی گئی ہی، یہ ہی کہ قوتِ حافظہ عقل کو ترقی دیتی ہی، اس سے ہماری تعلیم میں اس
بات کا زیادہ خیال کیا جاتا ہی، کہ حتی الامکان قوتِ حافظہ کو ترقی دینا چاہیئے، اور اس اصول پر اس
مضبوطی سے عمل کیا جاتا ہی، کہ پرائمری اسکولون کالجون بلکہ ٹرننگ کالجوں میں بھی قوتِ حافظہ ہی
پر زیادہ زور دیا جاتا ہی، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی، کہ طالب علم از خود کسی عمل پر اقدام نہیں کرسکتے، کیونکہ تعلیم کا
مدعا تو انکی نگاہ میں اب صرف یہ رہگیا ہی کہ وہ واقعات کو حفظ کرلین اور دوسروں کی آرا کے آگے سر
جھکادین، موسیو جولیس سیمان نے جو کسی زمانہ میں وزیرِ تعلیم رہ چکے ہین، ایک بار کیا خوب کہا تھا کہ

Marfat.com

صمیمِ قلب کیساتھ اسباق کے حفظ کر لینے یا صرف ونحو کی کسی کتاب کے رٹ لینے سے زیادہ بدتر کوئی تربیت نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس صورت میں طالب علم کا تمام تر مقصد یہ رہجاتا ہی، کہ وہ استاد کو تمام غلطیون سے محفوظ مان لے"،

اگر اس تربیت کا ضرر اتنا ہی ہوتا، کہ وہ کچھ مفید نہین ہی، تو خیر ہم ان بچون کیساتھ ہمدردی کرکے بیٹھ رہتے، جنھیں مدارس میں کلوٹر کا نسب حفظ کرایا جاتا ہی، لیکن غضب تو یہ ہی کہ طالب علم جس حالت میں زندگی بسر کر رہا ہو، اس تربیت سے اسکے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہی، کہ کاش مجھکو اس بلا سے نجات ملجاتی، یہانتک کہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ آج کارخانہ دار کا دل اپنے کاروبار سے اوچاٹ ہوا اور کل ایک کاشتکار بھی اپنے پیشہ سے الجھنے لگا، اور یوں ہی طبقہ متوسط کے افراد اپنے اپنے کامونکو چھوڑ چھوڑ کر حکومت کی جبہ سائی کرنے لگتے ہیں، اور چونکہ اسکول سے ایسے طلبہ پڑھکر نہیں نکلتے جو زندگی کے دشوار گذار مراحل کو طے کرسکیں، اسلئے قوم میں ایسے افراد کی کثرت ہوجاتی ہے، جو ہیئتِ اجتماعی پر بار ہونے کے علاوہ خود بھی روز اپنے دانت کٹکٹاتے اور شورہ پشتی پر ہر دم آمادہ رہتے ہیں، اس سے آگے بڑھو تو طبقہ متوسط کی حالت اور افسوسناک نظر آتی ہی، باوجودیکہ اسے حکومت کی طاقت اور قوت پر بڑا گھمنڈ ہوتا ہی، لیکن حکومت سے جو غلطیان سرزد ہوتی ہین، ان پر جرح وقدح بھی اسی طبقہ کے افراد کرتے ہین، اور باوجود اسکے وہ از خود کسی کام کو انجام دینے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہین،

لیکن حکومت ان سند یافتہ لوگون کو جو تیار کرتی ہی، ان میں سے کام کے لوگون کو چھانٹ لیتی ہی، اور باقی افراد کو چھوڑ دیتی ہی، اب یہ سند یافتہ جماعت اپنے روزگار کی تلاش میں گورنمنٹ کے تمام عہدون پر معمولی کلرک کے عہدے سے لیکر ماسٹری اور پروفیسری تک ایکدم ٹوٹ پڑتی ہی، اور حالت یہ ہوجاتی ہی کہ ایک تاجر نوآبادیون میں اپنا کاروبار چلانے کے لئے ایک منیجر ڈھونڈھتا

Marfat.com

پھرتا ہے اور نہیں ملتا، حالانکہ ہزاروں آدمی گورنمنٹ کے ادنی سے ادنی عہدے کے حاصل کرنیکی فکر میں لگے رہتے ہیں، پھر جب ان بیکار لوگوں کی تعداد بیشمار ہوجاتی ہی، تو بداہتہً اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے، کہ گورنمنٹ کے خلاف غضب وغصہ کا جوش پیدا ہوجاتا ہی، اور یہ بیکار لوگ فوراً کسی خاص آدمی کی قیادت میں ارتکاب جرائم اور شورہ پشتی پر آمادہ ہوجاتے اور امن عامہ میں خلل انداز ہوتے ہین[1]

لیکن سچی بات یہ ہی کہ ہنگامہ اور فتنہ کا وقت گذر چکا اور اب صرف تجارت سے جو اقوام کے بہت بڑے مربی ہیں، ہمارے اعمال کی اصلاح ہوسکتی ہی، اور اسی ذریعہ سی ہمیں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہی، کہ ان ردی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا اور یہ سخت ترین امتحانات بالکل بیکار ہین، بلکہ ہمین اب اس عملی تعلیم میں مشغول ہونا چاہیئے، جو نئی نسل کو کاروباری دنیا اور استعماری تجاویز سے روشناس کرے، اور نسل کو ایسے کامونمین پھنسادے جنسے وہ بھاگتی ہی،

درحقیقت یہی فنی تعلیم جسکی آج روشن عقلین بیتابی کیساتھ خواستگار ہیں، ہمارے محترم اسلاف کا طرز تعلیم تھا، اور اسی طرز کو ہمیشہ ان قومون نے بھی اختیار کیا ہے، جو اپنی مضبوط قوت ارادی اور اقدام ذاتی کے بل پر دنیا پر قابض ہوئین،

اگر ان بیکار علوم اور بیکار کتابون کے پڑھجانے سے ہمارے قوائے عقلی میں کچھ ترقی ہوتی تو بیشک ہم اس تربیت کے مصائب جھیلنے کے لئے تیار ہوجاتے، لیکن کیا یہ کتابیں اور یہ علوم ہماری زندگی میں ہمارے کچھ کام آتے ہیں، ؟ فہم وادراک، تجارب و اقدام وارادہ یہ زندگی کے کارگر اسلحہ ہین،

---

[1] یہ مصیبت صرف لاطینی قومون کیساتھ مخصوص نہین، بلکہ یہی حالت چین اور ہندوستان میں بھی ہی جب سے انگریزون نے ہندوستان میں دیسیون کی تربیت کی غرض سی نہیں بلکہ صرف انکی تعلیم کے لئے اسکول جاری کئے ہین، اسوقت سی وہاں ایک گروہ بابوون کا پیدا ہوگیا ہی، جسے اگر ملازمت نہیں ملتی تو حکومت کا سخت ترین دشمن بنجاتا ہی، اس بحث پر میں نے اپنی کتاب "تمدن ہند" میں تفصیل سی بحث کی ہی، اس حالت کا ان لوگون نے بھی اندازہ کیا ہوگا، جو اقلیم ہند کی وسیع سرزمین کی سیاحت کرچکے ہین،
(مولف)

Marfat.com

لیکن سخت افسوس اور رنج سے کہنا پڑتا ہی، کہ کیا کتابون سے ہمیں ان کے متعلق کوئی سبق حاصل ہوتا ہے،؟ اور کیا یہ کتابیں ہم میں یہ اوصاف پیدا کر سکتی ہیں،؟ یہ کتابیں گویا قوایں اور مرقعہ ہیں، کہ انسان ان کے مطالعہ سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے، لیکن کیا ان بڑے بڑے مضامین کا دماغ میں محفوظ کر لینا کچھ مفید ہے،؟ بخلاف اس کے فنی تعلیم سے جو بیش بہا فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ تربیت مجربہ سے حاصل نہیں ہو سکتے،

ایک بہت بڑے روشن خیال مفکر موسیو ٹائن نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہی، جسکے بعض حصوں کو میں ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش کرتا ہون، اونھون نے دلائل و براہین سے ثابت کر دیا ہے، کہ ہماری گذشتہ زمانہ کی تربیت اس تربیت کے بالکل مماثل تھی، جو زمانۂ حال میں انگریزوں اور باشندگانِ امریکہ میں رائج ہی، پھر انھوں نے نہایت خوش اسلوبی کیساتھ لاطینی اور انگریزی طرزِ تعلیم کا مقابلہ کیا ہی، اور دونوں کے نتائج دکھائے ہین،

موسیو ٹائن لکھتے ہین، :-

" افکار و خیالات تو عادۃً پیدا ہوتے رہتے ہیں، لیکن جن باتون سے ان خیالات کا نشو و نما ہوتا ہے، وہ مختلف قسم کے موثرات ہوتے ہیں، جن سے ایک نوجوان کو کبھی تو کارخانوں اور کانوں میں سابقہ پڑتا ہے، کبھی بیرسٹر کے پرائیوٹ آفس اور شفاخانون میں کبھی وہ مختلف ادوات و آلات کے مشاہدے سے متاثر ہوتا ہی، اور کبھی اجرت پیشہ لوگوں کے مجمع سے، بلکہ اکثر اپنی ذاتی کارگذاریوں سے، یہ چند معمولی موثرات ہیں، جنھیں آنکھیں دیکھتی، اور کان سنتے ہیں، اور جب نوجوان کے ذہن مین ان موثرات کا اجتماع ہوتا ہے، تو خواہ مخواہ اسے حُسنِ اختراع کی جانب

Marfat.com

مائل کر دیتے ہین، لیکن افسوس ایک فرنچ نوجوان اس ترکیبِ نفسی سے بالکل
محروم ہے، اس کے ذہن میں کبھی ان موثرات کا گذر تک نہیں ہوتا، جن سے استفادہ
کرنے کی اسے سخت حاجت ہی، کیونکہ ایک طویل مدت تک تو وہ اسکول کی چار دیواری
کے اندر ان شخصی تجارب سے بیخبر بند پڑا رہا، جن کے ذریعہ سے اشیاء کی کوئی صحیح صورت اسکے
ذہن میں آتی، اور جو زندگی کے کاروباری رُخ میں اسکو مدد دیسکتے، اب مدرسہ سے
تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد جو وہ نکلا، تو وہ اپنی عمر کا بیش بہا وقت ضائع کر چکا تھا، امتحان
کی تیاری میں جسقدر وقت اس نے صرف کیا تھا، وہ گویا افسوسناک ماضی اور منحوس
مستقبل کے مابین حدِ فاصل رہا، لیکن جب نتیجہ شائع ہوا تو اس نے دیکھا کہ کامیاب
طلبہ کی تعداد تو صرف نصف یا ایک ثلث ہے، اس کے لئے یہ کس قدر گراں مصیبت
کا سامنا تھا، کہ وہ دن بھر ایک کرسی پر اپنے سامنے چھوٹی سی میز لیکر بیٹھا
خاموشی کیساتھ درس کو سن رہا ہی، سچی بات یہ ہی، کہ اس طرح کی جانفشانی دو ماہ
سے زیادہ اس سے نہیں ہوسکتی تھی، اور اب امتحان کا وقت جو آیا، تو وہ اپنے میں
محنت کرنے کی بھی قدرت نہیں پاتا، کیونکہ بیشمار علوم اسکے خزانۂ ذہن میں محفوظ کر دیئے
گئے ہیں، قوتِ تعقل مفقود ہو چکی، قوائے ذہنیہ جواب دے چکے، اب نوجوان یہ سب
مراحل طے کرنے کے بعد مستقل زندگی بسر کرنا چاہتا ہے، اور کاروبار کی کسی خاص
لائن میں قدم رکھتا ہے، لیکن اسے کسقدر افسوس ہوگا جب اسے یہ معلوم ہوگا، کہ میری
توقعات ضائع ہوئین اور مین نے تعلیم پر جتنا خرچ کیا تھا، اتنی آمدنی نہیں ہوئی، یہ زبون
حالت فرانس کی ہے، لیکن انگلستان اور امریکہ میں حالت اسکے برعکس ہی،
اس کے بعد اس جلیل القدر مورخ نے ہمارے اور انگریزی طرزِ تعلیم کے مابین جو

Marfat.com

فرق ہیں، ان کو دکھایا ہے، اور یہ بات ثابت کی ہے، کہ جتنے مخصوص اسکول ہمارے ملک میں ہیں، اپنے انگریزون کے ملک میں نہیں ہیں، نیز یہ کہ ان کے ملک میں کتابون کے ذریعہ سے تعلیم نہیں دیجاتی ہے، بلکہ انجینیر (مثلاً) کارخانہ میں پیدا کیا جاتا ہے، اور ہر شخص کو اسکو موقع ملتا ہے، کہ اسکی قوتِ عقلی جہانتک متحمل ہو، اپنے پیشہ کو حاصل کرتا رہے، اور اگر اس کے قوائے ذہنیہ اعانت کریں تو وہ کاریگران کا افسر ہوجائے، یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا جمہوری طرز ہے، اور اس طرزِ تعلیم سے قوم کو حقیقی فائدہ حاصل ہوتا ہے، برخلاف اس کے ہمارا طرزِ تعلیم ایسا ہے کہ اس میں نوجوان کی آیندہ قسمت ایک نتیجۂ امتحان پر مبنی ہوتی ہے، جو عموماً اسے اپنی عمر کے انیسویں یا بیسویں سال دینا پڑتا ہے، موسیو ٹائن لکھتے ہین:-

"انگلستان میں کسی طالب علم کو شفاخانہ یا کسی بیرسٹر کے آفس میں داخل ہوکر تھوڑی مدت مشق اور تعلیم میں گذارنی پڑتی ہے، پہلے اسے کچھ مختصر سے درس دیئے جاتے ہیں، جن سے اسکی معلوماتِ عامہ میں اضافہ ہوتا ہی، علاوہ اسکے وقتاً فوقتاً کچھ اور بھی درس دیئے جاتے ہین، جن پر اسے فرصت کے وقت میں سوچنے کا موقع ملتا ہی، اسطرح وہ تھوڑی سی مدت میں اپنے تجارب کو ایک منتظم صورت میں مرتب کرلیتا ہے، دیکھو ایک یہ نظامِ تعلیم ہے، کہ طالب علم کے قوائے عقلی کیساتھ ساتھ اسکی قوتِ عملی بھی جلا پاتی ہے، آئندہ کی ترقی کا بھی راستہ صاف ہوتا جاتا ہے، اور بہت جلد طالب علم میں اختراع و ایجاد کی قوت پیدا ہوجاتی ہے، یہانتک کہ پچیس برس کے سن میں اس کی قوت عقلی اسقدر نمو پاجاتی ہی، کہ وہ از خود اقدام کرنے لگتا ہی، اور ہر بات کا مقابلہ کرتا ہے، گویا کہ وہ ایک مشین کا پہیا ہے، جو خود ہی محرک اور خود ہی متحرک ہو،

Marfat.com

لیکن فرانس کی حالت اس سے بالکل جداگانہ ہے، وہاں تعلیم کا ایک دوسرا ہی طرز ہے جو قریب قریب چینیوں کے طرزِ تعلیم سے مشابہ ہے، اور جس سے بجز قوائے عقلی و ذہنی کی تضیع کے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا"

پھر مذکورۂ بالا بیان سے اس فلاسفر نے حسب ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے وہ لکھتا ہے:-

"قوتِ حافظہ پر تعلیم کے ادوار ثلثہ طفولیت، بچپن، شباب میں زور دیا جاتا ہے اور پیمانۂ طاقت لبریز ہو گیا، لیکن دیکھو طالب علم ابتک کرسی پر بیٹھا ہے، امتحان کے انتظار میں اس کی آنکھیں کتاب پر گڑی ہوئی ہیں، اور وہ نہایت بے صبری کیساتھ اسدن کا منتظر ہے، جب اسے ڈگری ملے گی، جب وہ سند پائے گا، اس کے سوا اسے کسی چیز کا شوق نہیں، کیا غضب ہے کہ اس بدتر نظامِ تعلیم کی ترویج کے لئے کیسے کیسے وسائل ایجاد کئے گئے ہیں، اور کس کس طرح طالب علم اس نظام کا پابند بنایا جاتا ہے، عملی دنیا سے طالب علم کو نکال کر اسکو لوں اور مدارس کے حجروں کے اندر بند کر دیا گیا ہے، جہاں اسے ایک مصنوعی جسمانی تربیت دیجاتی ہے، ذہن و فکر پر ایک دم بار ڈالدیا جاتا ہے، نہ مستقبل کے جانب نظر ہوتی ہے، اور نہ سن کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے، کسی کاروبار کا خیال تو کجا دنیا کی رزمگاہ سے جہاں آیندہ طالب علم کو مکمل اسلحہ لیکر نکلنا ہے، بالکل بحث نہیں ہوتی، اور یہ بات تو بالکل پسِ پشت ڈال دیجاتی ہے، کہ طالبعلم آیندہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے، ہمارے مدارس میں رہکر کوئی نوجوان ضروریاتِ زندگی نہیں حاصل کر سکتا، اس میں قوتِ تمیز پیدا ہوتی ہے، نہ قوتِ ارادہ اور نہ اعصاب ہی مضبوط ہوتے ہیں، بلکہ بجائے اسکے کہ آیندہ کے لئے آمادہ ہو، وہ اور کمزور و ناتواں ہو جاتا ہے، اور اس کی ذات اور اسکے قریبی

مستقبل کے مابین کوئی مناسبت نہیں پیدا ہونے پاتی، اسی لئے تم دیکھتے ہو، کہ جہاں اس نے پہلے پہل کسی کام میں ہاتھ ڈالا بس وہ مختلف مصائب میں گھر گیا، اور اب اس میں لنگڑے، لولے کے مثل کھڑے ہونے کی قدرت نہیں باقی رہی، یہ کسقدر خوفناک تجربہ ہی جس میں اخلاق مضطرب ہوتے اور توازنِ عقلی مختل ہوجاتا ہی، بس آگے حسرت و یاس ہے، اور ناکامی کی حائل دیوار"

افسوس..... ناکامی..... حسرت موت[1]"

---

[1] دیکھو موسیو ٹائن کی کتاب "نظام حال" جلد دوم صـ ۱۸۹، یہ آخری صفحات ہیں، جو موسیو ٹائن نے تحریر کئے ہین، اور گویا اس مشہور فلاسفر کے تمام تجرباتِ زندگی کا خلاصہ ہین لیکن افسوس ہی کہ ہمارے مدارس کے اساتذہ جنھون نے فرانس کے باہر قدم نہیں نکالا ہے، ان حقائق و واقعات تک نہیں پہنچتے، حالانکہ تربیت ایک ایسا ذریعہ ہی، جس سی ہم قوم کے قلوب میں تحریک پیدا کر سکتے ہین، سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہی، کہ ہم میں ایسے لوگوں کا قحط ہی جو یہ سمجھتے ہوں کہ تربیت کا طریقہ مجریہ قوم میں کس قدر جلد انحطاط پیدا کر دیگا، اور ہماری نسل ترقی کے بجائے تنزل اور انحطاط کی جانب مائل ہوگی، ناظرین کیلئے مفید ہوگا اگر وہ ٹائن کے تحریرات کو ان مشاہدات اور تجربات کیساتھ مقابلہ کرکے پڑھیں جو امریکہ میں تربیت کے متعلق عمل میں لائے گئے ہیں، اور جنھیں موسیو پال بورگٹ نے اپنی کتاب "بحر زاخر" میں نقل کیا ہی،

ان تمام تحریرات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی، کہ ہماری تربیت اس درجہ ناقص ہی کہ یا تو مدارس میں نوضوبین (انارکسٹ) پیدا کئے جاتے ہیں، یا ایسے لوگ جنمیں اقدام کی قوت مفقود ہوتی ہی، اور جنکا کوئی خاص ارادہ نہیں ہوتا بقول موسیو پال بورگٹ کے کہ یہ دونوں صورتیں ایک متمدن انسان کیلئے بدقسمتی کا بیش خیمہ ہیں، اسکے بعد موسیو پال بورگٹ نے بدقتِ نظر ہمارے برباد کنندہ فرانسیسی مدارس اور ان مدارس کا جو طالب علم کو رزمگاہ حیات کے لئے تیار کرتے ہیں، مقابلہ کرکے ثابت کیا ہی، کہ صحیح دیمقراطیت اور جمہوریت وہی ہی جو ان زندہ قوموں میں پائی جاتی ہی

Marfat.com

فصلِ سوم

معتقداتِ جماعت کے عواملِ قریبہ

۱- ذہنی اشباح، الفاظ، اور جملوں کا اثر معتقداتِ جماعت پر

الفاظ اور جملے ذہنِ جماعت پر جادو نما اثر کرتے ہیں، الفاظ کی اس موثرانہ قوت کا تعلق انکے لغوی یا اصطلاحی معنوں سے نہیں ہوتا، بلکہ الفاظ میں یہ قوت ان ذہنی اشباح سے آتی ہے، جو خیال میں پیدا ہوتے ہیں، ان ذہنی اشباح میں حسب اقتضائے زمانہ اختلاف ہوتا رہتا ہے، بعض مستعمل الفاظ کے معانی میں جو تغیر ہوتا ہے، اس کی مختلف مثالیں، یہ بحث کہ جب مسمیات کے قدیم اسماء جماعت میں ناگواری کا احساس پیدا کرنے لگیں، تو اسوقت سیاسی فوائد کے لحاظ سے جدید اسماء کا وضع کرنا ضروری ہوجاتا ہے، اختلافِ امزجہ کی بنا پر مختلف قوموں میں الفاظ کے معنی کس طرح متغیر ہوجاتے ہیں، یہ بحث کہ یورپ اور امریکہ میں "دیمقراطی" کے معنی کیوں مختلف ہیں،

۲- اوہام کا اثر معتقداتِ جماعت پر، اوہام کی اہمیت کا بیان، یہ بحث کہ اوہام پر تمدن کی بنا ہوتی ہے، یہ بحث کہ اجتماعی نقطۂ نظر سے اوہام کی کیا ضرورت اور اہمیت ہے، جماعت ہمیشہ وہم کو واقعہ پر کیوں ترجیح دیتی ہے،

۳- تجارب کا اثر معتقداتِ جماعت پر، تجارب، قوموں کے ذہن میں واقعات کی اہمیت اور اوہام کی مضرت کا احساس پیدا کرتے ہیں،

Marfat.com

تجارب سے قویں اسوقت اثر پذیر ہوتی ہیں، جب ان کی بار بار تکرار ہو،

۴۔ عقل کا اثر معتقداتِ جماعت پر، عقلی استدلال کا اثر جماعت پر

بالکل نہیں ہوتا، جماعت بجز اپنے احساساتِ غیر شاعرہ کے اور کسی چیز سے اثر پذیر نہیں ہوتی، یہ بحث کہ تاریخی واقعات میں منطق کی کیا حیثیت اور کیا درجہ ہی، واقعات تاریخی کے باعث مافوق العقل مخفی اسباب ہوتے ہیں،

اس باب کی فصلِ اول مین ہمنے ان عواملِ بعیدہ کے اثرات کو بیان کیا تھا، جو جماعت میں یہ صلاحیت پیدا کر دیتے ہین، کہ جماعت چند خیالات کو تسلیم کرلے، اور ان کے ماتحت عمل کے لئے مستعد ہو جائے، اب اس فصل میں ہم ان عواملِ قریبہ کے اثرات کو بیان کرین گے جو جماعت میں بعد کو اثر کرتے ہیں، اور جنکا اثر یہ ہوتا ہی، کہ جماعت سے بعض افراد کا صدور ہونے لگتا ہی، اسکے بعد آیندہ فصل میں ہم یہ بیان کریں گے کہ وہ عواملِ قریبہ جو جماعت سے صدورِ افعال کے باعث ہوتے ہیں، انکے اثر کو مفید اور کارگر بنانے کے کیا کیا طریقے ہیں، اور کس قسم کے لوگ ان کا استعمال کر سکتے ہیں،

اس کتاب کے ابوابِ سابقہ میں جماعت کے حسیات، افکار اور خیالات کے متعلق جو ایک طول طویل بحث گذر چکی ہے، اس سے بطور نتیجہ کے ان عواملِ قریبہ کا اخذ کرنا، اور انکی حقیقت کا دریافت کرنا آسان ہو گیا ہے، جو جماعت کو آمادۂ عمل کر دیتے ہیں، نیز گذشتہ بیانات سے ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں، کہ کون سے عوامل جماعت پر زیادہ اثر کرتے ہیں،؟ ان عوامل و مؤثرات کی قوتِ تاثیر کتنی ہوتی ہے؟ اور اس اثر کا تعدیہ تمام افراد میں کس طرح ہوتا ہے،؟ خصوصاً ان اثرات کا تعدیہ جو مختلف ذہنی اشکال کی صورت میں آکر اس کے ذہن میں مرتسم ہوتے ہیں، پھر چونکہ ذہنِ جماعت

Marfat.com

یں ان اثرات کی پیدایش مختلف وسائل اور ذرائع کی مدد سے ہوتی ہے، اور اس بنا پر ان عوامل و موثرات کا بھی جو جماعت پر اثر کرتے ہیں مختلف اقسام کا ہونا ضروری ہے، اسلئے ہم ذیل میں ایک ایک موثر سے علٰحدہ علٰحدہ بحث کرین گے، اور گو اس صورت میں ہم کو بعض بیانات ماسبق کی تکرار کرنا پڑیگی، تاہم ہمارے نزدیک یہ بحث کچھ غیر سود مند نہیں ہی، کیونکہ جماعت کی حالت قدماء کے طلسمون سے مشابہ ہوتی ہی، کہ یا تو طلسم کو حل کرو اور یا اپنے تئیں انکے سپرد کردو، کہ وہ تمھیں فنا کردین،

ا

ذہنی اشباح، الفاظ، اور جملوں کا اثر

اوپر جہان ہمنے جماعت کے خاصہ تخیل آرائی کی وضاحت کی تھی، وہان ہم یہ بیان کرچکے ہین، کہ جماعت ذہنی صور و اشکال سے زیادہ متاثر ہوتی ہی، اور گو ہر وقت ان ذہنی صور و اشکال کا ذہنِ جماعت میں موجود ہونا ممکن نہیں لیکن اگر الفاظ اور جملوں کو حزم و احتیاط کیساتھ استعمال کیا جائے، تو ذہنِ جماعت میں صور و اشکال کا پیدا کر دینا بھی آسان ہوتا ہی، خاصکر جب الفاظ اور جملون کا استعمال کرنے والا ازمنۂ سابقہ میں احتیاط اور حزم کیساتھ انکا استعمال کرتا، تو اس کے معتقدون کے دلون مین اس کے الفاظ جادو کا اثر کرتے، اور نفوسِ جماعت میں غیظ و غضب کی بجلی سی دوڑ جاتی، لیکن جب نفوس جوش اور غیظ و غضب سے پُر ہو جاتے، تو اس وقت وہ پھر ان میں سکون کی حالت پیدا کر دیتا، غرض اپنے حزم و احتیاط اور ہوشیاری کی بدولت اس کو اسقدر طاقت حاصل ہو جاتی، کہ وہ جب چاہتا لوگون کو رلا دیتا اور جب چاہتا ان کو ہنسا دیتا،

لیکن وہ الفاظ جو اپنے اندر مقناطیسی قوت رکھتے ہیں، انکے متعلق یہ خیال رکھنا چاہئے کہ انکی اس قوتِ تاثیر میں انکے معنون کو کبھی دخل نہیں ہوتا، بلکہ ان الفاظ کی ساحرانہ تاثیر درحقیقت

مخفی ہوتی ہے، ان ذہنی اشکال اور صور کے اندر جو ان الفاظ سے ذہنِ جماعت میں پیدا ہوتے ہیں، یہانتک کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ الفاظ جو ذہنِ جماعت پر زیادہ اثر کرتے ہیں، ان کے معنی اسی قدر زیادہ مبہم ہوتے ہین اور باوجود اسکے ان الفاظ کا اثر اسقدر قوی ہوتا ہی، کہ گو ان الفاظ کی حقیقت اور معنی اصطلاحی سے عوام ناآشنا ہوتے ہیں لیکن یہ الفاظ نفوس میں کچھ اس طرح گھر جاتے ہیں، کہ انکے متعلق لوگوں کو یہ اعتقاد ہوجاتا ہی، کہ تمام اجتماعی مشکلات کا حل ان ہی الفاظ کیساتھ وابستہ ہے،

پھر بعض الفاظ اور جملوں کا اثر اسقدر قوی ہوتا ہے، کہ افراد کی عقلوں پر بھی یہ اثر غالب آجاتا ہی، اس اثر کے آگے دلائل و براہین بھی سپر انداز ہوجاتے ہین، ان الفاظ اور جملون کی حالت یہ ہوتی ہی کہ ادھر متکلم کے منہ سے یہ الفاظ اور جملے نکلنے بھی نہیں پائے اور ادھر سامعین پر ہیبت سی چھاگئی، اور احترام و عظمت نے انکو سرنگوں کردیا، اور یہ جادو بھی ایسا قوی ہوتا ہی کہ ان الفاظ کے متعلق بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہوجاتا ہی کہ ان الفاظ میں کوئی الٰہی طاقت مضمر ہے، لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ یہ الفاظ اور جملے لوگون کے ذہنوں میں ایسی ذہنی صورتیں اور اشکال پیدا کردیتے ہین جنکی کیفیت نامعلوم ہوتی ہی، بزرگی اور عظمت انکو ڈھانپے ہوتی ہی، اور ابہام انمیں ایک مخفی قوت پیدا کردیتا ہی، گویا وہ معبود ہوتے ہیں، جو آنکھون سے نظر نہیں پڑتے اور نگاہوں سے اسطرح غائب رہتے ہیں کہ انکی ہیبت و جلال سے زہاد کے بدن میں جھرجھری پیدا ہوتی ہی،

لیکن چونکہ یہ ذہنی صورتیں اور شکلیں جو الفاظ سے ذہن میں پیدا ہوتی ہین، انکا وجود ان الفاظ کے معنون سے الگ اور بے تعلق ہوتا ہے، اسلئے اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک لفظ جس کا استعمال مختلف قوموں میں جاری ہی، اس سے جو خیالی شکل مختلف قومون کے ذہنون میں پیدا ہوتی ہے انمیں مرور ایام سے اختلاف ہوجاتا ہی، اور اس لفظ کا استعمال کرتے ہی اسکی یہ مختلف خیالی شکلیں ذہن کے اندر

Marfat.com

حاضر ہوجاتی ہیں،

لیکن سطورِ بالا میں یہ کلیہ جو بیان کیا گیا کہ نفوسِ جماعت پر صرف وہی الفاظ اثر کرتے ہیں، جنکے اندر ذہنی صورتون کے پیدا کرنے یا بالفاظِ دیگر نفرت ورغبت کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کی قوت مخفی ہو، اور جن کے اشارہ پر قومیں آمادۂ عمل ہوجاتی ہیں، یہ کلیہ دراصل تمام الفاظ کے لئے عام نہیں ہو، بلکہ بعض الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں ، جن میں گو ان ذہنی صورتوں کے پیدا کرنیکی قوت پہلے مخفی تھی لیکن اب کثرتِ استعمال کے باعث انسے یہ قوت سلب ہوگئی، اور اب وہ خالی آواز ہو کر رہ گئے، جنکا فائدہ اب سوا اسکے کچھ نہیں رہا کہ ان کو استعمال کرتے وقت ہمیں غور کرنے یا سوچنے کی زحمت نہیں برداشت کرنا پڑتی، بلکہ اب ہم انکی تردید پر بلا تکلف عمل کرتے ہیں، یہی بات ہو کہ بچپنے میں جو الفاظ بچون کو رٹا دیئے جاتے ہین، ان سے وہ گو اثر پذیر تو نہیں ہوتے لیکن وہ ان الفاظ کی ہدایتوں پر ہمیشہ کاربند ہوتے ہین،

اسی طرح اگر کسی زبان کی ماہرانہ واقفیت پیدا کیجائے، تو پتہ چلے گا، کہ اس زبان کے مختلف ادوار میں گو الفاظ کا بالائی تغیر تو بہت آہستہ آہستہ وقوع میں آیا ہو لیکن الفاظ کے معانی اور وہ ذہنی صورتیں جو الفاظ سے پیدا ہوتی ہیں، ایک دور سے دوسرے دور میں آکر انکی بالکل قلبِ ماہیت ہوگئی ہے، یہانتک کہ اب دوسرے دور میں آکر کسی لفظ کے جو جدید معنی پیدا ہوئے ہیں، وہ اس لفظ کے معنی متروک سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، یہی سبب ہے کہ میرا خیال ہو کہ ایک زبان کا دوسری زبان میں پورا پورا ترجمہ کرنا بالکل محال ہو، خاصکر کسی ایسی زبان کا ترجمہ جو اب مردہ ہوگئی ہو، اب اسوقت اگر ہم یہ چاہیں کہ یونانی اور لاطینی یا سنسکرت زبانون کے کسی لفظ کا ترجمہ اپنی فرانسیسی زبان میں کرلیں تو گویا اسکا یہ مطلب ہوگا کہ ہم ان ذہنی اشکال اور صور کو جو ہمارے اپنی روزانہ زندگی سے ماخوذ تھیں، مٹا کر ان کی جگہ ان ذہنی اشکال وصور کو

دے رہے ہیں، جنھیں ہماری روزانہ زندگی سے کوئی نسبت نہیں، انقلابِ فرانس کے اہلِ حل و عقد نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ اپنی زبان میں یونانی اور رومی زبان کے چند الفاظ مستعار لیکر اپنی روزانہ زندگی کے نظام میں یونانیوں اور رومیوں کی تقلید کریں لیکن انکا یہ فعل اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ وہ یونانی اور رومی زبانوں کے ان قدیم اجنبی الفاظ کو اجنبی اور غیر مستعمل معنون میں استعمال کرنے لگے، گو الفاظ کی صورت یکسان سہی، لیکن بھلا کہیں ہمارے اور یونانیوں کے نظامِ زندگی میں کوئی مشابہت ہوسکتی ہی، ؟ ایک لفظ جمہوریت ہی کو لو، جمہوریت کا جو مفہوم ہمارے ذہن میں ہے، اس کو اس مفہوم سے جو یونانیون کے ذہن میں تھا کونسا لگاؤ ہی؟ یونانیوں میں اس لفظ کا جو مفہوم تھا وہ یہ تھا کہ چند استبداد پسند امرا جمع ہوجاتے، اور اپنے زرخرید غلامون پر حکومت جتاتے، گویا اس جمہوریت کی حالت دیہاتی پنچایت کی ایسی ہوتی، جسکا انحصار صرف رسمِ غلامی پر تھا، کہ اگر یہ رسم موقوف ہوجاتی، تو اُس جمہوریت کا بھی خاتمہ ہوجاتا، دیکھو آجکل کی ترقی یافتہ جمہوریت اور قدیم یونانی جمہوریت میں زمین آسمان کا فرق ہی،

یا اسی طرح ایک دوسرا لفظ حرّیت ہی، اس لفظ کے موجودہ معنی دیکھو اور اس کا مقابلہ اس معنی سے کرو، جس معنی میں یہ لفظ قدیم زمانہ کی ناآشنائے حریت قوموں میں استعمال کیا جاتا تھا، قدیم زمانہ میں حریت کا دائرہ اس قدر محدود تھا کہ کسی کو ان عقائد میں جو عام طور پر اس زمانہ میں تسلیم کرلئے گئے تھے، چون وچرا کرنے کی بالکل جرأت نہیں ہوتی، اب اسکے مقابلہ میں موجودہ زمانہ میں حریت کو اسقدر وسعت دیدی گئی ہی کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں رہا ہی، جو کبھی زیرِ بحث نہ لایا گیا ہو، یا اسی طرح ایک لفظ مادرِ وطن ہے، اس لفظ کے معنی بھی اب پہلے سے بہت مختلف ہوگئے ہیں، یونان میں جب ایتھنز اور اسپارٹا کی جداجدا حکومتیں قائم تھیں، اور ان شہرون کے باشندے آپس میں لڑا جھگڑا کرتے تھے، تو اسوقت انکے درمیان کوئی

ایسا عام رشتہ نہ تھا، جو ان سب کو متحد کرتا، مختلف شہرون کے باشندے اپنے دیس کو اپنا وطن سمجھتے تھے، ایتھنز والوں کا دیس اور وطن ایتھنز تھا، اور باشندگان اسپارٹا کا وطن اسپارٹا، غرض ان مختلف شہروں کے باشندے باوجودیکہ جغرافیانہ حدود کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ہمسایہ تھے، لیکن ان کے درمیان کوئی ایسا وسیع رابطۂ وطن نہ تھا، جسمیں وہ سب اپنے کو حصہ دار اور شریک سمجھتے، پھر اگر یونانیون سے قطع نظر کرکے خود ہمارے ملک کے قدیم باشندونکے حالات پر نظر دوڑاؤ، تو یہاں بھی تمھیں یہی سماں نظر آئیگا، قدیم زمانہ میں ملک گال کا ایک ایک ضلع علیحدہ علیحدہ ایک ایک وطن تھا، جسمیں مختلف المذاہب مختلف العقیدہ اور مختلف اللسان قومیں بستی تھیں، جو باہم ایک دوسرے سے سخت متنفر تھیں، ان میں نہ کوئی رابطۂ اتحاد تھا نہ کوئی جامعۂ دینی، اور نہ کوئی جامعۂ سیاسی، لیکن جب سیزر کے زمانہ میں رومیون نے ممالکِ گال کو فتح کیا، اسوقت جامعہ سیاسی اور جامعہ وطنی کے برکات ان ممالک کو حاصل ہوئے

غرض مختلف زبانوں میں اس قسم کے بہت سے الفاظ موجود ہیں، جنکے معنون میں زمانہ کے تغیرات کیساتھ ساتھ بہت بڑا انقلاب ہوگیا ہی، اور اب ان کے قدیم معنوں کا دریافت کرنا بھی خالی از دقت نہیں ہی، بلکہ بہت سے وہ الفاظ جو ابتک اپنے قدیم معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں انمیں بھی اگر مرور ایام سے اختلاف و تغیر ہوگیا ہو تو کوئی تعجب نہیں، مثلاً بادشاہ اور "شاہی خاندان" یہ الفاظ اگرچہ اپنے قدیم معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں، لیکن جس طرح اور دیگر الفاظ کے معنوں میں انقلاب ہوا ہے، اسی طرح ممکن ہی کہ ان الفاظ کے معنوں میں بھی کوئی تغیر ہوگیا ہو، اور یہ الفاظ پہلے اور کسی معنی میں استعمال کئے جاتے ہوں جو اب متروک ہوگئے ہیں،

پس ہمارے گذشتہ بیان سے جو اہم تفریع مستنبط ہوتی ہی، وہ یہ ہی کہ چونکہ الفاظ کے استعمالات اور معانی محض وقتی ہوتے ہیں، اور مرورِ ایام اور اختلافِ اقوام سے انکے معنون

Marfat.com

میں تغیر ہوجاتا ہے، اسلئے اگر ہم جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہین، تو اسوقت ہمارا پہلا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ہم الفاظ کو ان معنوں میں استعمال نہ کرین، جو قدیم زمانہ میں مستعمل تھے، اور نہ الفاظ کا استعمال ان معنوں میں کرین جنکو جماعت سے زیادہ عقلمند لوگ استعمال کرتے ہیں، بلکہ صرف ان معنوں میں الفاظ کا استعمال کریں، جو اس قوم میں بروقتِ خطابت مروج ومعروف ہون،

اسی بنا پر جب کسی ملک میں سیاسی ہیجان دور ہو کر سکون کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو، اور جماعت بعض الفاظ سے اظہارِ نفرت کرنے لگی ہو، تو اسوقت اس قوم کے سیاست دانون پر واجب ہوجاتا ہی، کہ جلدی سے الفاظ کی ظاہری صورتوں کو تبدیل کردین، اور انکے معانی یا بالفاظ دیگر ذہنی اشکال سے تعرض نہ کرین، کیونکہ ان معانی اور ذہنی صورتوں کا تعلق زیادہ تر قومون کے موروثی مزاج کیساتھ ہوتا ہی، جس میں تغیر کرنا کچھ کھیل نہیں ہی، ٹاکویل نے جو ایک بہت بڑا نقاد گذرا ہی، آج سے بیشتر کہا تھا، کہ اس کے زمانہ میں فرانس میں قنصلوں اور حکومت کا بڑا فرض یہ تھا کہ قدیم نظاماتِ حکومت ونظامِ معاشرت کے لئے ہر وقت جدید الفاظ فراہم کرتے ہیں، یعنی قوم کے ذہن میں کسی لفظ سے جو ذہنی تشکلین پیدا ہوتی ہیں، وہ جب قوم کو ناپسند ہونے لگتیں، تو فرانس کے سیاست دان اس لفظ کے بجائے کسی جدید لفظ کا استعمال شروع کردیتے، اسی غرض سے انھون نے شخصی ٹیکسوں کا نام "مکس جداو منقولہ" رکھا تھا، اور چندوں کو وہ غیر معین ٹیکس کہا کرتے تھے،

پس قوموں کے اہلِ سیاست کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہی کہ جب جماعت کے کانون کو کوئی لفظ ناگوار گذرنے لگے، تو اس لفظ کی جگہ پر کسی دوسرے لفظ کو لاکر رکھدین، جو جماعت کے نزدیک ناپسند نہ ہو، بات یہ ہے کہ نفوسِ جماعت پر الفاظ کا اتنا قوی اثر ہوتا ہی، کہ بعض اوقات کسی ناپسندیدہ شے کو کسی معروف لفظ سے ظاہر کردینا جماعت کی ناپسندیدگی کو دور کردیتا ہی، اسی بنا پر موسیو ٹاکویل کا قول ہی کہ انقلابِ فرانس کے اہلِ حل وعقد نے الفاظ "حریت" و "مساوات"

کو جو اس زمانہ میں نہایت مقبول تھے، بار بار استعمال کرکے ایسی مستبدانہ حکومت قائم کرلی جو ڈاہومیا کے زیادہ مناسبِ حال تھی، اور احتساب کا ایک ایسا محکمہ ایجاد کیا جو مذہبی محکمۂ انکوزیشن سے مشابہت رکھتا تھا اور ایک ایسا فتنہ برپا کیا جیسا کبھی بلاد میکسیکو میں برپا ہوا تھا، پس اب اس بنا پر حکامِ سلطنت کی حالت وکلا اور بیرسٹروں سے ملتی جلتی ہی، جن کا وظیفۂ عمل الفاظ کا انتخاب اور انکو مناسب مواقع پر استعمال کرنا ہوتا ہی، لیکن اس وظیفۂ عمل کے انجام دینے میں دقت جو واقع ہوتی ہی، وہ یہ ہی کہ گو ایک قوم کے تمام طبقے ایک ہی قسم کے الفاظ کا استعمال ہمیشہ کرتے ہیں، لیکن باوجود اسکے ہر طبقہ کے افراد ان الفاظ سے جدا جدا معنی مراد لیتے ہیں، اسلئے الفاظ کے انتخاب اور اظہارِ ناپسندیدگی کا کوئی خاص معیار نہیں مقرر کیا جاسکتا،

غرض امثلۂ بالا سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ زمانہ کے اثر سے الفاظ کے معنوں میں کسقدر عظیم الشان تغیر ہوجاتا ہی، لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہی، کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف الجنس اقوام میں جو الفاظ روزمرہ مستعمل ہوتے ہیں، قومی اختلاف کی بنا پر مختلف قومیں ان الفاظ کے مختلف معنی مراد لیتی ہیں، جنکو ایک دوسرے سے کوئی نسبت نہیں ہوتی ہی، البتہ چونکہ الفاظ کے اس معنوی فرق کو وہ شخص بخوبی ادراک نہیں کرسکتا، جس نے دنیا کی مختلف قوموں میں کبھی بود و باش اختیار نہیں کی ہی، اسلئے میں یہان اس مسئلہ کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا، ہان صرف یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ معنوی فرق ان الفاظ میں زیادہ نظر آتا ہی، جو نہایت کثرت سے لوگوں میں شائع ہوتے ہیں، مثلاً موجودہ زمانہ میں الفاظ "ڈیمقراطی" "اشتراکیت" "جمہوریت" وغیرہ گو نہایت کثیر الاستعمال ہیں، لیکن محض قومی اختلاف کی بنا پر مختلف قوموں میں ان الفاظ کا استعمال مختلف معنوں میں ہوتا ہی،

ایک لفظ جمہوریت کو لو، جو یورپ کی مختلف قوموں میں مستعمل ہی، کیا اس لفظ کی تصویر

Marfat.com

ذہنی ایک اٹالین اور ایک انگریز دونوں کے ذہنوں میں یکسان پیدا ہوتی ہی، ؟ اور کیا اس لفظ کا جو مفہوم ایک اٹالین اور انگریز سمجھتا ہی، اِن دونون میں کوئی فرق نہیں ہوتا ؟ لاطینی قوموں کے نزدیک تو جمہوریت کا مطلب یہ ہی کہ افراد کا ارادۂ ذاتی اور استقلال حکومت کے ارادہ اور استقلال کے اندر فنا ہو جائے، افراد سوسائٹی کے تمام فرائض ترک کر کے محض حکومت کے دست نگر ہو جائین کہ حکومت سوسائٹی کے منافع کی حفاظت کے لئے جو تدابیر چاہے اختیار کرے بخلاف اس کے ایک سکسین انگریز خصوصًا ایک امریکن لفظ جمہوریت سے جو مفہوم سمجھتا ہی، وہ یہ ہوتا ہی کہ بجای حکومت کے افراد سوسائٹی کے فرائض و واجبات انجام دین اور افراد کا استقلال ذاتی حکومت کے استقلال پر غالب رہے، حکومت افراد کی مرضی کے تابع ہو، نہ یہ کہ افراد حکومت کی مرضی کے تابع ہون حاصل یہ کہ ایک لفظِ جمہوریت جو مختلف قوموں میں کثیر الاستعمال ہے، کہین تو یہ لفظ افراد کے استقلالِ ذاتی کو مٹا کر حکومت کا پایہ بلند کر دیتا ہے، اور کہیں حکومت کے ارادہ کو افراد کے ارادہ میں جذب کر کے افراد کے استقلالِ ذاتی کو اور قوی کر دیتا ہی،

(۲)

اوہام کا اثر

دنیا پر جب سے آفتابِ تمدن نور افگن ہوا ہی، اسوقت سے ابتک جماعت ہمیشہ اوہام ہی کے آگے سرنگوں رہی ہی، اور موجدینِ اوہام ہی کے لئے اس نے مختلف زمانوں میں طرح طرح کے بُت، ہیاکل اور معابد تعمیر کئے ہین، دنیا کا ہر وہ تمدن جو کبھی روئے زمین پر آب و تاب سے جلوہ گر ہوا، اُسکے آگے آگے ہمیشہ اوہام کی خیالی مشعلیں رہنمائی کرتی جاتی تھیں، اوہام و تخیلات ہی کی بنیاد پر کالڈیا اور قدیم مصر کے تمدنون کی عمارت تعمیر کی گئی، ان ہی کی بنیاد پر قرونِ وسطیٰ میں مساجد اور گرجے تعمیر کئے گئے، اور اُن ہی اوہام کی بدولت سو برس پیشتر برِ اعظم یورپ زیر و زبر

Marfat.com

کر دیا گیا، صرف یہی نہیں بلکہ اوہام کا طوقِ محکومیت ہر فنی، سیاسی اور اجتماعی تحقیق اور انکشاف کی گردن میں بھی نظر آتا ہی، اور گو بعض اوقات انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہی، کہ ان اوہام کی بنیادوں کو متزلزل کر دے جو اس پر غلبہ کئے ہوئے ہیں لیکن جسوقت وہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہناتا ہی تو اسکو انقلاب اور شورش کے مصائب بھی جھیلنا پڑتے ہیں، اور گو وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوجاتا ہی لیکن ان اوہام کی بنیاد کو متزلزل کرتے ہی وہ پھر دوسری مصیبت میں گھر جاتا ہی، یعنی اس پر اب دوسرے اوہام متولی ہوجاتے ہیں، غرض اوہام کے قیود سے انسان کو کبھی رہائی نہیں ملسکتی، حقیقت یہ ہی کہ اگر انسان اوہام کا پابند نہوتا، تو شاید اپنے قدیم توحش سی وہ کبھی نجات نہ پاسکتا اور ہمیشہ وہ وحشت اور بربریت کی بیشمار وادیوں میں بھٹکتا پھرتا، اوہام خیالاتِ باطلہ ہی سہی لیکن انہی کا صدقہ ہی کہ قومیں علوم وفنون میں ہر جدید سی جدید تحقیق کے دریافت کرنے کی کوشش کرتی ہیں، اور تہذیب وتمدن میں ہر نفیس سے نفیس شے اختراع کرتی ہین،

دانیال لوزیار کہتا ہے کہ

"عجائب خانون اور لائبریریوں میں جو کچھ انسان کا فراہم کردہ سرمایہ جمع ہی اسکو جلادو، اور تمام بڑے بڑے آثار جو فنون اور ادیان کے نمونہاے صنعت ہیں، انکو ایک ایک کرکے توڑ ڈالو، تو انسان کے تخیل کی بنائی ہوئی کونسی چیز باقی رہے گی؟ لیکن قوموں کے نامور رہنما اور جادو بیان شعرا نفوس کے اندر آتشِ امید پھر نئے سرے سے مشتعل کر دیں گے، انسان امید کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن علم بھی امید کے اس مصابح کو فراہم نہیں کرسکتا، علم نے پچاس برس تک اس امانت کو اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہا، لیکن علم انسان کو آیندہ کے متعلق خیالی امیدیں دلانے میں ناکام رہا، کیونکہ اسکو فریب دینا اور جھوٹ بولنا نہیں آتا تھا،

Marfat.com

دیکھو گذشتہ صدی میں فلاسفہ نے اپنے زمانہ کے تمام دینی، سیاسی اور اجتماعی اوہام وتخیلات کو جو صدیوں سے ہمارے اجداد کے دستور العمل رہتے چلے آرہے تھے، مٹا دینا چاہا لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے، تو انھوں نے امید ورجا کے دروازوں کو بند کر دیا، اور خیال کے مٹ جانے کے بعد اب مردہ فطری قوتوں کی حکومت تمام دنیا پر قائم ہوگئی، جو نہ ضعیفوں پر شفقت کرتی ہین اور نہ بیکسوں پر ترس کھاتی ہین، اور گو ان قدیم اوہام کو مٹانے کے بعد فلسفہ بہت تیزی سے ترقی کرنے لگا، لیکن اپنی ترقی کے باوجود جماعت کے لئے ایسے خیالات فراہم نہ کرسکا، جو اسکی کلفتوں کو دور کرتے اور نا امیدی اور بیکسی کے عالم میں خوشنما امیدوں کا سبز باغ دکھلاتے جماعت کی مثال تو رینگنے والے کیڑے کی ایسی ہے کہ جہان اسکو روشنی دکھائی دی وہیں وہ دوڑ گیا، اسکے لئے تو امید کی مشعل ہونا چاہیئے جو اسکی رہبری کرے، پس اب جماعت نے جب یہ دیکھا کہ فلسفہ اسکے خیالی آرام وسکون کے اسباب فراہم نہیں کرتا تو وہ فلسفہ سے نا امید ہوکر تاجران بلاغت کی دوکانوں پر جو اپنے خطیبانہ انداز مین اس نادر اور کمیاب گوہر بیش بہا کو فروخت کرتے پھرتے تھے، عاجزی کیساتھ بھیک مانگنے دوڑی گئی، اور چونکہ وہ مین حقیقت کو چھوڑ کر لمع کے پیچھے ہمیشہ سرگرداں رہتی ہیں، اسلئے ان جادو بیان خطیبوں کا منتر جماعت پر چل گیا، اور اب وہ ان کی زر خرید کنیز بن گئی، زمانہ حال میں اشتراکیت کا اثر جو ترقی کر رہا ہے، اگر اس کے اسباب دریافت کرو تو پہلی نگاہ اس تخیل پر پڑے گی، جو مذہب اشتراکیت کا روح رواں ہے اور جسکی حقیقت کو اگرچہ علم نے کھول کر رکھدیا ہے، لیکن باوجود اسکے اس مذہب کا جادو لوگوں کو مسحور ضرور کرتیا ہے، بات یہ ہے کہ یہ مذہب اس وجہ سے اور زیادہ ترقی کر رہا ہے کہ اس مذہب کے داعی حقائق اشیاء سے ناواقف ہین، اور اپنی ناواقفیت کی بدولت لوگوں کو یہ امید

دلاتے ہیں، کہ اپنی زندگی میں وہ ابدی سعادت سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں، حالانکہ یہ فریب ہی، اور انسان کو کبھی اس حیاتِ فانی میں ابدی سعادت نصیب ہی نہیں ہو سکتی، لیکن اس وہم نے لوگون کے ذہنوں میں کچھ اسقدر رسوخ پیدا کر لیا ہی کہ اب اس نے ان قدیم اوہام کی جگہ حاصل کر لی ہی جو زمانۂ قدیم میں ہمارے اجداد کے دستور العمل تھے،

حاصل یہ ہے کہ جماعتیں اپنے دورِ حیات میں کبھی تشنۂ حقیقت نہیں ہوتیں، بلکہ ان پر ہمیشہ ان اوہام کا غلبہ ہوتا ہی، جو انکے مضطرب قلبوں کے لئے سامانِ امید فراہم کرتے ہین،

(۳)

تجارب کا اثر

صفحاتِ بالا میں ہم وضاحت کر چکے ہیں، کہ قومیں اپنے آبائی اور موروثی اوہام وخیالات کی کسدرجہ پابند ہوتی ہین، اور یہ اوہام وخیالات اسقدر مستحکم ہوتے ہیں، کہ انکو اپنی جگہ سے ہلانے میں اکثر ناکامیابی ہوتی ہی، لیکن اوہام کا یہ اثر وغلبہ صرف اسی وقت تک رہتا ہی جبتک واقعات وتجارب کی بدولت انکی بنیادین متزلزل نہ ہو جائیں، اوہام کی یہ مضبوط چٹانیں جو عملِ توارث کی بدولت صدیوں میں استحکام حاصل کرتی ہیں، واقعات وتجارب کا سیلان ہی صدیوں میں انکو کاٹ سکتا ہی، اور انسان کے ذہنوں کے اندر آبا واجداد کا متروکہ سرمایہ قدیم اوہام کی صورت میں جو بند محفوظ رہتا ہے، اسکو چشم زدن میں اگر کوئی چیز جلا کر خاک سیاہ کر سکتی ہی تو وہ واقعات وتجارب کی آتشِ عالم سوز ہے، غرض وہ عظیم الضرر اوہام جو ذہن انسانی میں مستحکم ہو گئے ہین، رفتارِ واقعات کی بدولت ان کا استحکام خاک میں ملجاتا ہی، انکی مضرتین کھل جاتی ہیں، اور صدیوں کا بنا بنایا کھیل دم کے دم میں بگڑ جاتا ہی،

Marfat.com

لیکن یہ تجارب جو اوہام کے استحکام کو نقصان پہنچاتے ہیں، ان کے اثر و فعل کرنیکے لئے بھی دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے،

۱۔ تجارب جسقدر زیادہ عمومیت لئے ہوئے ہونگے اسی قدر زیادہ وہ اوہام کے اثر کو مٹا سکینگے،

۲۔ تجارب بار بار وقوع پذیر ہون، تاکہ خوب اچھی طرح وہ اوہام کے اثر کو مٹا سکین،

ان دو شرطوں میں سے دوسری شرط نہایت اہم ہے، اور اوہام کے مٹنے کے لئے واقعات کے مکرر وقوع پذیر ہونے کی اسقدر ضرورت ہوتی ہے کہ بسا اوقات ایک صدی کے واقعات دوسری صدی کے لوگوں کیلئے بالکل سرمایۂ عبرت نہیں ہوتے، اور یہی وجہ ہے کہ تاریخی واقعات سے کسی بات پر استدلال کرنا بالکل بیکار ہوتا ہے، گذشتہ زمانہ کے تاریخی واقعات کی اگر کوئی قدر و قیمت ہماری نگاہ میں ہو سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ ان سے صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے، کہ تجارب کے مؤثر اور کارگر ہونے اور نفوس جماعت میں جو اوہام راسخ ہو گئے ہین، انکے مٹانے کیلئے تجارب کے بار بار وقوع پذیر ہونیکی کسقدر ضرورت ہوتی ہے،

موجودہ صدی اور اسکے پیشتر کی صدی میں ایسے ایسے ہولناک واقعات کا ظہور ہوا ہے جنکی کوئی دوسری نظیر صفحاتِ تاریخ میں نہیں مل سکتی اور شاید کسی زمانہ میں ایسے ہولناک واقعات کا ظہور نہ ہوا ہوگا، اسلئے مورخین ضرور ان ہولناک واقعات کا بار بار تذکرہ کریں گے، اور یہ دو صدیاں ہمیشہ انسان کی تاریخ میں اس بات کے لئے یادگار رہین گی، کہ انسان کے سیاسی اور اجتماعی حالات میں جن واقعات نے انقلاب کر دیا ان کا ظہور ان ہی دو صدیوں میں ہوا ہے،

ان عجیب تر واقعات میں سے جو گذشتہ صدی میں گذر چکے ہیں، ایک واقعہ انقلابِ فرانس کا ہے، اس واقعہ میں محض اس بات کا تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے کہ

Marfat.com

کوئی قوم صرف عقلی اصول کی پابندی کرکے نئے سرے سے زندہ کیجا سکتی ہے یا نہیں، ہم کو مسلسل بیس سال تک تمام ممالکِ یورپ میں انقلاب اور شورش کی آتشِ سوزان کو مشتعل کئے رہنا پڑا جسمیں سیکڑوں بیگناہوں کا خون ہوگیا، پھر اسکے بعد پچاس برس کی مدت میں دو کمزور تجربوں کے ذریعہ سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ شاہانِ وقت جن قوموں کو بلندی پر لیجانا چاہتے ہیں ان پر وہ سخت مشقتوں کا بار ڈالدیتے ہین، اور باوجودیکہ یہ دونوں تجربے اپنے مقاصد میں کامیاب رہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید طمانیت اور سکون پیدا کرنیکے لئے ناکافی ثابت ہوئے ان میں سے پہلا تجربہ تو وہ تھا کہ جسمیں سیکڑوں جانوں کے نقصان کیساتھ اجنبی حملے کے مصائب بھی ہمکو برداشت کرنا پڑے، اور دوسرے تجربہ میں ہمارے ملک کا ایک حصہ بھی ہم سے جدا ہوگیا، اور ایک باقاعدہ اور دوامی لشکرِ جرار کے رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی، اور تیسرے تجربہ کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے حاصل یہ کہ جس آخری جنگ نے ہماری فراہم کردہ دولت کو برباد کرڈالا، اسکی اہمیت اسوجہ سے اور زیادہ بڑھ گئی ہے، کہ فرانسیسیوں کا یہ اعتقاد جو جرمن افواج کی بابت مدتوں سے قائم تھا کہ اسکی حیثیت جیش ٹی (نیشنل گارڈ) سے زیادہ نہیں اسکی اچھی طرح قلعی کھولدی گئی ہے[1]

[1] اس مسئلہ کے متعلق ہماری ملک کی رائے عام جن واقعات پر مبنی تھی، انکی حقیقت سے لوگ عام طور پر ناواقف تھے، بات یہ تھی کہ ان دنون ہمارا جیش ٹی (نیشنل گارڈ) معمولی حرفت پیشہ اصحاب سے مرکب تھا جو فوجی نظام اور ڈسپلین سے ناآشنا محض تھے اس بنا پر لوگوں کے ذہن میں یہ خیال راسخ تھا کہ جرمنی کا جیش ٹی بھی اسی قسم کا ہوگا اور چونکہ اس قسم کی فوج کے خیال سے انکو خوف بھی کچھ نہ تھا اسلئے جماعت کو اپنے اس غلط خیال پر اصرار تھا، موسیو ٹیرس نے ۱۳ دسمبر ۱۸۹۷ء کو پارلیمنٹ میں جو اسپیچ دی اسکا ایک جملہ موسیو اولیفیہ نے اپنی ایک جدید المطبع کتاب میں نقل کیا ہے، موسیو ٹیرس گو اپنے زمانہ کا بہت بڑا سیاست داں تھا تاہم اسے عام کا اسقدر پابند تھا کہ کہتا ہے کہ "جرمنی کے پاس باقاعدہ فوج کے علاوہ جسکی تعداد ہماری افواج کی تعداد کے مساوی ہے صرف ایک قومی گارڈ ہے جیسا کبھی ہمارے پاس بھی تھا اور جسکو کوئی اہمیت حاصل نہیں" موسیو ٹیرس کے اس خیال کی وہی وقعت ہوسکتی ہے جو اسکے اس خیال کی ہوتی یعنی جسنے ریلوے کی بابت ظاہر کیا تھا، (مؤلف)

اسی طرح جو قومیں وطنی تجارت کی اس غرض سے حامی ہیں کہ اجنبی تجارت کا دروازہ مسدود کر دیا جائے، انکے سامنے ہم اگر دلائل و براہین پیش کرنا چاہیں تو ان تمام ناخوشگوار واقعات کو دہرانا پڑے گا، جو بیس سال کی مدت میں ہماری تجارت کے خلاف وقوع میں آئے ہیں،

(۴)

عقلی استدلال کا اثر

اگر ہمیں یہاں یہ بتانا نہ ہوتا کہ نفوسِ جماعت عقلی استدلال سے بالکل اثر پذیر نہیں ہوتے، تو شاید جماعت کے موثراتِ قریبہ کے ضمن میں اس بحث کا لانا ہی بیکار ہوتا، ہم اس سے قبل بھی متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں، کہ براہین و ادلّہ سے جماعت مطلقاً اثر پذیر نہیں ہوتی، بلکہ جماعت پر اگر کسی عقلی استدلال کا اثر ہوتا بھی ہے، تو صرف اس استدلال کا جو اشیاء کی سطحی مماثلت پر مبنی ہوتا ہے اور جسکی منطقی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہوتی اور اسی بنا پر جو خطیب جماعت کو متاثر اور مسحور کرنا جانتا ہے وہ کبھی کسی امر کے متعلق جماعت کی عقل سے فتوی نہیں مانگتا، بلکہ ہمیشہ وہ جماعت کے شعور سے فیصلہ طلب کرتا ہے،[1]

---

[1] جماعت پر اثر ڈالنے کے بارے میں قواعد منطقی اور اصول عقلی کو جو ضعف حاصل ہے اسکی ایک بین مثال محاصرۂ پیرس کے زمانہ میں خود میرے مشاہدہ سے گذری، میں نے ایک روز کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک فوجی کمانڈر کو سرائے لوفر کیجانب جو اندنوں مرکز حکومت تھا کھینچے لئے جا رہے تھے، لوگ جو اسکے گرد تھے غصہ میں بھرے ہوئے تھے، اور اس کمانڈر کا جرم یہ بتاتے تھے کہ یہ غنیم یعنی جرمنوں کو مدد پہنچانیکی غرض سے ایک قلعہ کا فوٹو لے رہا تھا، یہ لوگ محل کے دروازے پر پہنچے ہونگے کہ اتنے میں دروازہ کے اندر سے حکومت کا ایک ممبر نکلا جو بلند آواز خطیب بھی تھا اور اُسنے لوگوں کو شور و غل مچاتے دیکھکر اصل واقعہ دریافت کیا، میں اس خیال میں تھا کہ شاید یہ اس فوجی افسر پر سے الزام دفع کرنیکے لئے اس مجمع کو یہ تشفی بخش جواب دیگا کہ یہ جرم درحقیقت اس شخص کا نہیں ہے بلکہ یہ جرم فوٹو گرافروں کی ایک جماعت کا ہے جنھوں نے اس قلعہ کے فوٹو لئے جو شہر کے ہر دوکاندار کے پاس موجود ہیں لیکن مجھ کو سخت حیرت ہوئی جب میں نے اسکو یہ کہتے سنا کہ "اچھا اس شخص سے بازپرس کیجائیگی اور حکومت اس معاملہ کی تحقیقات کرکے اس شخص کو سزا دیگی" اسکا یہ کہنا تھا کہ شورش دفع ہوگئی اور مجمع متفرق ہوگیا، لیکن اسکے بعد میں نے دیکھا کہ ایک یا دو گھنٹے کے بعد وہ مجرم بھی محل سے اپنے گھر صحیح و سالم واپس گیا، اس واقعہ میں اگر خطیب مجمع کے سامنے دلائل منطقیہ پیش کرتا تو شاید وہ خود بھی اس مجمع کے سامنے سے جانبر نہ ہو سکتا۔ (مؤلف)

Marfat.com

جماعت کو کسی حقیقت کے سمجھانے اور کسی امر کے متعلق مطمئن کرنے کے لئے خطیب کو اپنے خطبہ میں جن باتوں کے ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

۱- خطیب کو ان خاص خاص احساسات، جذبات اور اعتقادات کا علم حاصل کرنا چاہئے، جن میں جماعت کے شعور کو بیدار کرنے کی قوت موجود ہو،

۲- پھر ترتیب بیان میں خطیب کو اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے، کہ حتی الامکان وہ اپنے مافی الضمیر کو ایسی سادہ مثالوں اور تشبیہات کے ذریعہ سے ادا کرے جو کسی واقعہ یا کسی شے کا ایک موثر نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ دیں،

۳- پھر خطیب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خطبہ دیتے وقت ہر لمحہ یہ اندازہ کرتا رہے کہ اس کے کلام کا سامعین پر کیا اثر پڑتا ہے کہ ضرورت کے وقت وہ برمحل فوراً اپنے کلام میں تغیر کر سکے، خطبہ دیتے وقت نفوسِ سامعین میں جو اثر پیدا ہوتا ہے، اور جسکی بنا پر اکثر خطیب کو اپنے کلام میں تغیر کرنا پڑتا ہے، اس سے ہمیں اس بات کی وجہ بھی معلوم ہو جاتی ہے، کہ قبل سے تیار کیا ہوا خطبہ سامعین پر کیوں اثر نہیں کرتا، ؟ کیونکہ اس صورت میں خطیب کو سامعین کی حالت نظر انداز کر کے اپنے فراہم کردہ افکار و خیالات کا پابند ہو جانا پڑتا ہے، اور اسی لئے سامعین ان افکار و خیالات سے بالکل اثر پذیر نہیں ہوتے، لیکن منطقین جو پر زور دلائل منطقیہ سے کسی امر کے ثابت کرنے کے عادی ہو گئے ہیں ان سے جماعت کو مخاطب کرتے نہیں بنتا، کیونکہ وہ ہمیشہ خطابت کے مذکورۂ بالا اصول کو نظر انداز کر کے اپنے دعووں کو منطقی دلائل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، جو جماعت کے لئے بالکل بیکار ہوتے ہیں، اور جن سے جماعت ذرہ برابر اثر پذیر نہیں ہوتی، اور اسی بنا پر منطقین کو تعجب ہوتا ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ انکے پر زور دلائل جماعت کے اثر پذیر کرنے میں بالکل قاصر ہیں، منطقین کا یہ دعوی ہے، کہ

Marfat.com

وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں جس قسم کے دلائل پیش کرتے ہیں، ان کا فیصلہ اسقدر ناطق اور بدیہی ہوتا ہے، کہ اگر بیجان مادّہ کو بولنے اور بات چیت کرنے کی قدرت ہوتی تو وہ بھی ان دلائل کی قوت کو تسلیم کر لیتا، ان کا یہ قول بیشک صحیح ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ مادہ اور جماعت دونوں اس بات میں یکساں ہیں، کہ منطقی دلائل کا تسلیم کرنا تو کجا وہ ان دلائل کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے، جسے ہماری بات کا یقین نہ آتا ہو، وہ کسی وحشی انسان یا کسی بچہ کے سامنے منطقی استدلال پیش کر کے دیکھ لے، معلوم ہو جائے گا، کہ وہ اپنے اس طرز سے جماعت کے ساکت کرنے میں کسقدر قاصر ہے،

اچھا اسکو جانے دو، ایک وحشی کے سامنے شعور و احساس کے مقابلہ میں عقلی دلائل کو پیش کر کے تجربہ کرنے کی ضرورت نہیں، ہمارے دعوے کے ثابت کرنیکے لئے یہی بات کیا کچھ کم ہے، کہ ایک عرصہ تک وہ مذہبی اوہام و خیالات جو عقلی اصول کے خلاف تھے، دنیا کی عقلوں پر مسلّط رہے، اور تقریباً دو ہزار سال لمبی مدت تک دنیا کی روشن عقلیں ان ہی خیالات کے زیر فرمان رہیں، یہانتک کہ کہیں اس صدی میں آکر انکی صحت و عدم صحت کے متعلق بحث و تحقیق کا دروازہ کھولا گیا، قرونِ وسطیٰ اور نہضتِ جدیدہ کے ابتدائی دور میں گو روشنخیال لوگ بکثرت موجود تھے، لیکن باوجود اسکے کسی عقلی دلیل کی بنا پر انکے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں گذرا کہ ان کے زمانہ کے مذہبی اوہام و خیالات بالکل غلط ہیں اور جادوگروں کے جلائے جانے اور شیطان کے بہکانے وغیرہ کے متعلق ان لوگوں نے زبان تک نہ ہلائی، اسکی وجہ یہی تھی کہ جماعت اپنی بے عقلی کی بدولت جن اوہام و خیالات کے زیر فرمان تھی، ان کے غلبہ کی بنا پر خود ان روشنخیال لوگوں کو انکی بابت کوئی شک و شبہہ پیدا ہی نہیں ہوتا تھا، لیکن اب سوال یہ ہے کہ جماعت عقلی اصول کی پیروی جو نہیں کرتی تو کیا اس قوم کی

Marfat.com

عام ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے،؟

اس سوال کے جواب میں مجھے صرف یہ کہدینا کافی معلوم ہوتا ہے، کہ قوموں نے آجتک جن احساسات ومشاعر کے ماتحت رہکر عظیم الشان ترقیان حاصل کی ہین، وہ جادہ عقل سے کتنے ہٹے ہوئے ہین، لیکن باوجود اس کے قوموں کے عظیم الشان انقلابات اور تغیرات میں انہی احساسات ومشاعر کو ہمیشہ دخل رہا ہی، بلکہ میرا خیال یہ ہی کہ اگر انسانی تمدن کی بنا ان احساسات ومشاعر پر نہ ہوتی تو شاید انسان کو یہ عظیم الشان ترقیان بھی نصیب نہ ہوتین،

حقیقت یہ ہے کہ ہر قوم اپنی عقلی سطح کی تہ میں چند قوانین مضمر رکھتی ہے، جو اسکے انجام اور مآل کار کا فیصلہ کرتے ہیں، اور قوم ایک بیشعوری کی حالت میں ان ہی نوامیس اور قوانین کے زیر فرمان ہوتی ہی، البتہ ان مخفی قوانین اور پوشیدہ قوتوں کے متعلق ہمارا علم بہت کمزور ہوتا ہے، اور ان مخفی رازوں کے انکشاف کا یہ طریقہ نہیں کہ ہم کسی قوم کے تاریخی ادوار میں ایک ایک جزئی واقعہ کے اسباب وعلل کی جستجو کرین، بلکہ جبتک اس قوم کے تاریخی دور پر ایک عام نظر دوڑاکر بڑے بڑے انقلابات اور عظیم الشان تاریخی حوادث کے اسباب وعلل کو دریافت نہ کیا جائے، اسوقت تک ان مخفی قوتوں کا پتہ نہیں لگتا، جو قوموں کی تاریخ مین جدید باب کا اضافہ کرتی ہیں،

کیا یہ عقل میں آنے کی بات ہے کہ ایک جاہل زرگر گلیلو نامی تاریخ میں اتنی عظیم الشان شہرت حاصل کرتا ہی، کہ اسکے نام پر دنیا میں تمدن کا سنگ بنیاد رکھا جاتا ہی، پھر کیا یہ کسی کے اندیشہ میں گذر سکتا تھا کہ عرب کے خانہ بدوش وحشی اپنے بے برگ وگیاہ صحراؤں سے اکیا رنگی اُمنڈ امنڈ کر نکلیں گے اور یونانیوں اور رومیوں کی دریافت کردہ دنیاے قدیم کے ایک وسیع حصہ میں ایسی زبردست حکومت قائم کرین گے جو ہیبت وشوکت میں سکندر کی

Marfat.com

حکومت سے بھی بڑھ کر ہوگی، پھر بالآخر یہ کس کو گمان تھا کہ ایک حقیر سپاہی یورپ میں پیدا ہوگا، اور ایک باقاعدہ چھوٹی سی فوج لیکر دنیا کی زبردست قوتوں پر فتوحات حاصل کرکے تاریخ میں ایک زرّین یادگار چھوڑ جائے گا،

ہاں بس عقل کو حکماء اور فلاسفہ کے لئے چھوڑ دو، وہ اپنے حجروں کے اندر بیٹھے بیٹھے خاموشی کے ساتھ خیالی تک بندیاں کیا کریں، اور ان سے قوموں کے معاملات میں مداخلت کی درخواست مت کرو، کیونکہ اکثر اوقات علی رغم عقل انسان کی ذہنی دنیا میں ان احساسات ومشاعر کا زور ہوتا ہے جو باوجودیکہ اصول عقلی کے سخت خلاف ہوتے ہیں، مگر تمام تمدنوں اور تہذیبوں کا سنگ بنیاد ہمیشہ ان ہی مشاعر واحساسات پر رکھا جاتا ہے، مثلاً انکا رلذات ایمان بالدین، حبّ مجد، حبّ وطن وغیرہ وغیرہ،

کی طرح ہوتی ہی، کہ یہ قائد اسے جدھر چاہتا ہے، پھیرتا ہے،

لیکن لیڈر کے لئے جو بات سب سے ضروری ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ قبل اسکے کہ قیادت کی مسند پر وہ اپنے لئے جگہ حاصل کرے، کچھ دنوں وہ جماعت کے دیگر افراد کی طرح مقتدیوں اور مقلدوں کی صف میں رہ کر دوسرے لیڈروں کی فرمانبرداری کر چکا ہو، یا جس خیال کی جانب اب وہ لوگوں کو بلا رہا ہے، وہ خود اس خیال کو اپنے ذہن و دماغ پر اس طرح مسلط کر چکا ہو کہ اب اس کے دماغ میں بجز اس ایک خیال کے جس کی وہ اشاعت کر رہا ہی، کوئی اور خیال باقی نہ رہا ہو، اور اس خیال کے خلاف جتنے خیالات ہیں، وہ سب اسکو باطل اور وہم نظر آنے لگے ہوں، جبتک قائد اس رتبہ کو حاصل نہیں کر لیتا ہے، اسوقت تک اس میں قیادت کی صلاحیت اور اہلیت نہیں پیدا ہوتی ہی، روسبیر نے جو انقلاب فرانس کا بانی تھا، اپنے خیالات کی اشاعت جب شروع کی ہی، تو اس سے پہلے وہ خود اپنے تئیں روسو کے خیالات میں بالکل محو کر چکا تھا،

لیکن اپنے تئیں کسی خیال میں محو کر دینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ قائد غور و فکر کے ذریعہ سے اپنے خیالات میں پختگی پیدا کرے، کیونکہ قائد کے لئے جس بات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہوتی ہے، وہ غور و فکر کی عادت نہیں بلکہ عمل کی عادت ہی، اور اگر قائد بجائے عمل کے غور و فکر کی عادت ڈالے تو اس کے ذہن میں شکوک پیدا ہونے لگیں، اسکے ارادہ میں تزلزل و رخنہ پیدا کر دے، اور اس کا جوش سرد پڑ جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قائد اپنے اس خیال میں جس کی وہ اشاعت کر رہا ہی، اسقدر پختہ ہو گیا ہو، کہ باوجود موانع اور مصائب کے حائل ہونے کے وہ ہر وقت اپنے خیال کی اشاعت اور اپنے مقصد کی دعوت میں سرگرم رہے، دنیا کا خوف، حکومت کا ڈر، جان و مال کی محبت، اعزا و اقربا کی ملامت

Marfat.com

غرض دنیا کی کسی مصیبت کا خیال اسکو اپنے مقصد کی دعوت سے کسی وقت باز نہ رکھ سکے،
حاصل یہ ہے کہ قائد کے لئے کچھ یہ ضروری نہیں، کہ ذہن وذکاوت میں کوئی اس کا ہمسر نہ ہو،
بلکہ قائد کے لئے جس بات کی ضرورت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا عزم اس قدر پختہ ہو کہ
کوئی طاقت اس کے ارادہ کو اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے، اور یہی وجہ ہوتی ہے، کہ قائدین جماعت
عموماً ایسے افراد سے نکلتے ہیں، جنکے اعصاب مریض اور جن کے قوائے عقلی مختل اور قریب بجنون
ہوتے ہیں، اعصاب کی بے حسی انکے جذبات کو مردہ کر دیتی ہے، اور قوائے عقلی کا اختلال انکو
غور وفکر کی اجازت نہیں دیتا، اور اسی وجہ سے انکا اعتقاد اسقدر پختہ ہوتا ہے کہ کوئی دلیل
نہ ان کے خیال کو باطل کر سکتی ہے، اور نہ کوئی حجت ان کے خیال کو پلٹ سکتی ہے، تحقیر و
تذلیل سے اثر پذیر ہونا تو درکنار، یہ باتیں اپنے خیال میں اور انکو پختہ اور مضبوط کر دیتی ہیں، اپنے
خیال کی دھن میں انکو نہ اپنی جان کی پروا رہتی ہے، نہ خاندان اور مال کی اور نہ وہ اپنی ان
خدمتوں کے صلہ میں قوم سے کوئی اجر طلب کرتے ہیں، بلکہ الٹے وہ اپنے تئیں قوم پر
سے نثار کر دیتے ہیں، اور ان کی قوتِ اعتقادی ان کے الفاظ میں حیرت انگیز اثر اور
رعب پیدا کر دیتی ہے،

لیڈروں کے یہ اوصاف جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا، اسقدر کمیاب اور نادر ہوتے
ہیں، کہ گو تاریخ دعوی کرتی ہے، کہ عموماً ہر قوم میں کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی قائد
ضرور پیدا ہوا ہے، لیکن نظرِ انصاف سے دیکھو تو بہت کم قائد ایسے نکلیں گے، جو واقع میں قیادت
کی اہلیت رکھتے ہوں، بلکہ اسکے خلاف قائدین کی فہرست میں تمھیں ایسے لوگ بھی نظر پڑیں گے
جو اپنے موثرانہ خطبوں اور اپیلوں کے ذریعہ سے لوگوں کو مسحور کرتے تھے، اور اس کے
بعد اپنے ذاتی اغراض لوگوں کو دھوکہ دے دے کر حاصل کرنا چاہتے تھے،

Marfat.com

اور گو ان کا نفوذ ان تدبیرون سے بڑھ جایا کرتا تھا، مگر آخر ملمع کہانتک اصلی حقیقت کو چھپا سکتا ہے کبھی نہ کسی وقت انکو ناکامی ہوتی تھی، ہان البتہ وہ لوگ جو نفوسِ جماعت پر قابو پاکر جماعت کی تحریک کے باعث ہوے ہیں، مثلاً سینٹ بطرس، لوتھر، سافونا رول اور قائدین انقلابِ فرانس، یہ لوگ بھی نفوسِ جماعت کو اپنی جانب مائل کرنے میں اسوقت تک کامیاب نہ ہوئے، تاوقتیکہ انھوں نے اپنے اپنے خیالات میں پختگی اور اپنے ارادہ میں استحکام نہ پیدا کرلیا، لیکن جب ایک مرتبہ ان کو کامیابی حاصل ہوگئی، تو پھر انھوں نے نفوسِ جماعت میں وہ زبردست اعتقاد پیدا کردیا، جس کے باعث انسان اپنے خیال کا غلام بن جاتا ہی،

پس قائدینِ جماعت کا وظیفۂ عمل صرف یہ ہوتا ہے، کہ وہ نفوسِ انسانی میں اعتقاد اور قوتِ ایمان پیدا کردیتے ہیں، اور یہی بات ہے کہ قائدین کا اثر اپنی جماعتون پر نہایت قوی ہوتا ہے، کیونکہ قوتِ ایمان ایک ایسی قوت ہی، کہ جس شخص میں پیدا ہوجاتی ہی، اوسکی قوت میں دس گنا اضافہ ہوجاتا ہے، انجیل میں بہت صحیح آیا ہی، کہ قوتِ ایمانی پہاڑون کو اپنی جگہ سے ہلا سکتی ہے، جو لوگ انقلاباتِ تاریخی کے باعث ہوئے ہیں، وہ چند مسکین اور ایماندار لوگ تھے، جنکی قوتِ ایمانی نہایت مضبوط و مستحکم تھی، یہ فلاسفہ کے بس کی بات نہیں کہ کسی ایسے مذہب کی ایجاد کرین، جو لوگوں کے قلوب پر غلبہ حاصل کرلے، یا ایسی بڑی بڑی حکومتون کی بنیاد ڈالیں، جو دنیا کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک پھیلی ہوئی ہین،

لیکن یہ اوصاف جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا، صرف قوموں کے ان بڑے بڑے لیڈرون اور رہنماؤن میں پائے جاتے ہیں، جو شاذونادر کبھی کبھی پردۂ وجود پر ظاہر ہوتے ہین، لیکن ان کے بعد پھر ایسے لوگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہی، جو کسی قہوہ خانے میں کھڑے ہوکر چند

ایسے جملون کی تکرار شروع کر دیتے ہین، جن کے معنون سے وہ خود اگرچہ واقف نہیں ہوتے، لیکن اتنا جانتے ہیں، کہ اگر ان الفاظ اور جملوں کے مطابق عمل کیا گیا، تو ان کی تمام امیدین پوری ہو جائیں گی،

انسان کی حالت یہ ہے کہ جب وہ جماعت میں شامل ہوتا ہی، تو اسے کسی نہ کسی لیڈر کی اطاعت کرنا پڑتی ہے، کیونکہ جماعت میں اگر افراد اس قابل نہیں رہتے کہ اپنے پیشہ یا کاروبار کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں اتنی مستقل رائے قائم کرین، بلکہ طبقۂ عوام کے افراد کی حالت تو یہ ہوتی ہی، کہ جہاں انھون نے اپنے پیشہ یا کاروبار سے فرصت پائی بس تمام افکار و خیالات ان کے دماغ سے نکل گئے، اور اب وہ اپنے لیڈر کے قبضہ میں ہیں، وہ ان کو جدھر چاہتا ہے، گھماتا ہی، اور یہ اسکی اطاعت کرتے ہیں، لیکن کبھی لیڈرونکے قائم مقام روزانہ اخبارات اور رسائل ہوا کرتے ہین، جو روزمفید خیالات اور پر اثر جملوں سے اپنے ناظرین کی ضیافتِ طبع کرتے، اور رائے عام کی قیادت کا فرض انجام دیتے ہیں،

لیکن قائد کے اثر و نفوذ کے لئے ایک یہ شرط بھی لازمی ہے، کہ قائد مطلق العنان اور مجسمۂ استبداد ہو کر اور اسکی قوت و غلبہ کے سامنے جماعت سپر انداز ہو جائے، اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ کاروباری اور مزدوری پیشہ طبقہ بعض ایسے لیڈروں کے زیرِ فرمان ہوتا ہے، جنمیں گو کوئی خاص بات نہیں ہوتی، لیکن ان کا استبداد اور ان کا غلبہ لوگوں کو اس طرح مقہور کر لیتا ہی کہ یہ لیڈر اپنے ہم پیشہ طبقہ کے اوقاتِ عمل کی تحدید کرتے ہیں، مناسب شرحِ اجرت مقرر کرتے ہیں، اسٹرائیک اور شورشیں برپا کراتے ہیں، اور پھر ان شورشوں کو خود ہی فرو بھی کرا دیتے ہیں،

زمانۂ حال میں جب سے لوگوں کو حکومتوں کی کارروائیوں میں نکتہ چینی کرنے کی

Marfat.com

اجازت دیدی گئی ہی، اسوقت سے اس قسم کی شورش برپا کرنے والے لیڈر جو اپنی اپنی جماعتوں میں ممتاز اور صاحبِ اثر ہوتے ہیں، اسقدر فرعون بے ساماں ہوگئی ہیں، کہ جماعتیں اب حکومت سے زیادہ اِن لیڈرون سے ڈرتی اور حکومت سے زیادہ انکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہیں، یہانتک کہ اگر کسی اتفاقی حادثہ کے باعث کسی اسٹرایک کرنے والی جماعت کا رئیس و قائد جماعت کی نظرون سے غائب ہوجاتا ہی، تو جماعت فوراً پراگندہ اور منتشر ہوجاتی ہی، کیونکہ اب اس جماعت کا وہ قائد ہی نہیں رہا، جو تمام تحریکات کا بانی تھا، پیرس میں ابھی کچھ عرصہ ہوا، ایک کمپنی کے مزدوروں نے اسٹرایک برپا کی، اس تحریک کے سرغنہ دو شخص تھے، جب وہ دونون گرفتار کرلئے گئے، تو اسٹرایک کا بھی خاتمہ ہوگیا، اس سے معلوم ہوا کہ نفوسِ جماعت میں جس قسم کے شعور کے پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ حریت اور آزادی کا حس نہیں، بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کا شعور ہے، اور جماعت فطری طور پر ہر اس شخص کی فرمانبرداری کے لئے تیار رہتی ہے، جو اپنا اثر جماعت پر قائم کرلیتا ہی،

لیکن قائدین جماعت کی ہمیشہ دو ممتاز قسمیں ہوتی ہین،:-

۱- ایک قسم کے قائد وہ ہوتے ہین، جنکا ارادہ گو مضبوط اور مستحکم ہوتا ہی، لیکن جن کے ارادہ کی پختگی عارضی اور وقتی ہوتی ہے، یہ درجہ دوم کے قائد ہین، جو اکثر قوموں میں ظاہر ہوتے ہیں، یہ قائد خود بھی شجاع اور بہادر ہوتے ہیں، اور بزدلوں کو بھی شجاع بنادیتے ہین، فرانس میں نائی اور مورات ایسے ہی لوگ گذرے ہیں، اور ہمارے زمانہ میں گریبالڈی کس پایہ کا شجاع اور صاحبِ عزم ہوا ہے، کہ ایک تھوڑی سی جماعت کو ساتھ لیکر اس نے نیپلز کے صوبہ کو فتح کرلیا، حالانکہ اس کے مقابلہ پر جو فوج تھی، وہ تعداد اور خوش ترتیبی میں گریبالڈی کی فوج سے بدرجہا فائق تھی،

Marfat.com

لیکن باوجودیکہ اس قسم کے قائدین کا عزم نہایت پختہ اور مضبوط ہوتا ہے، تاہم انکے مضبوط ارادون میں اکثر اسوقت تزلزل واقع ہوجاتا ہے جب ان کا وہ مقصد جسکی خاطر انھون نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا، حاصل ہوگیا ہو، بلکہ اکثر ایسا ہوا ہے، کہ جب اِن لیڈرون نے اپنی اصلی حالت کی جانب عود کیا ہے، تو وہ بالکل کمزور اور ضعیف الارادہ پائے گئے ہین، یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے قائدین اسوقت تک اپنے فرائض منصبی نہیں ادا کر سکتے، تا وقتیکہ ان کے اوپر بھی خود کوئی خاص خیال یا کوئی خاص طاقت مسلّط نہ کر دیگئی ہو۔

۲۔ ان قائدین کے مقابل میں ایک دوسرا گروہ اور ہے، جنکا ارادہ درجۂ دوم کے قائدین کی طرح وقتی اور تغیر پذیر نہیں ہوتا، بلکہ یہ قائدین اپنی مضبوط قوتِ ارادی کے بل پر عظیم الشان سلطنتوں اور قوی الاثر مذاہب کی بنا ڈالتے ہین، جنکا اثر و غلبہ اِن قوّاد کے مرنے کے بعد بھی مدتوں قائم رہتا ہے، سینٹ پال[1]، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کرسٹاف کولمبس، ڈولیسپس اپنے اپنے زمانہ میں اسی طرح کے لوگ ہوئے ہیں، اس قسم کے قوّاد کی حالت یہ ہوتی ہے کہ خواہ ذہن و ذکاوت میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے وہ کتنے ہی گرے ہوئے ہون لیکن دنیا ہمیشہ ان کے قبضہ میں رہتی ہے، کیونکہ مضبوط عزم ایک ایسا ملکہ ہے، جو اگرچہ نادر الوجود ہے، تاہم جس شخص میں پیدا ہوجاتا ہے، تمام دنیا اس کے قدمون پر گر پڑتی ہے، البتہ چونکہ لوگ اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ اس مضبوط عزم کے پردے میں کونسی طاقت پوشیدہ ہوتی ہے، اسلئے وہ ان قائدین کے کارنامے دیکھ دیکھ کر حیرت میں پڑجاتے ہیں

[1] سینٹ پال کولمبس، ڈولیسپس گو اپنے زمانہ میں کتنے ہی نامور ہوئے ہوں لیکن ہم مسلمانوں کے عقیدہ میں کبھی ان ناموروں کو وہ رتبہ حاصل نہیں ہوسکتا، جو پیغمبر اسلام اور دیگر ہمپیران مذاہب کو حاصل ہے، (مترجم)

Marfat.com

مضبوط ارادہ اور پختہ عزم کی اگر کوئی تازہ ترین مثال تلاش کرنا چاہو، تو اس نامور شخص کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرو، جس نے اپنی ہمت اور ارادہ سے ایسا کام کر دکھایا جس کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کی ہمتیں پست ہو گئی تھیں مضبوط عزم اور پختہ ارادہ کی بدولت بعض اوقات جن خوارقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے، ان کی ایک تازہ ترین مثال براعظم ایشیا اور براعظم افریقہ کے درمیان نہر سویز کے جاری کرنے کا واقعہ ہے، اس واقعہ کی تفصیل میں ڈاکٹر کزالیس کی زبانی ناظرین کو سناتا ہوں، ڈاکٹر کزالیس شروع سے آخر تک اس واقعہ میں شریک رہا ہے، اس کی زبان سے واقعات کی اصلی حقیقت کا خوب انکشاف ہو سکے گا، وہ لکھتا ہے :-

"ڈولسیس کبھی کبھی مجھ سے افتتاحِ نہرِ سویز کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کیا کرتا تھا، اس نے مجھ سے یہ تمام واقعات بیان کئے، کہ اس نے اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں کتنی مصیبتیں برداشت کیں، کیونکر اس نے محال کو ممکن کر دکھایا، اور کیونکر اس نے اس ناامیدی کا مقابلہ کیا، جو کبھی کبھی اس پر مستولی ہو جاتی تھی، وہ بیان کرتا تھا کہ اس تجویز کے خلاف انگلستان سے اکثر صدائیں بلند ہوا کرتی تھیں، فرانس اور مصر بالکل الگ اور خاموش تھے، مگر مصر کا فرانسیسی مشیر مال سب سے زیادہ اس تحریک کا مخالف تھا، یہانتک کہ جب اس نے دیکھا کہ مزدور اس کا کہنا نہیں مانتے، تو اس نے پانی بند کر دیا، اور اس طرح اس نے مزدوروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ کام کرنے سے انکار کر دیں، ان تمام مخالفانہ صداؤں اور شور و غل کے علاوہ فرانسیسی وزیر جنگ اور تمام انجینیروں اور تمام باخبر اور اہلِ علم لوگوں کو یقین تھا، کہ ناکامی لازمی

Marfat.com

اور حتی ہے، یہان تک کہ ناکامی کے متعلق اکثر پیشینگوئیاں بھی کی گئیں لیکن آخر کار دنیا نے دیکھ لیا، کہ جس تجویز کے متعلق تمام دنیا نے ناممکن ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا، اسکو عملی جامہ کس طرح پہنایا گیا،

غرض مختصر یہ کہ صفحاتِ تاریخ میں درجۂ اوّل کے قائدین کی فہرست اگر تلاش کیجائے، اور اُن قائدین کے اسماء ڈھونڈے جائیں جنکا عزم و ارادہ غیر متزلزل و مصمّم ہوا ہے، تو شاید قائدین کی فہرست میں اس قسم کے اسماء تو کم نکلیں گے لیکن اِن کمیاب اور نادر الظہور افراد کا وصفِ امتیازی جو صفحاتِ تاریخ میں نمایاں رہا ہے، یہ ہے، کہ اُن قوّاد نے ہمیشہ ادوارِ تاریخ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے،

(۲)

لیڈرون کے وسائلِ تاثیر و عمل،

قائدینِ جماعت جن کے خصائص کا اوپر تذکرہ گزر چکا نفوسِ جماعت مین جن تدابیر اور ذرائع سے تحریک و اثر پیدا کرتے ہین، ان میں سے ایک ذریعہ تمثیل بیانی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ قائدین ہمیشہ اپنے اس خیال یا اس مقصد کو جسکی وہ اشاعت کر رہے ہین، یا جس کے حاصل کرنے کے لئے وہ قوم کو آمادہ کر رہے ہیں، کچھ اس طرح مبالغہ کا رنگ چڑھا کر خطیبانہ اور موثرانہ انداز میں جماعت کے سامنے پیش کرتے ہیں، کہ جماعت صرف ان کے بیان کو سنکر فوراً آمادۂ عمل ہو جاتی ہے، لیکن عموماً یہ سب تدبیریں صرف اسی وقت کارگر ہوتی ہین، جب پہلے سے موثراتِ بعیدہ نے نفوسِ جماعت میں اثر پذیری کی صلاحیت پیدا کر دی ہو، نیز قائد جو جماعت کو مخاطب کر رہا ہے، صاحبِ نفوذ بھی ہو،

Marfat.com

لیکن بعض اوقات قائدین کی غرض یہ نہیں معلوم ہوتی، کہ نفوسِ جماعت میں کوئی تحریک پیدا کیجائے، یا جماعت کو کسی کام کے لئے آمادہ کیا جائے، بلکہ بعض اوقات لیڈروں کی صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کسی خاص عقیدہ یا خاص خیال کی (جو لیڈر کے ذہن میں پیدا ہوا ہے،) جماعت میں بھی اشاعت کیجائے، اس وقت عموماً قائدین ذریعۂ بالا کے علاوہ بعض دوسرے ذرائع بھی استعمال کرتے ہیں، اور وہ ذرائع حسبِ ذیل ہیں،:-

۱- تاکید یعنی کسی بات کو ادّعا و تحکّم کے ساتھ ادا کرنا،

۲- تکرار یعنی ایک ہی خیال کی بار بار تکرار کرنا،

۳- تعدیۂ اثر یعنی اس بات کی کوشش کرنا، کہ جو اثر کسی ایک فرد جماعت پر ہوا ہے اس سے سارا مجمع متاثر ہو جائے،

مدعیانہ و متحکمانہ اندازِ بیان جو شک و تذبذب کے الفاظ اور عقلی دلائل و براہین سے بالکل پاک و صاف ہو، جماعت پر بہت جلد اس کا گہرا اثر ہوتا ہے، اور متکلم جن خیالات کا اظہار اس انداز میں کرتا ہے، سامعین اثر پذیر ہو کر فوراً ان خیالات کو تسلیم کر لیتے ہیں، متکلم اپنے خیالات کے اظہار میں شک و تذبذب اور عقلی دلائل و براہین سے جسقدر زیادہ گریز کریگا اسیقدر اسکے کلام کا سامعین پر زیادہ اثر پڑیگا، مدعیانہ اندازِ بیان کی یہی شدتِ تاثیر ہے، جس سے دنیا کے بڑے بڑے بانیانِ مذاہب اور بڑے بڑے سیاست داں ہمیشہ واقف ہوتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ مذہبی کتابوں اور قانونی تعزیرات میں اسی طرزِ ادا کا ہمیشہ خیال رکھا جاتا ہے، اسی طرح اہلِ سیاست جب قوم کو کسی بات کے لئے برانگیختہ کرنا چاہتے ہیں، یا صنعت پیشہ لوگ جب اپنی صنعت کو رواج دینا چاہتے ہیں، تو اسی مدعیانہ اندازِ بیان کے ذریعہ سے اپنی غرض حاصل کرتے ہیں،

لیکن ادعا و تحکّم کی قوت بھی نامکمل اور ادھوری رہتی ہے تا وقتیکہ اسی ایک دوسری طاقت سے

Marfat.com

تقویت نہ پہنچائی جائے، جس کا نام تکرار ہے، میرا خیال ہے، کہ شاید نپولین کا یہ مقولہ ہی، کہ خطابیات کے اسلحہ خانہ میں سب سے زیادہ کارگر حربہ تکرار ہے، تکرار کی قوت اسقدر زبردست ہے، کہ کوئی شے تنہا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، لیکن تکرار کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں ہوتی، کہ مختلف الفاظ اور مختلف اسالیب سے متکلم ایک ہی دعوی کی بار بار تکرار کرتا رہے بلکہ تکرار معنوی کیساتھ یہ بھی ضروری ہی، کہ جہانتک ممکن ہو ایک مفہوم کو ایک ہی عبارت سی بار بار دہراتے رہنا چاہیئے، تجربہ بتاتا ہی کہ معمولی سے معمولی بیانات جو اپنے اندر ادعا و تکلم کی کوئی خاص قوت نہیں رکھتے، اگر ایک ہی عبارت سی ان کی بار بار تکرار کیجاتی ہی تو بالآخر دل میں وہ گھر پیدا ہی کر لیتے ہیں

تکرار کا جماعتوں پر جسقدر گہرا اثر ہوتا ہے، اس کا اندازہ صرف اسی ایک بات سی ہو سکتا ہی، کہ بڑے بڑے ذی عقل و فہم افراد بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں، پھر یہ ظاہر ہی، کہ جماعت جو عقلی اور ذہنی خصوصیات میں افراد سے گری ہوئی ہوتی ہے، اس پر کہانتک تکرار کا اثر نہ ہوگا، تکرار کی اس عظیم الشان طاقت کا راز یہ ہی کہ مکرر بیانات رفتہ رفتہ ہمارے نفوس کے ان غیر شعوری حصوں کے اندر پیوست ہو جاتے ہیں، جو ہمارے محرکاتِ افعال کا اصل منبع ہوتے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد ہم یہ بھول جاتے ہیں، کہ ان بیانات اور اطلاعات کا اوّل ماخذ کیا تھا، لیکن ان سی ہمارے نفس مین یقین کی کیفیت جو پیدا ہو گئی تھی، وہ قائم رہ جاتی ہی، اشتہارات کی زبردست تاثیر کا باعث بھی یہی ہی، فرض کرو کہ ہماری نظر سے سیکڑوں ہزاروں مرتبہ یہ اشتہار گذرا کہ زید کی دوکان کی مٹھائیاں نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہیں، یہ اشتہار دیکھکر ہمارے ذہن کو رفتہ رفتہ اس دعوی کا یقین تو ہو جائیگا، مگر ہم یہ بھول جائیں گے، کہ یہ یقین پیدا کس ذریعہ سے ہوا، ؟ یا فرض کرو کہ ہمنے صدہا مرتبہ یہ اعلان پڑھا ہی کہ عمرو کی دوائیں تیر بہدف اور نہایت مجرب اور زود اثر ہوتی ہیں تو اب جب ہم خود کسی مرض میں مبتلا ہوں گے تو ہمکو طبعًا یہ خواہش

پیدا ہو گی کہ کم از کم ان کی آزمایش ہی کریں، یا اگر ہم کسی اخبار میں ہر روز پڑھتے رہیں کہ الف ایک دیانت دار اور پڑھا لکھا شخص ہی، اور ب ایک بدمعاش اور جاہل ہی، تو ہمیں اس بیان پر پورا اعتماد و وثوق ہو جاتا ہی، اور یہ خیال اسوقت تک ہمارے دل سے نہیں نکلتا، تاوقتیکہ ہماری نظر سے اس بیان کی تردید کہیں نہیں گذرتی، غرض مختصر یہ کہ ادعا و تکرار ایسی زبردست طاقتیں ہیں، جو خود ہی اپنا جواب ہو سکتی ہیں،

پھر جب تحکمانہ اندازِ بیان کیساتھ کسی مفہوم کی لفظی و معنوی تکرار کرنے سے کوئی خیال نفوسِ جماعت میں پیوست ہو جاتا ہی، تو یہاں سے اب ایک دوسرے موثر یعنی سریانِ تاثیر کا عمل شروع ہوتا ہے، سریانِ تاثیر کے اثرات اسقدر واضح ہیں، کہ کسی تصریح کی حاجت نہیں، اصل میں سریانِ تاثیر دوسرے لفظوں میں نام ہے محاکات و اثرپذیری کا، اور محاکات اور اثرپذیری کی قابلیت حیوانات کی ہر صنف کے خمیر میں داخل ہی، اور انسان سے اتر کر حیوانات میں بھی یہ قابلیت اور استعداد موجود ہی، دیکھو اگر گلہ کی ایک بکری گلہ سے نکلنے کی کوشش کرتی ہی، تو پورے گلہ کی بکریاں اسکی تقلید کرتی ہیں، اسی طرح انسان کی زندگی کا بھی ایک ایک لمحہ اثرپذیری و محاکات کے نذر ہوتا ہے، اور حیوانات کی طرح انسان کی زندگی کا بھی دارومدار محاکات و تقلید ہی پر ہے، ہم اگر کسی وقت انگڑائی لیتے ہیں، تو ہمیں دیکھکر ہمارے سامنے بیٹھا ہوا شخص بھی انگڑائی لینے لگتا ہی، ہم اگر روتے ہیں تو ہمیں دیکھکر ہمارے ہم نشیں احباب کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑتے ہیں، پھر جسطرح ہماری زندگی کے جسمانی شعبوں پر محاکات و تقلید کا اثر غالب ہی، اسی طرح ہماری حیاتِ نفسی کی بھی تکوین محاکات و تقلید ہی کے مظاہر سے ہوتی ہے خصوصًا ہمارے نفسِ اجتماعی کی تو یہ ایک خصوصیت ہی، کہ خیالات، جذبات، اعتقادات، اور احساسات و مشاعر میں سے ہر ایک اگر کسی جماعت کے بعض افراد کی تہییج و تحریک کا باعث

Marfat.com

ہوتا ہی، تو اس اثر سے جماعت کے کل افراد ایک دم متاثر ہوجاتے ہیں، اگر جماعت میں سے کسی ایک شخص کو کسی بات سے خوف پیدا ہوتا ہی، تو یہ خوف جماعت کے تمام افراد کے دلوں میں پیدا ہوجاتا ہی، یہان تک کہ اکثر ایسا بھی ہوا ہے، کہ چند مجانین جن اطبّا کے زیرِ علاج تھے، وہ اطبّا، ان مریضون کے اثر سے خود مرضِ جنون میں مبتلا ہوگئے، اسی طرح بعض اطبا نے ایک قسم کے جنون کی تحقیق کی ہی، جس کا اثر انسان سے حیوانات کے جانب متعدی ہوتا ہی،

لیکن سریان کے لئے یہ کچھ ضروری نہیں ہی، کہ بہت سے افراد ایک جگہ اکٹھا ہون، بلکہ اکثر یہ بھی ہوتا ہی کہ ایک ایسا واقعہ جس کا تعلق مختلف ممالک کے باشندوں سے ہوتا ہی، اسکے اثر سے ان مختلف ممالک کے باشندے ایک ہی وقت میں یکساں متاثر ہوتے ہیں، اور خصوصًا یہ اثر اسوقت ان مختلف ممالک کے باشندون پر زیادہ ہوتا ہے، جب یہ تمام باشندے ان مختلف عوامل بعیدہ کی تاثیرات کے تحت میں (جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہی،) اس واقعہ سے اثر پذیر ہونے کے لئے پہلے سے مستعد ہوتے ہیں، ۱۸۴۸ء میں جو شورش برپا ہوئی تھی، اسکی ابتدا اگرچہ پیرس سے ہوئی، لیکن تھوڑے عرصہ کے اندر تمام یورپ میں اس کے شعلے بھڑک اٹھے،

سریان تاثیر، تقلید و محاکات کا ایک شعبہ ہے، اور تقلید و محاکات ہی کے مظاہر سے ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی کی تکوین ہوتی ہی، بلکہ ہماری معاشرتی زندگی تمامتر موقوف ہوتی ہے محاکات و تقلید پر، اسلئے نفسِ اجتماعی کی یہ خصوصیت اسکے تمام خصوصیات پر حاوی رہتی ہے، اور نظامِ اجتماعی کی کوئی کل بغیر محاکات و تقلید کے کبھی درست نہیں رہسکتی، میں نے انسان کی اس فطری خصوصیت پر تفصیل کیساتھ اپنی دوسری کتاب میں بحث کی ہی، اس موقع پر اسکے چند اقتباسات امید ہے کہ ناظرین کے لئے مفید ہوں گے،:-

"حیوانات کی طرح انسان بھی بالطبع تقلید پسند واقع ہوا ہے، تقلید ضروریات

انسانی میں داخل ہے، اور یہی ضرورت ہی، جس کی بنا پر لوگ نہ صرف خیالات میں نہ صرف ادنیٰ قابلیتوں کی نمایش کے موقع پر اور نہ صرف اپنی اپنی ذاتی رایون میں، بلکہ اپنے لباس، اپنے ضروریاتِ زندگی، اور اپنے طرزِ بود و باش میں بھی ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں، کوئی مدلل دعوی، کوئی قیاسی یا استقرائی نتیجہ انسان کو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کی رغبت دلانے سے اتنا کامیاب نہیں ہوسکتا، جتنا ایک زندہ نمونہ کامیاب ہوتا ہے، اور اگرچہ ہر زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو نئی نئی باتیں ایجاد کرتے ہیں، اور کسی کی تقلید نہیں کرتے، لیکن اگر ان کی یہ ایجاد عام طبائع کے موافق نہیں ہوتی، تو ان کی ایجاد کسی کو اپنی جانب مائل نہیں کرسکتی ہے، یہی سبب ہے، کہ جو لوگ اپنے ابنائے عصر سے عقلی اور ذہنی خصوصیتوں میں برتر اور فائق ہوتے ہیں، گو وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے، لیکن ان کا اثر بھی کسی پر نہیں پڑتا، اور پھر یہی وجہ ہے، کہ یورپ کے باشندے تہذیب و تمدن میں گو مشرقی باشندوں سے فائق ہوتے ہیں، لیکن مشرقی باشندہ ایک مغربی باشندے سے بہت کم اثر پذیر ہوتا ہے،

غرض ماضی کی تاثیرات اور زمانۂ حال کی نقالی، ان دونوں کا دوہرا اثر ایک ملک بلکہ ایک زمانہ کے تمام آدمیوں پر اتنا گہرا ہوتا ہے کہ گو دنیا کے فلسفی اور عقلمند لوگ ہمیشہ اس بلاے عام، محاکات و تقلید کے اثر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن باوجود اس کے ان کے طرزِ انشا

اور رفتارِ خیالات سے ان کی تصنیفات کے ہر دیکھنے والے کو اول نظر میں یہ پتہ چل جاتا ہے، کہ یہ مصنّف کس زمانہ کا ہے، ؟ اس کا کیا پیشہ تھا، ؟ اس کے کیا خیالات تھے، ؟ غرض یہ اثر اتنا قوی ہوتا ہے، کہ فلاسفہ کی تصنیفات میں بھی اس کا اثر بہت نمایان اور کھلا ہوا ہوتا ہے[۱]،

پھر انسان کی اس جبلت محاکات و تقلید کا اثر صرف اسی حد تک محدود نہیں ہوتا کہ لوگ محض خیالات و عقائد میں ایک دوسرے کی نقل کرتے، اور ایک دوسرے سے اثر پذیر ہوتے ہوں، بلکہ خیالات اور عقائد کے حدود سے گذر کر اسکا اثر لوگوں کے جذبات پر بھی پڑتا ہی، لوگ اپنے جذبات میں بھی ایک دوسرے کی اسیقدر نقل اتارتے ہین جتنی خیالات و عقائد میں، اور یہی وجہ ہی کہ بعض اوقات اگر کسی شخص سے کسی ایک فرد کو نفرت پیدا ہوتی ہی، تو اسکے دیکھا دیکھی ایک زمانہ اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگتا ہی، یا اسی طرح جب کسی شے کی جانب کسی ایک شخص کو رغبت پیدا ہوتی ہی، تو اسکے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اسکی تقلید میں اس شے کو عزیز رکھنے لگتے ہیں،

سرایان تاثیر، محاکات و تقلید کے اثرات انسان کی معاشرتی حیات پر اسقدر حاوی ہیں کہ کسی خیال اور کسی رائے کی اشاعت بجز اسکے کسی اور طرح ہو بھی نہیں سکتی، کہ اس خیال کی بار بار تکرار کرکے ہر ہر فرد جماعت کے ذہن میں اسکو خوب پیوست کر دیا جائے، ہر زمانہ میں جب کسی خیال کی اشاعت ہوئی ہے، تو اسی طرح کہ قہوہ خانوں اور گپ خانوں میں جہاں ہر طبقہ کے لوگوں کا مجمع ہوتا ہی وہ خیال پھیلنا شروع ہوا، اور اسکے بعد رفتہ رفتہ اسکا دائرہ اشاعت وسیع ہوتا گیا، رینان نے جو انیسویں صدی کا ایک مشہور فرنچ مصنف گذرا ہی کیا خوب کہا ہی،

---

[۱] دیکھو کتاب "انسان اور ہیئت اجتماعی" جلد دوم صفحہ ۱۱۶ مصنفہ لیبان مطبوعہ ۱۸۸۱ء،

Marfat.com

کہ "مذہبِ عیسائیت کی اشاعت کی ابتدا گنجانوں اور شہرانجانون سے ہوئی ہے"، والٹر کہتا ہی
کہ "تقریبًا ایک صدی تک مسیحیت کی اشاعت صرف طبقۂ ادنی تک محدود تھی"،

پس گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا کہ سریانِ تاثیر اور محاکات و تقلید کا اثر سب سے پہلے قوموں کے طبقۂ ادنی میں ظاہر ہوتا ہی، اور جب ان تاثیرات کی بدولت طبقۂ ادنی کے ذہن میں اس خیال کی اچھی طرح اشاعت ہوجاتی ہی، تو اسوقت یہ اثر ترقی کرکے طبقۂ ادنی سے قوم کے طبقۂ اعلیٰ تک جا پہنچتا ہے، زمانۂ حال میں مذہبِ اشتراکیت کی اشاعت بھی اسی طرح ہورہی ہے، کہ سب سے پہلے ان خیالات نے ان لوگون کو اپنے اثر سے متاثر کیا، جو مزدوری پیشہ تھے، اور جن کا شمار قوموں کے ادنیٰ طبقہ میں ہوتا تھا، اس کے بعد پھر جب ان لوگوں میں اس مذہب کی اچھی طرح اشاعت ہوچکی، تو اسوقت اس کا اثر متعدی ہوکر قوموں کے دوسرے طبقوں تک بھی پہنچ گیا،

یہی بات ہے کہ جب کوئی خیال طبقۂ ادنی میں اشاعت پذیر ہوتا ہی، تو اسکا اثر قوم کے اعلیٰ طبقہ تک بھی ضرور پہنچتا ہی، پس یہ ایک تعجب انگیز اور حیرت ناک واقعہ ہی کہ عموماً جن خیالات کی قوموں میں اشاعت ہوتی ہی انکی تخمریزی فلسفیانہ رنگ میں سب سے پہلے قوم کے اعلیٰ طبقہ کے دماغوں میں ہوتی ہی، اور ایک مدت تک یہ تخم ان دماغوں کے اندر پختگی اور قوت حاصل کرتا رہتا ہی، پھر ایک مدت کے بعد کوئی انقلاب انگیز دماغ والا شخص جس میں قیادت کی اہلیت پائی جاتی ہو اس خیال کو منتخب کرتا ہے، اور اپنے دماغ میں اسکو خوب پکاتا ہی، اور جب یہ خیال اس کے دماغ میں پختگی حاصل کرلیتا ہے، تو ایک دم کسی تحریک کی صورت میں اسکی شاخیں پھوٹ نکلتی ہیں، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ابتدائی منازل میں اس تحریک کو تسلیم کرلیتے ہیں، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے اس خیال کی اشاعت قوم کے اس اعلیٰ طبقہ تک بھی ہوجاتی ہے، جہاں

Marfat.com

پہلے اس کی تخم ریزی کی گئی تھی، غرض دنیا پر گو ہمیشہ عقل اور فلاسفہ ہی کی حکومت رہی ہے، لیکن کبھی فلاسفہ عملی رزمگاہ میں بے نقاب ہو کر سامنے نہیں آئے ہیں، علماء اور فلاسفہ خیالات کی تخم ریزی کر کے پیوندِ زمین ہو جاتے ہیں، لیکن ایک مدت کے بعد یہ فنا شدہ آوازیں ان مردوں کی آوازوں سے نکل نکل کر عملی رنگ میں حیاتِ جاودانی حاصل کرتی ہیں،

(۳)

نفوذ

لیکن جس خیال کو ادعا و تحکم اور تکرارِ لفظی و معنوی کیساتھ جماعت کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے اس کا اثر جماعت پر اسوقت اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جب اس طرزِ بیان کو متکلم کی ذاتی سطوت و نفوذ سے تقویت پہنچ جاتی ہے،

دنیا میں جب کبھی کسی شخص یا کسی عقیدہ کے اثر کو غلبہ ہوا ہے، تو عموماً قوتِ نفوذ ہی کی بدولت یہ غلبہ ظہور میں آیا ہے، سطوت و نفوذ کے لفظی معنی گو عام طور پر معروف ہیں، لیکن جن صورتوں میں نفوذ کا ظہور ہوتا ہے وہ باہم اسقدر مختلف ہیں کہ ان سب کی کوئی منطقی تحدید نہیں کیجا سکتی، قلوبِ انسانی پر جو نفوذ کسی ذات کا مستولی ہوتا ہے اسکی بنا عام طور پر حیرت و استعجاب اور خوف کے جذبات ہوا کرتے ہیں، یعنی یہ کہ اس ذات میں کوئی قوتِ تسخیر ایسی پائی جاتی ہے، جس سے لوگوں کے دلوں پر دہشت طاری ہوتی ہے، یا جس کے سبب سے لوگ اس ذات کو اپنے سے مافوق تصور کرنے لگتے ہیں، اور اسی دہشت و استعجاب کی بنا پر اس کا نفوذ قائم ہو جاتا ہے لیکن سب میں کامل اور دیرپا وہ نفوذ ہوتا ہے، جو بلا ان جذبات کے پیدا ہوتا ہے، جو لوگ فنا ہو گئے ہیں اب مرنے کے بعد ان سے خوف و دہشت کرنیکی کیا بات ہے، لیکن باوجود اس کے جنکو گو نکا نفوذ اب تک ہم پر مسلط ہے، وہ یہی لوگ ہیں، جو پیوندِ زمین ہو گئے ہیں، اور اپنی قبروں کے اندر سے ہمارے اوپر

حکومت کر رہے ہیں، سکندر، قیصر، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بدھ وغیرہ ایسے عظماء رجال ہیں جن کی دیرپا سطوت کی شہادت انکے پیروؤں کی کثرت دے رہی ہے، اسی طرح بعض اوقات بعض ان ہستیوں کا بھی نفوذ قائم ہو جاتا ہے، جو گو اپنے اندر کوئی حیرت انگیز بات نہیں رکھتیں لیکن قوموں پر انکا گہرا اثر مدتوں قائم رہتا ہے، مثلاً مختلف بت پرست اقوام کے دیوتا وغیرہ،

البتہ سطوت و نفوذ کی اگر کوئی تعریف کی جاسکتی ہے، تو وہ یہ ہے کہ سطوت و نفوذ کسی خیال یا کسی انسان کے اس غلبہ اور اثر سے عبارت ہے، جو کبھی قلوبِ انسانی پر مستولی ہو جاتا ہے اور جسکے استیلا کے باعث نفس میں ایک دہشت و مرعوبیت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور جو ہماری ناقدانہ قوت کے استیصال کا باعث ہوتا ہے، سطوت و نفوذ کے باعث یہ کیفیت قلوبِ انسانی میں جو پیدا ہوتی ہے، اسکی تعریف بھی گو ناممکن ہے، لیکن اتنا ضرور ہے، کہ یہ کیفیت بھی اسی قسم کی کیفیت ہوتی ہے، جو مسمریزم کے معمول پر طاری ہوتی ہے،

سطوت و نفوذ کی دو قسمیں ہیں،

۱۔ "نفوذ مکتسب" وہ نفوذ ہے، جو کسی شخص کی ثروت یا شہرت کے باعث پیدا ہوتا ہے،

۲۔ "نفوذ شخصی"، وہ نفوذ ہے، جو خود اس شخص کی ذات سے قائم ہوتا ہے، اسکے لئے شہرت وثروت وغیرہ کی حاجت نہیں ہوتی، پہلی قسم کا نفوذ اکتسابی ہوتا ہے، جو سعی وجد وجہد کے ذریعہ سے اکثر لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے، لیکن دوسری قسم کا نفوذ وہبی اور فطری ہوتا ہے، جس میں اکتساب وسعی کو دخل نہیں ہوتا،

لیکن ان دونوں میں جو نفوذ سب سے زیادہ شائع ہے، وہ پہلی قسم کا نفوذِ مکتسب ہے، یہ نفوذ اکثر ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، جو کسی خاص عہدہ پر متمکن ہوتے ہیں، یا جو صاحبِ ثروت یا خطاب یافتہ ہوتے ہیں، علمائے شریعت عبا و عمامہ کے ساتھ، وکلاء و حکام اپنے گون (جبہ)

Marfat.com

کے ساتھ، پولیس کے سپاہی اپنی وردیوں کیساتھ، یونیورسٹی کے سند یافتہ اپنی مخصوص پوشاکون کیساتھ بہ نسبت اپنے معمولی وسادہ لباس کے زیادہ رعب وسطوت رکھتے ہین، تاج وکلغی، تمغہ ونشان، یونیورسٹی کی ڈگریان، خطابات واعزازات، دولت وحکومت، شہرت علم و فضل غرض ہر ایسی شے جو عام شاہراہ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہو، کم وبیش، افزایش نفوذ کا آلہ بن سکتی ہی، یہی وجہ ہے کہ زمانۂ حال میں قاضیوں اور وکیلوں کے لئے جبوں کی اہمیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے، کیونکہ بغیر جبوں کے ان کا نفوذ آدھا رہجاتا ہی[1]

[1] خطابات اور تمغون کی جو تاثیر نفوس جماعت میں ہوتی ہی، وہ ہر ملک میں مسلّم ہی، حتی کہ ان ممالک میں بھی جہان افراد کو حریت واستقلال حاصل ہے، ایک سیاح نے انگلینڈ کے بعض متقدر اصحاب کی چشم دید حالت اپنے سفرنامہ میں تحریر کی ہے، میں یہاں اس کے چند اقتباسات درج کرتا ہوں وہ لکھتا ہے:-

"میں نے اکثر انگلستان میں دیکھا ہے، کہ جو لوگ بیرونٹ یا سر کے خطابون سے اعزاز یافتہ ہوتے ہین، وہ اگر کسی کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، تو یہ اس شخص کے لئے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے، اور اگر یہ خطاب یافتہ لوگ خطاب کے ساتھ دولت مند بھی ہوتے ہیں، تو لوگ ان سے ملاقات کرنے کے قبل ہی سے ان کی عزت کرنے لگتے ہیں، اور جب اون سے ملاقات ہوتی ہے، تو لوگ ان سے بہت خوشی خوشی ملتے ہین، اور اگر کہیں انھون نے کسی سے بات چیت کر لی، تب تو وہ شخص پھولا نہیں سماتا، جس طرح اسپین کے باشندے رقص وسرود کے اور جرمنی کے باشندے موسیقی کے، اور فرانس کے لوگ انقلاب اور شورش کے شوقین ہوتے ہیں، اسی طرح انگریز بڑے بڑے خطاب یافتہ امراء کے شیدائی ہوتے ہیں،

Marfat.com

اس قسم کا نفوذ گو صرف انسان کے ساتھ خاص ہوتا ہی، لیکن انسان کے علاوہ افکار و خیالات اور آرار و نظریات کا بھی ایک نفوذ ہوتا ہے، جو اکثر حالتوں میں تکرار سے پیدا ہوتا ہے، تاریخی کتابون بالخصوص علوم و فنون کی تاریخوں کی قدر و قیمت بجز اس کے اور کیا ہے، کہ وہ چند آرار، و خیالات کا مجموعہ ہین، جنکو مکرر سہ کرر مختلف مصنفین بلا حذف و تغیر مختلف اوقات مین دوہراتے رہے ہیں، اور اب تکرار کرتے کرتے حالت یہ ہوگئی ہی کہ ہر شخص وہی کہنے لگا جسکی تعلیم اس نے اسکول یا مدرسہ میں پائی ہے، ہومر کے مطالعہ سے گورنج و غم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، مگر کوئی شخص ان واقعات کی تکذیب نہیں کرتا، بات یہ ہے کہ سطوت و نفوذ کی ممتاز خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کی قوتِ فیصلہ و قوتِ تنقید کو فنا کردے اور چونکہ جماعت اور افراد دونون کو تمام مباحث میں مختتم اور فیصلہ کن رایون کی ہمیشہ حاجت رہتی ہی، اسلئے جب کسی رائے یا کسی خیال کی اشاعت ہوتی ہی، تو اسوقت کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہہ نہیں گذرتا، کہ یہ رائے اور خیال واقع میں صحیح ہی یا غلط، بلکہ لوگ ہمیشہ اسی رائے اور خیال کو تسلیم کر لیتے ہیں جسکا سب سے زیادہ نفوذ ہوتا ہے،

اب ہم نفوذِ مکتسب سے بحث کرنے کے بعد نفوذ کی دوسری قسم نفوذِ شخصی یا نفوذ وہبی سے بحث شروع کرتے ہین، نفوذ شخصی یا نفوذ وہبی کو نہ عہدوں کو حاجت ہوتی ہی، نہ خطابات کی اور نہ دولت و ثروت کی، بلکہ یہ نفوذ جن لوگوں کو حاصل ہوتا ہی، ان کی قدر و منزلت بھی ان کے ہمچشمون سے کچھ ایسی زیادہ نہیں ہوتی، لیکن باوجود اس کے انکے پاس کچھ ایسے وسائل ہوتے ہیں، اور کچھ ایسی قوتِ مقناطیسی ان میں پائی جاتی ہی کہ یہ لوگ اپنے ذاتی غلبہ کے بل پر اپنے خیالات کو ذہنون میں راسخ کر دیتے ہیں، اور لوگ ان کی اسی طرح اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہین، جسطرح حیوانات اپنے مالک کے مطیع ہوتے ہین، اس قسم کا فطری اور وہبی نفوذ

Marfat.com

قوموں کے ان تمام اعاظم رجال کو حاصل ہوتا ہے، جنھوں نے اپنے کارناموں سے دنیا پر اپنی دھاک بٹھا دی ہے، اور ہمیشہ اس قسم کے نفوذ کی بدولت دنیا پر یہ لوگ قہر و غلبہ حاصل کرتے ہیں، بدھ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم، جان آف آرک اور نپولین دنیا میں اسی قسم کے لوگ ہوئے ہیں،

دنیا میں جو صاحبِ نفوذ ہستیاں گذری ہیں، انکی حالت یہ ہوتی ہے، کہ گو انکے کارنامو سے ان کا نفوذ بڑھ جایا کرتا ہے، لیکن انکی ذاتی سطوت اور انکا شخصی نفوذ کبھی ان خارجی مؤیدات کا زیر بارِ احسان نہیں ہوتا، بلکہ ان کی شہرت کے پیشتر ہی سے انمیں ایک ایسی طاقت پائی جاتی ہے، جو لوگوں کو اپنی جانب کھینچ لیا کرتی ہے، نپولین کو دیکھو کہ جب اس نے فوجی ترقیان حاصل کی ہیں، تو اس کے پیشتر ہی سے اس کا نفوذ لوگوں پر قائم ہو چکا تھا، جسوقت وہ نہ شہنشاہ نپولین تھا، اور نہ کوئی فاتح اعظم، بلکہ محض ایک معمولی رتبہ کا فوجی افسر تھا، اسی وقت سے اس کی دھاک ایسی بیٹھی ہوئی تھی، کہ بڑے بڑے شورہ پشت افسر ایک لمحہ میں اس کے حلقہ بگوش بنجاتے تھے، بطور نمونہ کے ہم یہاں پر ایک خاص موقع کا ایک واقعہ درج کرتے ہیں جس سے نپولین کے نفوذ کا حال معلوم ہوگا، یہ واقعہ موسیو ٹائن نے اپنی کتاب "تاریخ انقلاب فرانس" میں درج کیا ہے، موسیو ٹائن لکھتا ہے :-

"جب پیرس سے اس نوخیز افسر کا فوج کی کمان کے لئے تقرر ہوا، تو دیگر افسرانِ فوج کو یہ تقرر سخت شاق گذرا، خصوصاً ادجیرو کو نہایت ہی ناگوار ہوا، جو سخت درشت مزاج تھا، اور اپنی شجاعت و بسالت پر ناز کیا کرتا تھا، اس نے لوگون سے اس نئے افسر کے سن و سال اور قد و قامت کا حال سن کر تہیہ کر لیا تھا کہ جب وہ اس کی ملاقات کرنے جائے گا، تو اس سے سخت تمرد سے پیش آئیگا"

Marfat.com

جنرل اوجیرو باراس کا خاص شاگرد تھا، اور اس رتبہ پر محض اپنی شجاعت اور جنگ آزمائیوں کی بدولت پہنچا تھا، اور اسی لئے اوس کو اس نوجوان کمانڈر سے ایک طرح کی کد پیدا ہو گئی تھی، بہر حال نپولین سے ملاقات کرنے کیلئے جب سب افسر گئے، تو نپولین نے پہلے تو ان سے اپنا طویل انتظار کرایا، اس کے بعد کمرے سے اس قطع سے باہر نکلا، کہ کمر سے تلوار لٹک رہی تھی، اور سر برہنہ تھا، کمرے سے باہر آکر اس نے سر پہ ٹوپی رکھی اس کے بعد مختلف احکام صادر کئے، تجاویز جنگ کے متعلق افسروں سے باتین کرتا رہا، اور پھر ان کو رخصت کر دیا، اس تمام عرصہ میں اوجیرو کی حالت یہ تھی، کہ جب تک نپولین سامنے رہا، وہ بت بنا ہوا دم بخود کھڑا رہا، اور وہاں سے نکل کر جب اس کے ہوش بجا ہوئے، تو اس نے اپنے دوست مینا سے بیان کیا، کہ مجھ پر تو نپولین کے دیکھتے ہی رعب طاری ہو گیا، میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ اس میں کونسی طاقت ہے، جس سے میں ایسا مرعوب ہو گیا،"

نپولین عظمت و رتبہ میں اپنے کارناموں کی بدولت جتنا جتنا ترقی کرتا جاتا تھا، اسی نسبت سے اس کے نفوذ اور سطوت میں بھی ترقی ہوتی جاتی تھی، یہاں تک کہ آخر میں اس کا نفوذ اتنا بڑھ گیا کہ وہ ان لوگوں کی نگاہوں میں جو اس کی عزّت کرتے تھے، ایک معبود کے درجہ پر پہونچ گیا، ایک بار کا واقعہ ہے، کہ کمانڈر وانڈم جو اوجیرو سے زیادہ شورہ پشت فوجی افسر تھا، ۱۸۱۵ء میں قصر ٹویلری میں نپولین کے پاس ملاقات کی غرض سے گیا، اس کے ساتھ اس وقت جنرل ارنانو بھی تھا، وانڈم

Marfat.com

نے ارنانو سے سلسلۂ سخن میں پوچھا، کہ یہ کیا بات ہی، کہ میں باوجودیکہ کسی چیز سے خوف نہیں کرتا نپولین کے پاس جاکر کیون اسقدر خائف ہوجاتا ہون، اور اسکی صورت دیکھتے ہی میرے بدن میں تھرتھری پیدا ہوجاتی ہے،

نپولین کے نفوذ کی حالت یہ تھی، کہ جب وہ جزیرۂ البا سے بھاگ کر آیا ہے، تو باوجودیکہ اس کے مددگار لوگ کم تھے، اور اس کے مقابلہ کے لئے پورا فرانسیسی لشکر تیار تھا، لیکن نہایت تپاک سے اس کا خیر مقدم اور استقبال کیا گیا، اور فرانسیسی قوم کے قلوب کو دوبارہ اس نے فتح کرلیا، فوج کے جو افسر اس کو قید کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، انھون نے اس کے قید کرلانے کا حلف اٹھایا تھا، لیکن نپولین کی صورت دیکھتے ہی وہ سب خاموش ہوکر اس کے حلقہ بگوش بن گئے، اور ان پر اس کا رعب چھا گیا، اس واقعہ کی کیفیت جنرل ولسلی حسب ذیل لکھتا ہے،:-

"نپولین جزیرۂ البا سے بھاگ کر جب فرانس کی سرزمین پر اترا ہے، تو اس وقت اس کی حالت یہ تھی، کہ اس کے ساتھ بجز اس کے چند مخلص دوستوں کے اور کوئی نہ تھا، لیکن باوجود اس کے نپولین نے سرزمین فرانس پر قدم رکھتے ہی ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر نہایت آسانی کیساتھ محض اپنے نفوذ کے بل پر فرانسیسی طرز حکومت میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کردیا، اس کے علاوہ اس سلسلہ میں جو حیرت انگیز واقعہ ہے، وہ یہ ہے، کہ اس نے اپنی آخری حملوں میں اپنے حلیفون پر ایسا دباؤ ڈالا، کہ وہ اسکا ساتھ دینے پر مجبور ہوگئے"

نپولین کا یہ نفوذ اس قدر قوی تھا کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا نفوذ اور غلبہ اپنی حالت پر برقرار رہا، اور اسی نفوذ کے اثر سے متاثر ہوکر اس کے مرنے کے بعد لوگون

Marfat.com

نے اس کے بھانجے کو فرانس کے تخت شاہی پر بٹھایا، صرف یہی نہین، بلکہ آج بھی جب کہ نپولین کو مرے ہوے ایک مدت گذر گئی ہے، اوس کے قصّوں اور افسانوں کو لوگون کی زبان پر جو ہم چڑھا ہوا پاتے ہیں، تو ہم کو خیال ہوتا ہے، کہ نپولین کا اثر و نفوذ اب تک برابر ترقی کرتا رہا ہے، مختصر یہ کہ وہبی نفوذ و اثر کی حالت یہ ہوتی ہے، کہ اگر تم کو نفوذ حاصل ہو گیا ہو، تو تم جتنا چاہو لوگوں کو قتل کرو، جتنی شورشیں چاہو، برپا کرو، سب تمھارے لئے جائز ہے، تمھارے افعال کی کوئی پرسش نہ کرے گا، بشرطیکہ تم اپنے نفوذ کو برابر ترقی دیتے رہو،

لیکن نفوذ کے پیدا ہونے کی صرف یہی چند صورتیں نہیں ہوتین کہ محض فوجی دبدبہ یا شخصی قابلیت، یا مذہبی خوف درعب کی بنا پر کسی شخص کا نفوذ قائم ہو جاتا ہو، بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ چند معمولی امتیازی حیثیتیں کسی شخص کا ایک پائدار نفوذ قائم کر دیا کرتی ہین، ان صورتوں سے جو نفوذ پیدا ہوتا ہے، اس کی سب سے بڑی مثال فرانسیسی انجینیر ڈوبنس کی ہے، جس نے بین الاقوامی تجارت کا راستہ کھول کر روے زمین پر عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا، اور محض اپنے اسی کارنامہ کی بنا پر عظمای رجال کی صف اوّل میں جگہ حاصل کی، باوجودیکہ اس کا ارادہ مستقل اور اس کا نفوذ قوی تھا، مگر اس کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ تھا، کہ جو لوگ اس کے مخالف تھے، ان کو وہ رام بنا لیا کرتا تھا، وہ جب ان سے بات چیت کرتا تھا، اپنی شیریں کلامی سے ان کو مسحور کر لیتا تھا، یہانتک کہ وہ اس کے دوست بن جاتے، انگریزوں نے اس کی تجویز کا کتنا مضحکہ اڑایا تھا، لیکن اس کا جواب اس نے اس طرح دیا کہ ان کے ملک میں خود سیر و سیاحت کرنے گیا، لوگوں سے مل جل کر اپنی تجویز پر مباحثہ کیا، اس واقعہ کا انگریزوں پر بہت

Marfat.com

اثر پڑا، اور وہ اس کے معین و مددگار بن گئے، یہانتک کہ جب وہ شہر سوتھمپٹن سے ہو کر گذرا ہے، تو اس کے استقبال میں گھنٹے بجائے گئے، اور نہایت جوش وخروش کا اظہار کیا گیا،

ڈی لیسپس کے راستہ میں گو بہت سی مشکلات حائل تھیں، لیکن اس نے لوگون کے مخالفانہ مجمعوں کو چیر کر، پہاڑوں کو کاٹ کر اور ریگستان کی ریتیلی زمین کو سبزہ زار بنا کر، آخر کار اپنی تجویز کو پورا کر ہی دکھایا، اور اس کے بعد نہر سوئز سے اس کو فرصت ملی، تو اس نے یہ ایک نئی تجویز اور سوچ کر نکالی، کہ اسی طرح سے نہر پناما کا راستہ بھی کھولنا چاہیئے، لیکن اب چونکہ بڈھا ہو گیا تھا، اسلیئے مجبوراً اسے اپنی اس آخری تجویز کو چھوڑ دینا پڑا، مگر اس عرصہ میں قضا و قدر کے کارخانے کچھ ایسے تھے، کہ اس کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا، اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے، کہ اس کی ساری زندگی کی محنت اکارت گئی، اور اس کے تمام کارناموں پر پانی پھر گیا، اس کی زندگی اہلِ بصیرت کے لئے گویا مرقعِ عبرت تھی، اپنی زندگی کے بعض ادوار میں اس نے اس قدر ترقی حاصل کر لی، کہ لوگ اس کی پرستش کرنے لگے، لیکن ایک معمولی بات کے پیش آجانے پر اسی کے ہم قوم مجسٹریٹوں نے اس کو مجرموں کی صف میں شامل کر کے اس کے اثر و نفوذ کو ایسا دھچکا لگایا کہ اس کے صدمہ سے وہ جانبر نہ ہو سکا،[1]

[1] ڈی لیسپس کے انتقال کے بعد وائنا کے اخبار نوی فرائی پریس میں ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا تھا جس میں بعض قابلِ غور باتیں بھی درج تھیں، اس بنا پر یہاں اس کے ایک دلچسپ حصہ کو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتا ہوں مضمون نگار (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۶۰)

Marfat.com

غرض یہ مثالین جو ہم نے اوپر ذکر کی ہیں، ان سے نفوذ کی ان تمام حدود کا کس طرح وہ پیدا ہوتا ہے، پھر کس طرح ترقی کرتا ہے، اور اس کے بعد کس طرح اسکا خاتمہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹) لکھتا ہے:۔

فرڈیننڈ ڈی لیسپس کے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا گیا، اس کے دیکھنے کے بعد کولمبس کے انجام پر بھی ہمیں کچھ تعجب نہیں ہوتا، ڈی لیسپس اگر قدیم زمانہ میں ہوتا تو لوگ اس کی بے انتہا قدر کرتے، اور مرنے کے بعد وہ یقیناً معبودوں کی صف میں جگہ پاتا، ڈی لیسپس کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا ہے، اس کی بنا پر عدالتِ استیناف (ہائی کورٹ) کے ججوں کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، کیونکہ لوگ آپس میں سوال کریں گے، کہ اتنی بڑی حرکتِ ناشایستہ کا ارتکاب کس شخص نے کیا تھا، اور ڈی لیسپس پر فرد قرار دادِ جرم کس نے لگائی، ؟ ہاں بس آج سے معلوم ہو گیا، ؟ ہاں بس آج معلوم ہو گیا کہ جس ملک میں یہ حالت ہو، کہ چھوٹے چھوٹے سرکاری ملازم قوم کے فدائیوں اور اعاظمِ رجال سے ان کے کارناموں کی بنا پر بغض و حسد رکھتے ہوں، اس ملک میں ہمیشہ انصاف کا خون ہو گا، اور اس ملک کے لوگوں سے انصاف کی توقع رکھنا حماقت و نادانی ہے،

ہاں لیکن قوموں کو ہمیشہ ان لوگوں کی احتیاج رہے گی، جو اپنے غیر متزلزل عزم و ارادہ کے بل پر مشکلات کو اپنے اوپر برداشت کرتے ہیں، ان لوگوں کو ڈرنے، اور خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۶۱)

Marfat.com

ہوجاتا ہی، ناظرین کو پورا اندازہ ہوگیا ہوگا لیکن اگر نفوذ کی نفسانی کیفیات کا مفصل اندازہ کرنا چاہو، تو بتدریج بانیانِ مذاہب و دول سے لیکر اس عامی تک کے حالات کو خوب غور سے دیکھ جاؤ، جو کبھی نیا لباس پہنکر یا اپنے سینہ کو تمغون سے آراستہ کرکے لوگوں مین اپنی نمود و نمایش کرتا ہے،

پس اگر نفوذ کے تمام مدارج کا غور سے مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوگا، کہ تمدن کے تمام عناصر کی بنا اسی نفوذ پر ہوتی ہے، بانیانِ مذاہب و دول سے لیکر افکار، خیالات، علوم و فنون سب نفوذ ہی کے مظاہر ہوتے ہیں، اور کوئی خیال اور کوئی فن، اور کوئی رائے لوگون میں اسوقت تک اشاعت پذیر نہیں ہوتی، تا وقتیکہ اس رائے یا اس خیال یا اس فن کے نفوذ کا سکہ لوگوں کے دلوں پر نہیں بیٹھ جاتا ہے، اور پھر نفوذ حاصل ہونے کے بعد چونکہ اس کی اشاعت محض سریانِ تاثیر کی بدولت ہوتی ہے اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۰) فرڈیننڈ ڈی لیسپس اپنے کارنامون کی بدولت اوجِ رفعت پر پہونچا، اور اس نے دنیا کے لئے تجارت کی ایک راہ کھول دی اور جب وہ کامیاب ہوگیا، تو امرا اور بادشاہ اس کے پاس ہدایا اور تحائف لیکر آئے، اور آج جب اس کو کورڈیلیرس کی پہاڑی پر ناکامی ہوئی، تو وہ نظرون سے گر گیا، یہ کچھ نہیں، یہ سب سرکاری ملازمون کی کارستانیاں ہین جو بغض و حسد کی وجہ سے قوم کو ہر اس شخص کے برخلاف برانگیختہ کر دیتے ہیں، جو اوجِ رفعت پر پہنچ جاتا ہے، بات یہ ہے کہ اعاظم رجال جو نئی نئی باتیں ایجاد کرتے ہیں، انکے سامنے انکے زمانہ کے بڑے بڑے متقنین حیران رہجاتے ہیں، کیا کوئی ایڈوکیٹ یہ ثابت کرسکتا ہی کہ اسٹانلی قاتل اور ڈی لیسپس خائن اور دغاباز تھا؟ (مؤلف)

Marfat.com

سریانِ تاثیر بھی اپنا عمل لوگوں میں غیر شعوری کیساتھ کرتا ہے، اس لئے لوگوں میں جس خیال کی اشاعت ہوجاتی ہے، اس کی صحت وعدم صحت کا سوال پھر کسی وقت نہیں پیدا ہوتا، یہی بات ہے، کہ اس زمانہ کے مصوّرین جو مختلف بدنما تصویریں قدیم زمانہ کے انسانون کی بناتے ہین، ان کے متعلق ان کو خود علم نہیں ہوتا، کہ یہ خاکہ ان کے ذہن مین کہان سے آیا، بلکہ وہ بجائے اس کے خود اپنے ہی کو انکا موجد سمجھنے لگتے ہین، حالانکہ اصل میں یہ ہوتا ہے، کہ پہلے کوئی بڑا مصوّر اس خاکہ کو تیار کرتا ہے، اور اس کے بعد جب وہ تصویر رائج ہوجاتی ہے، تو ہر شخص اس کی نقل اتارنے لگتا ہے، لیکن یہ کسی کو خیال نہیں رہتا، کہ اس کا ماخذ اصلی کون تھا، اسی طرح بعض مصوّرین یہ کرتے ہین، کہ اپنی تصویروں میں بنفشی رنگ کا سایہ دکھلاتے ہین، حالانکہ انھون نے بنفشی رنگ کا سایہ کبھی دیکھا بھی نہ ہوگا، لیکن ہوتا یہی ہے کہ کوئی بڑا مصوّر جو اپنے زمانہ میں بے مثل مصوّر ہوتا ہے، اپنے فن مین یہ نئی نئی باتین ایجاد کرتا ہے، اور پھر اس کے بعد دوسرے مصوّر بھی اسکی نقلیں اتارنے لگتے ہین،

پس بیاناتِ گذشتہ سے معلوم ہوا کہ نفوذ کی پیدایش کے باعث گو مختلف اسباب ہوتے ہین، لیکن ان تمام ذرائع میں سب سے بڑا درجہ کامیابی کا ہے، جب کوئی حاکم اپنے احکام مین کامیاب ہوجاتا ہے، تو لوگ خواہ مخواہ اسکی اطاعت کرنے لگتے ہیں، اسی طرح جب کوئی خیال عقلوں پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے، تو لوگ اسکی تصدیق کرنے لگتے ہیں، کامیابی کی بنا پر نفوذ کے قائم ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے، کہ جب کسی ایسے شخص کو جس کا نفوذ پہلے قائم تھا، ناکامی کا سامنا ہوتا ہے، تو اسی وقت اس کا نفوذ بھی تشریف لیجاتا ہے، یہانتک کہ بعض اوقات حالت یہ ہوتی ہے کہ کل جس شخص کے سامنے جماعت سرنگون

Marfat.com

تھی، اگر زمانہ اس سے پھر گیا، تو آج اسی کو جماعت گالیاں دینے لگتی ہی، روبسپیر کو دیکھو، کہ ایک وقت میں لوگوں پر اسکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، کہ اس نے اپنے بہت سے مخلص دوستوں کو بلاوجہ قتل کر ڈالا، لیکن جب انتخاب کے وقت اسکو چند ووٹون کی کمی کی بدولت اپنے عہدے کو چھوڑنا پڑا، تو اسی وقت اس کا نفوذ بھی زائل ہو گیا، اور جماعت کو اس پر اسقدر غصہ آیا، کہ آخر کار وہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا،

لیکن اگر کسی انسان کے بجائے کسی خیال کا نفوذ جماعت پر قائم ہو گیا ہو، تو اس نفوذ کا ازالہ اکثر اس وقت ہوتا ہے، جب اس خیال اور اس عقیدہ میں شکوک وشبہات پیدا کئے جاتے ہین، خیال جب تک شک وشبہہ سے پاک رہتا ہے، اسی وقت تک اس کا نفوذ بھی قائم رہتا ہے، اور جہاں اس میں شک پیدا کیا گیا، بس اس کے نفوذ کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے،

Marfat.com

فصل چہارم

نفس اجتماعی کے معتقدات اساسی کے حدود

۱۔ **جماعت کے معتقداتِ اساسی**، جماعت کے بعض معتقدات غیر تغیر پذیر ہوتے ہیں، اسی قسم کے غیر تغیر پذیر معتقداتِ جماعت پر کسی تمدن کی بنیاد ہوتی ہے، ان معتقدات کو اپنی جگہ سے ہلانا دشوار ہوتا ہے، یہ بحث کہ کسی قوم میں تعصّب کا کس حد تک پایا جانا مفید ہے، اگر کوئی عقیدہ عقلی پہلو سے مہمل ہو، تو اس سے اسکی اشاعت اور اوس کے رسوخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا،

۲۔ **جماعت کے معتقداتِ غیر اساسی**، یہ بحث کہ معتقداتِ اساسی کے علاوہ جماعت کے بعض ایسے معتقدات ہوتے ہین، جن میں تغیر ہوتا رہتا ہے، اکثر ان معتقداتِ غیر اساسی میں ایک صدی سے بھی کم مدت کے اندر تغیر ہو جاتا ہی، ان تغیرات کے کیا کیا حدود ہیں، وہ کون سے معتقدات ہیں جن میں تغیر ہو جاتا ہی، زمانۂ حال میں معتقداتِ اساسی کی بنیادیں متزلزل ہو گئی ہیں، اور اخبارات اور اشاعتِ مطبوعات اس تغیر و انقلاب کے اصلی سبب ہیں، یہ بحث کہ اس انقلاب اور

Marfat.com

تغیر کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ سابق میں خیالات پر حکومتوں کا جو قابو تھا، وہ اب باقی نہیں رہا ہے، زمانۂ حال میں خیالات کے اندر انتشار کی کیفیت جو پیدا ہو گئی ہے، وہ حکومتوں کے تسلّط کی سدِّ راہ ہے،

(۱)

جماعت کے معتقدات اساسی

نظرِ غور سے دیکھو تو انسان کے تشریحی یعنی جسمانی اور اس کے نفسانی خصائص کے مابین ایک عجیب تشابہ پاؤ گے، انسان کے خصائصِ جسمانی میں بعض خصائص ایسے ہیں جنہیں کبھی تغیر نہیں ہوتا، اور اگر ہوتا بھی ہے تو رفتہ رفتہ ایک مدّتِ دراز میں، اور بعض ایسے خصائص ہیں جنہیں ماحول یا دوسرے مؤثرات کی وجہ سے بہت آسانی کیساتھ تغیرِ عظیم ہو جاتا ہے، اور یہ تغیر بعض اوقات کچھ اس طرح کا ہوتا ہے، کہ بادی النظر میں اس کے سبب سے خصائصِ اصلی پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے،

بعینہٖ یہی حال انسان کے خصائصِ نفسانی کا بھی ہے، قوموں کے خصائصِ جسمانی کی طرح انکے خصائصِ نفسانی بھی دو طرح کے ہوتے ہیں بعض وہ ہیں جنمیں کبھی تغیر نہیں ہوتا، اور بعض خصائص ایسے ہیں جو ہمیشہ تغیر پذیر رہتے ہیں، لیکن اقوام کے معتقدات وافکار پر عمیق نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نفسانی خصائص میں جو خصوصیتیں اصلی اور غیر تغیر پذیر ہوتی ہیں، ان پر ہمیشہ وقتی اور تغیر پذیر خصائص پردہ ڈالے رہتی ہیں،

اس بنا پر معتقداتِ جماعت کی دو ممتاز قسمیں ہیں، ایک قسم کے معتقدات وہ ہیں، جو مدّتوں ایک ہی حالت پر برقرار رہتے ہیں، اور جو گویا قومی تہذیب کے لئے

مرکز کی طرف ہوتے ہین، کہ اس قوم کے تمام عناصرِ تمدن اسی ایک مرکز سے باہم پیوست ہوتے ہین، اس قسم کے معتقداتِ اساسی کی مثال ہمارے زمانہ کے جمہوریت پسندی کے خیالات ہیں، بخلاف اسکے دوسری قسم کے معتقدات و افکار وہ ہوتے ہین جنمین ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے، کہ آج انکا ظہور ہوا، اور کل مٹ گئے، لیکن اس قسم کے خیالات کی پیدایش ہمیشہ پہلی قسم کے مستحکم خیالات سے ہوتی ہی، اسطرح کے خیالات کی مثالیں جیسے موجودہ زمانہ میں طبعیین اور روحانیین کے مذاہب جو بیسیون پیدا ہوئے، اور مٹ مٹ گئے، ان معتقدات کی حالت سطحِ بحر کی موجوں کی سی ہوتی ہے، کہ وہ سطحِ بحر پر برابر تلے اوپر پیدا ہوتی رہتی ہیں،

لیکن پہلی قسم کے مستحکم معتقدات و افکار میں تغیر پذیر معتقدات و افکار سے بہت تھوڑے مگر بہت مستحکم ہوتے ہیں، اور دراصل انہی افکار کے عروج و زوال سے قوموں کی تاریخ میں نیا دور شروع ہوتا ہے، اور حقیقت میں انہی مستحکم عقائد پر قومون کے تہذیب و تمدن کا بھی دارومدار ہوتا ہے،

بلاشبہہ نفوسِ جماعت میں کسی ایسے عقیدہ یا خیال کو وقتی طور پر پیوست کردینا تو بہت آسان کام ہے، جو تغیر پذیر ہو، لیکن کسی ایسے عقیدہ کا دلون میں راسخ کرنا بہت مشکل ہوتا ہی، جو مدتون ایک حال پر قائم رہی، اور بالکل ناقابلِ تغیر ہو، اور پھر اگر کسی طرح نفوسِ جماعت میں کبھی ایسے غیر تغیر پذیر عقیدہ کا نقش قائم بھی ہوگیا، تو اسکے بعد پھر دلون سے اس نقش کے اثر کو مٹانا بھی کچھ آسان کام نہیں ہی، کسی غیر تغیر پذیر عقیدہ اور خیال کی حالت یہ ہوتی ہے، کہ اول تو کبھی نفوس میں اس کا رسوخ ہی نہیں ہوتا، اور اگر ہوگیا تو اب اسکو اپنی جگہ سے ہلانا دشوار ہوجاتا ہے، ہان البتہ اس قسم کے عقیدے جو

دلون میں راسخ ہوگئے ہیں ان کو مٹانے اور اپنی جگہ سے ہلانے کی صرف ایک صورت ہوتی ہے، وہ یہ کہ سخت شورشیں ان عقیدوں کے خلاف برپا کیجائیں اور مستحکم عقیدوں کے اثر کا شورشون کے آہنی ہتھیارون سے مقابلہ کیا جائے لیکن مشکل یہ ہوتی ہی، کہ یہ شورشیں بھی اسوقت تک کارگر نہیں ہوتین تاوقتیکہ پہلے سے ان عقیدوں کا اثر مضمحل نہ ہوگیا ہو اور پھر بھی شورشوں سے صرف اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ عقیدوں کا بچا کھچا اثر مٹ جاتا ہی، بشرطیکہ عوائد متمرہ اس اثر کو زائل ہونے دین، باقی ان کے اختیار میں یہ نہیں ہی، کہ وہ ان عقیدون کے اثر کو دلون سے بالکلیہ زائل و فنا کر دیں،

پس حاصل یہ کہ جو خیالات عمل توارث سے قوم کے دلوں میں جگہ پکڑ لیتے ہین، ان کا ازالہ شورشوں سے بھی ممکن نہیں ہوتا لیکن ان معتقدات کے فنا کرنیکی ایک تدبیر اور ہے، جو عموماً بہت کارگر ہوتی ہے، اور وہ یہ ہی، کہ جو معتقدات عام طور پر مسلّم مان لئے گئے ہون، ان میں بحث و مباحثہ شروع کر دیا جائے، اصل میں عقیدہ اسی وقت تک عقیدہ رہتا ہی، جبتک وہ مناظرہ اور مباحثہ کی زد سے محفوظ رہتا ہے، لیکن جہان اس کے متعلق بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولا گیا، بس اسکی قوت میں اسی وقت سے فرق آنے لگتا ہی، تمام عقیدوں کی قوت کا راز یہی ہے، کہ وہ عام نگاہون سے کچھ اس طرح اوجھل رکھے جاتے ہیں، کہ ان کے سقم کی جانب کسی کا خیال تک نہیں جاتا،

لیکن اس کے بعد بھی مشکل یہ پیش آتی ہے، کہ وہ رسوم و رواج یا نظام حکومت و نظام تعلیم و تربیت وغیرہ جو ان معتقداتِ اساسی پر مبنی ہوتے ہیں، ان معتقدات کی حفاظت کرتے ہین، اور ان رسول و رواج میں ذرا دیر میں تغیّر ہوتا ہے، مگر جہان ان رسوم میں تغیر ہوا بس پھر اس عقیدہ کے مٹنے میں کوئی کسر نہیں رہتی، لیکن جب

قوم کے معتقداتِ اساسی میں تغیر ہوجاتا ہی، تو اسکے بعد یہ بھی ضروری ہوتا ہی کہ وہ اپنے تمام ارکانِ تمدن اور عناصرِ تہذیب میں بھی ایک دم تغیر کر دے اور تاوقتیکہ کوئی جدید عقیدہ اس کے فناشدہ قدیم عقیدہ کی جگہ نہیں لے لیتا ہی، اسوقت تک قوم پر ایک انتشار کی کیفیت طاری رہتی ہے

غرض کسی قوم کے عقائدِ اساسی اس قوم کے لئے نعمت ہوتے ہین، اور ان کی قدر کرنا اور انکو شورشون کے حملوں سے محفوظ رکھنا، اس قوم کا فرض ہوا کرتا ہی، یہی وجہ ہے کہ قومین ہمیشہ اپنے ان معتقدات کی قدر و قیمت پہچانتی ہین جو آباؤ اجداد سے انکو ورثہ میں ملتے ہین، اور قوموں کو یہ معلوم رہتا ہی کہ اصل میں انکے زوال کا دن وہی ہی، جب انکے عقائدِ اساسی نشانۂ ہدف بنجائین، رومی قومین جب تک شہرِ روم کی نہایت تعصب کیساتھ پرستش کرتی رہیں، اسوقت تک انکا ستارۂ اقبال عروج پر رہا، لیکن جس دن سے اس عقیدہ کی بنیاد کھوکھلی ہوگئی، اسی روز سے رومیون پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اور یہی بات ہی کہ قومیں نہایت تعصب اور تنگ نظری کیساتھ اپنے عقائد کی جانب سے جان توڑ مدافعت کرتی ہیں، تعصب گو عقلی پہلو سے کسی قدر مذموم کیون نہ خیال کیا جائے، لیکن عملی حیثیت سے قومون کی حیات و ممات میں ہمیشہ تعصب کو بہت بڑا دخل رہا ہی، قرونِ متوسطہ میں جو لوگ زندہ جلا دیئے جاتے تھے، تو کس غرض سے؟ صرف اسلئے کہ مسیحیت کے عقائد کی الحاد و دہریت کے جھونکوں سے حفاظت کیجائے، اسی طرح قرونِ متوسطہ میں بعض بڑے بڑے لوگون کو مرتے دم کس بات کی حسرت رہجاتی تھی؟ صرف اس بات کی کہ کاش وہ اپنے مذہب کی حفاظت کی راہ میں شہید ہوے ہوتے، پھر بالآخر میدانِ جنگ میں ہمیشہ لوگ اپنی گردنیں کیون کٹوایا کئے ہیں، ؟ اس کی غرض بھی صرف یہی ہے، کہ اجنبی حملوں کی زد سے قومی عقیدہ کے متکلم قلعون کی حفاظت کی جائے، غرض

Marfat.com

دنیا میں ہمیشہ قومون نے اپنے قدیم عقائد کی اجنبی حملوں سے اسی طرح مستعدی کیساتھ حفاظت کی ہی، اور شاید کہ دنیا میں قیامت تک یہی ہوتا رہے گا،

اور گو جیسا کہ میں اوپر بیان کرچکا ہون کسی جدید اعتقاد کا نفوس میں راسخ کرنا بہت مشکل ہوتا ہی، لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب کسی عقیدہ کو رسوخ حاصل ہوجاتا ہی، تو اسکے غلبہ اور رسوخ میں ترقی ہوتی رہتی ہے، اور ایک مدت تک نفوسِ جماعت پر اسی عقیدہ کا قبضہ اور تسلط رہتا ہے، دیکھو یوروپین قوموں پر ایک مدت تک ان جھوٹے قصّوں کا کیسا اثر قائم رہا، جو قدیم زمانہ میں مشہور و مسلّم تھے، حالانکہ واقع میں وہ کہانیان اس قابل نہ تھیں، کہ روشن عقلیں انکو اس طرح بلاچون وچرا تسلیم کرلیتین، باوجودیکہ اس زمانہ میں گلیلیو، نیوٹن، لنبنز وغیرہ بڑے بڑے روشن خیال فلسفی موجود تھے، لیکن کسی کو بھی ان قصّوں اور خرافات کے باطل کرنے یا ان کی حقیقت دریافت کرنے کا کبھی خیال نہیں آیا، اور صرف اسی ایک بات سے یہ اندازہ ہوسکتا ہی کہ معتقدات جماعت نفوس پر کیا ساحرانہ تسلط حاصل کرلیتے ہین، نیز اس بات کا بھی اندازہ ہوسکتا ہی کہ عقلِ انسانی کا دائرہ کسقدر محدود ہے،

لیکن جب یہ نیا عقیدہ ذہنون میں خوب پختہ ہوجاتا ہی، تو اسوقت اس قوم کا نظامِ حکومت، اس کا نظامِ معاشرت، اسکے علوم وفنون اور اسکے تمام اعمال وافعال کی بنا، بھی یہی عقیدہ قرار پاتا ہی، اب واضعانِ قوانین اسی عقیدہ کی بنیاد پر قوانین وضع کرتے ہین، اور فلاسفہ اور اہلِ فن اسی عقیدہ کو پیشِ نظر رکھکر اپنے اپنے فلسفہ اور اپنے اپنے فن کا سنگِ بنیاد رکھتے ہین، اور گو کبھی اس عقیدہ سے بعض وقتی افکار اور تغیر پذیر خیالات کا بھی نشو ونما ہوتا ہی، تاہم یہ وقتی افکار اور تغیر پذیر خیالات بھی اسی عقیدہ کے رنگ

Marfat.com

میں رنگ جاتے ہین، زمانۂ قدیم میں مصریوں کے تمدّن کی بنا چند مذہبی خیالات تھے، جنکا رنگ ان کے ہر شعبۂ زندگی پر چڑھا ہوا تھا، اسی طرح ازمنۂ متوسطہ میں اہلِ یورپ اور مسلمانون کے تمدنوں پر بھی یہی دینی رنگ غالب تھا،

پس بیاناتِ بالا سے معلوم ہوا کہ ایک زمانہ کے تمام لوگ، اپنے خیالات، افکار، عادات میں ایک دوسرے کے مشابہ جو ہوتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے، کہ انکے موروثی عقائد میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہوتا، اور چونکہ انسان کی سیرت اور عادات کی ترکیب جس خمیر سے ہوتی ہی، وہ اسکے موروثی عقائد ہوا کرتے ہیں، اسلئے ہمارے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کی بنا بھی انہی عقائد پر ہوتی ہی، اور ایک قوم اور ایک زمانہ کے لوگوں کے اعمال و افعال میں بھی ہمرنگی پائی جاتی ہی، اور گو ہماری عقلی حالت کسی قدر کیوں نہ برتر ہو جائے، مگر ہم کو ان عقائد سے کسی وقت رہائی نہیں مل سکتی، پس حقیقی استبداد وہ ہی جو ہم پر غیر شعوری حالت میں مسلّط ہوتا ہے، اور جس سے مقابلہ کرنے کی کسی میں قدرت نہیں ہوتی، دیکھو قیصر، ٹیمر، چنگیز خاں، نپولین کسقدر صاحبِ نفوذ بادشاہ گذرے ہین، لیکن حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان لوگوں کو کبھی نفوذ حاصل نہیں ہوا، البتہ اگرچہ بعض اوقات ان موروثی عقائد کا اثر تھوڑی دیر کے لئے کسی دغابازی کی وجہ سے زائل ہو جایا کرتا ہے، لیکن جو عقیدہ نفوس میں راسخ ہو گیا ہو، اس کو دغابازی بھلا کیا فنا کر سکتی ہے، اسوقت بھی آخر میں جاکر اسی موروثی عقیدہ ہی کو فتح ہوتی ہے، انقلابِ فرانس کے موقع پر جب عیسائیت اور شورشِ الحاد کے مابین جنگ جاری تھی، تو اسوقت گو بانیانِ شورش کے نظام کے باوجود عام طور پر جماعت کا میلانِ طبع ظاہر میں فرانسیسی شورش ہی کی جانب تھا، مگر آخر میں شورش ہی کا ستیاناس ہوا،

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کا محکوم ہوتا ہے، وہ، وہ انسانی اموات ہوتے ہین، جو قبروں کے اندر سے لوگوں پر حکومت کرتے ہیں،

پھر یہ عقائد اور خیالات ذہنوں میں جو رسوخ حاصل کرتے ہین، ان کے لئے یہ بھی کچھ ضروری نہیں ہے، کہ عقلی پہلو سے بھی یہ خیالات اور عقائد اپنے اندر واقعیت رکھتے ہون، بلکہ اس کے خلاف جن عقائد کو غلبہ ہوتا ہے، وہ عموماً وہی خیالات ہوتے ہین، جو عقلی پہلو سے گرے ہوئے ہوتے ہیں، مذہبِ اشتراکیت جو اس وقت ہمکو انحطاط پذیر نظر آرہا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ عقلی پہلو سے وہ کچھ کم رتبہ ہے، اور اس لئے اس کا اثر لوگوں پر نہیں ہوتا، بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ مذہبِ اشتراکیت کے علاوہ اور جو مذاہب ہیں، وہ انسان سے یہ وعدہ کرتے ہین کہ ان کو اس جہان کے علاوہ ایک دوسرے جہان میں راحتِ ابدی حاصل ہوگی، بخلاف اس کے مذہبِ اشتراکیت لوگوں کو یہ طمع دلاتا ہے، کہ اگر اس کے اصول پر درآمد کیا گیا تو لوگوں کو اسی جہان میں حیاتِ جاودانی حاصل ہوسکتی ہے، لیکن جب اسکے اصول پر عمل کیا جاتا ہے، تو اس وقت اس کے جھوٹے وعدون کی قلعی کھل جاتی ہے، یہی بے اعتباری ہے، جو مذہبِ اشتراکیت کو فروغ نہیں حاصل ہونے دیتی،

(۲)

جماعت کے معتقداتِ غیر اساسی

جماعت کے عقائدِ غیر متغیرہ جن کی میں نے صفحاتِ بالا میں تشریح کی ہے انکے علاوہ جماعت کے بعض افکار اور عقائد ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ہمیشہ تغیر پذیر اور حالتِ زوال

Marfat.com

میں رہتے ہین،

لیکن ان تغیر پذیر افکار میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو بالکل نقش بر آب ہوتے ہیں، اور بعض عقائد جو زیادہ اہم ہوتے ہیں، وہ بھی زیادہ سے زیادہ ایک صدی تک اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں، اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، کسی قوم کے یہ تمام تغیر پذیر افکار و عقائد مبنی ہوتے ہین ان اصولی افکار پر جو اس قوم میں بذریعۂ وراثت رسوخ پیدا کر لیتے ہین، اس کی مثال میں ہم نے اپنے ملک کے نظامِ سیاسی کو پیش کیا تھا، کہ گو ہمارے ملک کے تمام فرقوں کے اصول ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، مگر ان سب کا ایک مشترک مقصد ہے، جو ہمارے مخصوص مزاجِ عقلی سے پیدا ہوا ہے، نیز ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں، کہ خیالات و افکار میں صوری اور اسمی تغیر کر دینے سے ان خیالات کی اصلی حقیقت نہیں بدلتی، اور اس کی مثال میں ہم نے بانیانِ انقلاب فرانس کو پیش کیا تھا، کہ گو یہ لوگ اپنے عادات و اطوار اور خیالات میں رومیوں کی تقلید کرنا چاہتے تھے، لیکن اس سے وہ کچھ رومی نہیں بن گئے، کیونکہ ان کے قومی روایات رومیوں کے قومی روایات سے بالکل مختلف تھے، پس دانایانِ قوم کا جو اصلی فرض ہوتا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ وہ تغیر پذیر قومی عقائد میں سے غیر تغیر پذیر قومی عقائد کو ڈھونڈ نکالیں اور حقیقی عقائد کو غیر حقیقی عقائد سے اور لمع کو اصل سے متمیز کر دیں، باقی رہا ان عقائد میں تغیر کرنا تو یہ انکے بس کی بات نہیں،

لیکن جب ہم کسی قوم کے عقائد و خیالات کی تجرید و تفرید کر کے معتقداتِ اساسی کو معتقداتِ غیر اساسی سے متمیز کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ قوموں کے مزاجِ عقلی کو چھوڑ کر قومون کے باقی اور دیگر حالات میں ایک مدت کے بعد عظیم الشان

Marfat.com

تغیر ہوجاتا ہے، شواہد و امثلہ تلاش کرنے کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، ایک اپنے ہی ملک کی تاریخ کو لو، سنہ ۱۷۹۰ء اور سنہ ۱۸۲۰ء کے مابین جو واقعات ملک فرانس میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، ان میں ہم نے دیکھا ہے، کہ کس سرعت کے ساتھ قوم کے مذہبی اور سیاسی خیالات مین تغیر ہوتا رہا، جو لوگ پہلے نہایت جمہوریت پسند تھے، وہ کس طرح ایکبارگی بادشاہ پرست بن گئے، جن کا تعلق پہلے کیتھولک فرقہ سے تھا، وہ کس طرح بعد کو ملحد و بے دین ہوگئے، پھر سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہوتا ہے، کہ وہ لوگ جو پہلے تسلط و استبداد کے جانی دشمن تھے خدا جانے ان میں کیا تغیر ہوگیا کہ وہ یکبارگی نپولین کے سامنے بالکل بے دست و پا ہو کر اسکے حلقہ بگوش بنگئے،

اسی طرح ہمارے ملک کے علاوہ اگر یورپ کے دیگر ممالک کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کرو، تو معلوم ہوگا، کہ ادھر کچھ عرصہ کے اندر یورپ کی سیاست میں کتنے عظیم الشان تغیرات واقع ہوئے ہیں، پہلے انگریز ہمارے حلیف تھے، پھر روس کے مقابلہ میں انگریزون نے دوبار ہم کو دھوکا دیا، اور ہمارے دشمن بن گئے، اور اس کے بعد اب پھر وہ ہمارے حلیف ہین،

علاوہ برین ان مذہبی اور سیاسی تغیرات کے علاوہ مختلف علوم و فنون مین بھی ایک مدت کے بعد عظیم الشان تغیر ہوجاتا ہے، آجکل فلسفہ کے جو مختلف اصول ہمیں نظر نظر آرہے ہین، وہ سب اسی کلیہ کے شواہد ہین، اسی طرح اکثر ایسا ہوتا ہی، کہ آج ایک اڈیٹر یا مصور قوم کو مسخر کئے ہوئے ہی، تو کل وہی قوم کی نگاہ میں ذلیل ہوجاتا ہی،

لیکن یہ تغیرات اور انقلاباتِ زمانہ جنکو ظاہر بین نگاہین حقیقی اور اصلی تغیرات سمجھتی ہیں، ان میں جب ذرا زیادہ غور کیا جاتا ہی، تو نظر آتا ہے، کہ جو خیالات و افکار

Marfat.com

موروثی عقائد کے خلاف اور ان کے برعکس ہوتے ہین، وہی سریع الزوال بھی ہوتے ہین جو عقیدہ اور خیال قوم کے موروثی عقائد کے خلاف ہو، اس کے متعلق یاد رکھو کہ اسکو ایک لمحہ فروغ نہیں ہوسکتا، لیکن جو خیالات موروثی عقائد کے خلاف نہیں ہوتے وہ حسب حیثیت درجہ ایک مدت تک باقی رہتے ہیں، اور اسکے بعد جب انکا وقت آجاتا ہی تو وہ بھی مٹجاتے ہین،

زمانۂ حال میں اس قسم کے تغیر پذیر خیالات کی بڑی کثرت ہی، اور اسکے تین سبب ہین،

۱۔ چونکہ قدیم افکار و عقائد بہت بوسیدہ اور از کار رفتہ ہو گئے ہیں، اسلئے اب وقتی اور عارضی افکار و خیالات کے لئے میدان بہت وسیع ہو گیا ہی،

۲۔ جماعت کے اثر میں ترقی ہو گئی ہی، اور جو قوتیں جماعت کے اثر کو روکنے والی تھین وہ اس کے غلبہ کے آگے سپر انداز ہو گئی ہین، اور چونکہ جماعت کے افکار بے حد تغیر پذیر ہوتے ہین، اسلئے اب وہ بالکل خود سر ہو گئی ہی،

۳۔ اس زمانہ میں مطبوعات گھر گھر پھیلے ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے اوباش لوگوں کے سامنے عجیب عجیب متناقض اور غیر مربوط خیالات پیش ہوتے ہین، آج ایک خیال اچھی طرح ذہنون میں راسخ نہیں ہونے پاتا، کہ کل دوسرا خیال کتابوں کے ذریعہ سے پھیلا دیا جاتا ہے،

یہ تین سبب ہین، جنکی وجہ سے ہمارے زمانہ میں طبیعتوں میں عجیب قسم کا انتشار پیدا ہو گیا ہے، اور تاریخِ انسانی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے، جو دوسرے ادوار سے اس بات میں ممتاز ہی، کہ موجودہ دور میں رائے عام حکومت سے بالکل آزاد ہو گئی ہے، اور حکومتوں کو مجبوراً رائے عام کی اتباع کرنا پڑتی ہی،

زمانۂ سابق میں چونکہ قاعدہ یہ تھا، رائے عام پر حکومتون اور چند صاحب اثر

Marfat.com

لوگوں کا غلبہ ہوتا تھا، اسلئے اس زمانہ میں رائے عام میں اضطراب وانتشار نہیں پیدا ہونے پاتا تھا، لیکن اس زمانہ میں حالت یہ ہوگئی ہی کہ اڈیٹران اخبار اور ممتاز صحائف خود رائے عام کی پیروی کرتے ہین، اور رہبری اور رہنمائی سے جی چراتے ہیں، بلکہ اہل سیاست کا حال تو یہ ہے کہ وہ بجائے رائے عام سے آگے آگے چلنے کے اسکے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، اور رائے عام کا رعب کچھ ان پر ایسا غالب آگیا ہے کہ وہ کسی ارادہ پر منٹ بھر نہیں قائم رہتے ہیں،

گذشتہ بیانات سے معلوم ہوا کہ رائے عام روز بروز حکومتوں کی سیاست پر حاوی اور مستولی ہوتی جاتی ہی، اور اب یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے کہ وہ قومون کو مصالحت اور مخالفت پر بھی مجبور کرنے لگی ہے، فرانس اور روس کے مابین جو آخری عقد مصالحت ہوا ہے، اس کا باعث رائے عام ہی تھی، اور اب پوپ اور تمام بادشاہ اس بات کے عادی ہوگئے ہین، کہ اپنے باہمی مراسلات اور باہمی مکالمات کو شائع کریں، تاکہ جمہور ان پر رائے زنی کرسکیں، لوگ کہتے ہیں، کہ سیاست ان چیزون میں سے نہیں ہے، جو جذبات ومشاعر کے زور پر چلتے ہیں، لیکن میری رائے میں یہ خیال غلط ہے کہ اس وقت جماعت حکومتوں کی سیاست پر مسلط ہے، اور جماعت کے تمام کام عقل کے زور پر نہیں، بلکہ مشاعر وجذبات کے زور پر انجام پاتے ہیں،

لیکن حکومتوں کے علاوہ جرائد وصحائف کی حالت بھی موجودہ زمانہ مین ناگفتہ بہ ہوگئی ہے، اور ان کو بھی مجبوراً جماعت کے غلبہ کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہی، اور ظاہر میں یہ جو نظر آتا ہے کہ لوگوں پر جرائد کا اثر ہے، تو یہ محض اس وجہ سے ہے، کہ وہ بھی روزانہ رائے عام کے ساتھ ساتھ اپنی پالیسی میں تغیر کرتے رہتے ہین، اور انکا

Marfat.com

وظیفۂ عمل صرف یہ رہ گیا ہے، کہ لوگوں کی رایوں کو بلا کم و کاست پیش کر دیں، اب اخبارات نے صرف اس بات پر قناعت کر لی ہے کہ روزانہ چھاپ دیا کریں، اور طوعاً و کرہاً جس طرح بن پڑے جماعت کے جذبات اور اوس کی خواہشوں کی اتباع کریں اور اگر وہ یہ نہ کریں تو ان کو خسارہ برداشت کرنا پڑے، بڑے بڑے قدیم جرائد کی حالت دیکھو، لاکانسٹیٹیوشنل ڈیبٹیس اور سائکل، یہ کسی زمانہ میں ایسے نامور اخبار تھے، کہ ہمارے آباؤ واجداد ان کے اقوال و آرار کو بمنزلۂ وحی سمجھتے تھے، لیکن اب ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ وہ بعض فکاہات اور تجارتی اشتہارات سے ناظرین کی ضیافتِ طبع کر دیا کرتے ہیں، غرض اس زمانہ میں کوئی اخبار ایسا نہیں ہے، جو اپنی قلتِ آمدنی کے باعث اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرتا ہو، کیونکہ اس بات کا خوف لگا رہتا ہے کہ اگر اس نے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کیا، تو لوگ اس کو ناپسند کریں گے، اور اخبار کی وقعت گر جائیگی، جماعت کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ وہ زیادہ تر اس بات کو پسند کرتی ہے، کہ اخبار میں کچھ ظریفانہ چٹکلے ہوں، کچھ مضحکہ آمیز واقعات ہوں، اور اسی طرح کا دلچسپی کا سامان ہو، لیکن اس کے خلاف کوئی اخبار آزادانہ اظہارِ خیال کرتا ہے، تو لوگ یہ سمجھتے ہیں، کہ شاید اس اخبار کی اس میں کوئی ذاتی غرض مخفی ہے، صرف یہی نہیں، بلکہ اب حالت یہ ہے کہ اہلِ نقد و نظر بھی کسی کتاب یا ڈرامے کے شائع کرنے سے دل چراتے ہیں، کیونکہ کتابوں پر جو نکتہ چینی کی جاتی ہے، اس سے بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے، اخبارات کو اب اس کا پورا یقین ہو گیا ہے کہ ذاتی خیالات کے ظاہر کرنے اور کسی کتاب پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں، اسلئے وہ اب کسی کتاب پر نکتہ چینی کے بجائے صرف کتابوں پر اشتہار شائع کر دیتے ہیں، اور لوگوں کو کتاب کی خریداری کے

جانب مائل کرنے کی غرض سے دو چار سطرین اپنی جانب سے بھی لکھ دیتے ہین،

پس جرائد اور حکومتوں کا مشغلہ اور وظیفۂ عمل اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ رائے عام کا تتبع کریں، یہی وجہ ہے کہ کسی اہم واقعہ یا کسی ضروری قانون یا کسی لکچر کو ان کے نزدیک اہمیت جو حاصل ہوتی ہی، تو وہ صرف اس لحاظ سے کہ ان چیزوں کا اثر لوگون پر کیا پڑا، اور اس اثر کا دریافت کر لینا کچھ مشکل بھی نہیں ہوتا، کیونکہ جماعت کے افکار اس قدر تغیر پذیر ہوتے ہیں، کہ آج جس سے وہ ناراض تھی، کل اُس سے وہ خوش ہوجاتی ہے، اور اس بنا پر اسکے تغیر پذیر اور متنوع تاثیرات کا حال جلد دریافت ہوجاتا ہی،

غرض اسوقت جماعت کی حالتِ اضطرابی سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں، کہ یقین زائل ہوگیا ہے، وجدانیات اور جذبات کا اثر غالب ہوگیا ہی اور قومیں ایک حالتِ اضطراب و فوضی میں ہیں، اور جدید مذاہب جو پیدا ہوئے ہیں مثلاً مذہبِ اشتراکیت، تو انکے معتقدین کی حالت یہ ہی کہ وہ اجہل طبقات میں سے ہیں، اور متوسط الحال طبقہ جو ہی، وہ کچھ اسطرح حالتِ شک میں گرفتار ہی کہ اسکو کسی بات پر یقین ہی نہیں رہا ہی،

لیکن یہ انقلاب کوئی ادھر بیس پچیس سال کے عرصہ سے لوگوں کے خیالات میں ہوا ہے، ورنہ اس سے قبل کی حالت یہ تھی، کہ چونکہ افکار و خیالات چند عقائد عامہ پر مبنی ہوتے تھے، اسلئے ان کے خاص خاص اغراض متعین ہوتے تھے، مثلاً جو شخص حکومت پرست ہوتا تھا، اسکے خاص قسم کے خیالات علمی طور پر منضبط ہوتے تھے، جو جمہوریت پسند ہوتا، وہ بھی چند مخصوص خیالات کا پابند ہوتا تھا، اگر ایک شخص کا یہ اعتقاد ہوتا کہ انسان بندر سے پیدا ہوا ہی، تو دوسرے کی رائے بالکل اسکے خلاف ہوتی، اگر ایک شخص کو انقلاب و شورش سے نفرت ہوتی، تو دوسرا اسے بیحد پسند کرتا، اسی طرح بعض اسماء اس قسم کے تھے،

Marfat.com

کہ ہمیشہ انکے ساتھ خشوع و اجلال کا اظہار ضروری سمجھا جاتا تھا، مثلاً روبسپیر اور مارٹ وغیرہ اور بعض نام وہ ہوتے تھے جن کے ساتھ ذلت و حقارت کا برتاؤ کیا جاتا تھا، مثلاً اگسٹس قیصر اور نپولین وغیرہ لیکن اسوقت حالت بالکل مختلف ہوگئی ہے، اور بحث و مباحثہ کی بدولت کسی خیال کی وقعت لوگون کے ذہنون میں باقی نہین رہی ہے،

لیکن باوجود اسکے ہم کو اس انتشارِ خیال سے جو ہمارے زمانہ میں پیدا ہوگیا ہے، بالکل گھبرانا نہ چاہیئے، ہان بلاشبہہ ضرور ہے کہ یہ انتشارِ خیال قومی انحطاط و تنزل کا باعث ہوتا ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ نفوسِ جماعت پر مضطرب الخیال اور اہلِ افکار لوگون سے زیادہ اُن لوگون کا اثر پڑتا ہے جن کے قلوب مطمئن اور خیالات راسخ ہوتے ہیں لیکن ہم کو یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے، کہ جب کوئی خیال یا کوئی رائے نفوس پر ایسا غلبہ حاصل کرلیتی ہے، جیسا اس وقت جماعت کو حاصل ہوگیا ہے، تو اس میں ایک استبدادی شان پیدا ہوجاتی ہے، جو تمام کائنات کو مسخر کرلیتی ہے، اور جس سے ایک مدّت کے لئے حریتِ فکری کا دروازہ مسدود ہوجاتا ہے، اسلئے اب ہمارے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم جماعت کے غلبہ کو تسلیم کرلین، اگرچہ ہم یہ جانتے ہیں، کہ جماعت کا غلبہ اور تسلّط ہمارے تمدن کو برباد کرکے چھوڑیگا،

Marfat.com

باب سوم

جماعت کے مختلف اقسام کی نفسانی تشریح،

فصل اوّل

جماعت کے اقسام،

جماعت کی عام تقسیم و تجنیس، جماعت کی قسمیں،

۱- وہ جماعتیں جو مختلف عناصر سے مرکّب ہوتی ہین،

ان جماعتون کے ممیزاتِ عمومی، قومیت کے اثرات، قومیت کا اثر جتنا قوی ہوتا ہے، اسی قدر روحِ جماعت ضعیف ہوتی ہے، قومیت کا اثر حالتِ تمدّن کی اور جماعت کا اثر دورِ وحشت کی یادگار ہوتا ہے،

۲- وہ جماعتین جو متشابہ عناصر سے مرکّب ہوتی ہیں،

ان جماعتوں کے اقسام، ذاتیں، فرقے، طبقات وغیرہ،

صفحاتِ بالا میں ہم جماعتوں کے نفسانی خصائص کو تفصیل کیساتھ بیان کرچکے، اب جماعتون کے نفسانی خصائص کی وضاحت کرنے کے بعد ان خاص خاص اوصاف کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے، جو جماعت کی بعض بعض قسموں کے

Marfat.com

ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، اس لئے اب ذیل میں ہم پہلے جماعت کے اقسام بالاجمال بیان کرتے ہین، پھر اس کے بعد جماعت کی بعض خاص قسموں کو لے کر قسم وار خصائص کی تشریح کرین گے،

جماعتوں میں سب سے پہلے ہماری نظر جس جماعت پر پڑتی ہے، وہ ایسی جماعت ہوتی ہے، جس کے افراد کے مابین ہمیں کوئی رابطۂ اتحاد بجز اس کے نظر نہیں آتا، کہ ان جماعتوں کا سردار چند آوارہ گرد افراد کو اپنے ذاتی اثر سے اپنے ذاتی اغراض حاصل کرنے کے لئے مجتمع کر لیتا ہے، اس قسم کی ابتدائی جماعتوں کی مثال میں ہم اُن گروہوں کو پیش کر سکتے ہیں، جو قدیم زمانہ میں دولتِ روم پر مختلف اوقات میں حملہ آور ہوئے تھے،

پھر انکے بعد ان جماعتوں کا نمبر آتا ہی، جن میں مختلف عوامل اور ماحول کے اثر سے مختلف نفسانی خصائص کا ظہور ہونے لگا ہو، اور گو ان جماعتوں میں بعض ایسے اوصاف بھی پیدا ہو جاتے ہیں، جو انہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین لیکن یہ مخصوص اوصاف ہمیشہ جماعت کے اوصافِ عمومی کے زیرِ اثر رہتے ہین،

لیکن جب ان دونوں قسم کی جماعتوں میں وہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تشریح صفحاتِ بالا میں گذر گئی ہے، تو اس وقت ان کو "جماعتِ نفسی" یا "جماعتِ منتظمہ" کہتے ہین،

ان جماعتون کی تقسیم حسب ذیل طریقہ پر کیجا سکتی ہی،

۱۔ وہ جماعت جنکی ترکیب مختلف عناصر سے ہوتی ہے، — ۱۔ غیر معروف الاسم جماعتیں (جیسے شہدوں بچون، یا شوارعِ عام کی جماعتین وغیرہ)

Marfat.com

۲- معروف الاسم جماعتیں، (مثلاً جیوریون کی جماعت یا نیابی مجالس)

۲- وہ جماعتیں جنکی ترکیب متشابہ عناصر سے ہوتی ہے،

۱- سیاسی اور مذہبی فرقے،

۲- پیشہ ور جماعتیں،

۳- طبقات (یعنی قوم کا طبقۂ اعلیٰ، طبقہ متوسط اور طبقۂ ادنیٰ)

(۱)

وہ جماعتیں جو مختلف النسل افراد سے مرکب ہوتی ہیں،

یہ جماعتیں جو مختلف النسل، مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ افراد سے مرکب ہوتی ہیں، اسی قسم کی جماعتیں ہین، جن کے نفسانی خصائص کی تشریح ہیں نے صفحاتِ بالا میں کی ہی، یہ جماعتیں عموماً ایسے افراد سے مرکب ہوتی ہیں، جن کے پیشے اور کاروبار مختلف ہوتے ہین، جب اس قسم کے چند افراد مجتمع ہو کر جماعت کی تشکیل کرتے ہین، تو ان کے انفرادی نفسانی خصوصیات پر اُن خصائص سے پردہ پڑجاتا ہی، جو عموماً جماعتون میں پائے جاتے ہین، اور جنمیں اس خصوصیت کو زیادہ اہمیت ہوتی ہے، کہ جماعت میں آکر افراد کی عقلی خصوصیتیں جماعت کے جذبات و احساسات سے مغلوب ہو جاتی ہیں،

جماعات مختلفۃ العناصر پر جو عوامل اثر کرتے ہین، ان میں سے ایک عامل یعنی قومیت کا اثر ان جماعتوں پر بہت گہرا ہوتا ہی، صفحاتِ بالا میں ہم متعدد جگہ بیان کر چکے ہیں، کہ جس طرح قومیت کا اثر افراد کے افعال و عادات پر گہرا ہوتا ہے، اسی طرح جماعتین

Marfat.com

بھی اس اثر کی بہت زیادہ محکوم ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو جماعت صرف انگریزون سے مثلاً مرکّب ہوتی ہے، اس کی حالت اس جماعت سی مختلف ہوتی ہی جسمیں روسی یا فرانسیسی قوم کے افراد بھی شامل ہوتے ہین،

جب چند مختلف الجنس افراد مجتمع ہوتے ہیں، تو گو وہ منافع اور مقاصد جن کیلئے یہ افراد مجتمع ہوئے ہیں، ظاہر میں متحد ہوں، لیکن جہانتک اس جماعت کے شعور اور دماغی حالات سے تعلق ہی، ان افراد میں اختلافِ قومیت کی بنا پر ضرور کچھ نہ کچھ فرق نمایاں رہتا ہی، اشتراکیین نے اکثر ایک ایسی مجلس منعقد کرنے کا ارادہ کیا، جس میں ہر قوم کی مزدوری پیشہ جماعت کے ڈیلیگیٹ شریک ہون، لیکن ہمیشہ اس کا نتیجہ باہمی اختلاف کی صورت مین ظاہر ہوا، یورپ کی قوموں میں باہم اتنا اختلاف ہی، کہ اگر لاطینی قوم کا میلان اس جانب ہی، کہ تمام قومی فرائض کو حکومت انجام دے، تو اس کے مقابلہ میں انگریزی قوم حکومت کے دائرۂ عمل کو بہت محدود کر دیتی ہے، اور اگر لاطینی قومیں افراد کی حریتِ شخصی اور استقلالِ ذاتی کو عملاً ہیچ سمجھتی ہیں، تو اس کے مقابلہ میں انگریزی قوم میں تمام کام افراد کے ذاتی استقلال اور ان کی ذاتی ہمت سے انجام پاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قومی اختلافات کی بنا پر یورپ کے اشتراکیین اور جمہوریت پسندوں کے اصول اور مذاہب میں ہم کو نمایاں اختلاف نظر آتا ہے،

قومیت کا اثر جماعت پر اسقدر گہرا ہوتا ہے، کہ یہ اثر جماعت کے حرکات وسکنات میں ہمیشہ پیش پیش اور نمایان رہتا ہی، اسی مقام پہ سے یہ کلیہ قائم کیا گیا ہے، کہ قومیت کی روح جتنی زیادہ قوی ہوگی، اسی قدر جماعت میں انحطاط پذیر اوصاف کا اثر ضعیف ہوگا، بات یہ ہے کہ جماعت کی روح دورِ توحش کی یادگار ہے، اور جب اس روح کا غلبہ

ہوتا ہے، تو جماعت سے وحشت کے افعال صادر ہونے لگتے ہیں، لیکن قومیت کی روح دورِ تمدّن کی یادگار ہے، تو جب تک جماعت پر اس روح کا غلبہ رہتا ہے، اسوقت تک قوم جماعت کے اثر و غلبہ سے اطمینان میں رہتی ہے،

اس قسم کی مختلفۃ العناصر جماعتوں کے تحت میں بعض وہ جماعتیں شامل ہین، جو مجہول الاسم ہوتی ہیں، مثلاً شوارعِ عام کی جماعتین یا شہدوں کی جماعتیں وغیرہ اور بعض جماعتیں وہ ہوتی ہیں، جو خاص خاص اسماء کے ساتھ مشتہر ہوتی ہیں، مثلاً جیوریون کی جماعتیں، اور نیابی مجلسیں وغیرہ ان دونوں قسم کی جماعتوں میں جو اختلاف و امتیاز ہوتا ہے، وہ یہ ہے، کہ پہلی قسم کی مجہول الاسم جماعتیں اپنے نتائجِ اعمال کی ذمہ دار نہیں ہوتیں، اور دوسری قسم کی جماعتیں اپنے نتائجِ اعمال کی ذمہ دار ہوتی ہین،

(۲)

وہ جماعتین جو متحد النسل افراد سے مرکب ہوتی ہیں،

وہ جماعتیں جو متحد النسل افراد سے مرکب ہوتی ہین، ان کی تین قسمیں ہین،

۱۔ فرقے (۲) پیشہ ور جماعتیں۔ (۳) طبقات،

ان اقسام میں فرقون کا پہلا مرتبہ ہے، جن کی ترکیب ان افراد سے ہوتی ہے، جو تربیت اور پیشہ میں مختلف ہوتے ہیں، لیکن جن کے درمیان رابطۂ اتحاد صرف وحدتِ اعتقاد سے ہوتا ہے، ان جماعتوں میں دینی اور سیاسی فرقے شامل ہیں، ان کے بعد دوسرا درجہ پیشہ ور جماعتوں کا ہے، جن کی تشکیل ان افراد سے ہوتی ہے، جو پیشہ اور تربیت میں متحد ہوتے ہیں، مثلاً فوجی جماعتین وغیرہ، پھر ان کے بعد سب سے اعلیٰ طبقہ طبقات کا ہے، جنکی

Marfat.com

تشکیل ان افراد سے ہوتی ہے، جن کے درمیان رابطۂ اتحاد نہ تو فرقوں کی طرح وحدتِ اعتقاد سے ہوتا ہی، اور نہ پیشہ ور جماعتوں کی طرح وحدتِ تربیت سے، بلکہ جن کے ذرائعِ معاش متحد ہوتے ہیں، ان کی مثال زراعت پیشہ دیہاتی وغیرہ ہین،

لیکن چونکہ اس کتاب میں میرا مقصود صرف جماعاتِ مختلفۃ العناصر سے بحث کرنا ہی، اور میرا ارادہ یہ ہی، کہ جماعاتِ مؤتلفۃ العناصر سے ایک جداگانہ کتاب میں بحث کرون، اسلئے اب میں جماعاتِ مؤتلفۃ العناصر کے بیان کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا، اور جماعاتِ مختلفۃ العناصر کے بعض مخصوص اقسام سے بحث کرکے کتاب کو ختم کرتا ہون،

Marfat.com

فصل دوم ۲

جرائم پیشہ جماعتیں،

جرائم پیشہ جماعتیں، جماعت قانون کی نگاہ میں مجرم ہوسکتی ہے، مگر فلسفیانہ نگاہ میں اسکو مجرم نہیں کہا جاسکتا، جماعت سے غیر شعوری کی حالت میں افعال کا صدور ہوتا ہے، بیانِ ماسبق کی مختلف مثالیں، ماہ ستمبر کی شورہ پشت جماعت کے افعال کی نفسانی تشریح، اس جماعت کے افکار، اس کے شعور، اور اس کے اخلاق پر بحث،

چونکہ ایک مدت تک مختلف مہیجات اور عوامل کے زیر اثر رہتے رہتے جماعت پر غیر شعوری کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ وہ آلۂ بیجان ہوکر تمام اوامر و احکام کی تعمیل کرنے لگتی ہے، اور اسی حالت میں اس سے بعض اوقات جرائم کا ارتکاب بھی ہوجاتا ہے، اس لئے عام استعمال اور علم النفس کی کتابوں میں جماعتوں کے جانب مجرمانہ افعال کا بھی انتساب کیا گیا ہے، لیکن میرے خیال میں فلسفیانہ حیثیت سے جماعت کی جانب مجرمانہ افعال کا انتساب کرنا سخت غلطی ہے، یہ صحیح ہے کہ جماعت کے بعض افعال بعض اوقات جرم کی حد کے اندر آجاتے ہین، لیکن یہ جرائم اسی طرح

Marfat.com

کے ہوتے ہین، جس طرح درندے جرائم کا ارتکاب کرتے ہین، اور باوجود اس کے درندون کو کوئی مجرم نہیں کہتا، بات یہ ہے کہ جماعت سے جو جرائم سرزد ہوتے ہین وہ کسی ہیجِ شدید کی بدولت اس سے وقوع میں آتے ہیں، اور اس ہیجِ شدید سے متاثر ہوکر جو افراد ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہین، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ جرائم کا ارتکاب کر رہے ہین، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں، کہ وہ ایک واجب یا فرض ادا کر رہے ہیں، اور ظاہر ہی کہ یہ شان مجرموں کی نہیں ہوتی ہی،

اس طرح کے واقعات ہیں سے ایک واقعہ قلعہ باسٹل کے مہتمم جیل موسیو لونی کے قتل کا ہے، تفصیل اس واقعہ یہ ہے کہ قلعۂ باسٹل پر انقلابِ فرانس کے زمانہ میں جب شورش پسندون کا قبضہ ہوگیا، تو باغیون نے وہاں کے مہتمم جیل کو گھیر لیا، اور اس بیچارے پر ہر طرف سے بوچھار شروع ہوگئی، کوئی اس کے بابت پھانسی دینے کی راے دیتا تھا، کوئی کہتا تھا، کہ اس کو قتل کر دینا چاہئے، کسی کی رائے یہ تھی، کہ نہیں گھوڑے کی دم میں باندھکر اس کی تشہیر کرنا چاہئے، غرض اس کی بابت ہر شخص ایک نئی راے دیتا تھا، اور وہ بیچارہ مدافعت میں مشغول تھا، کہ اتفاق سے باغیون کے گروہ میں سے ایک شخص کے اس کی لات لگ گئی، بس پھر کیا تھا، مجمع غصہ سے بیتاب ہوگیا، اور رائے یہ قرار پائی، کہ اس کی لات جس شخص کے لگی ہی، وہ اس کو قتل کرے، راوی بیان کرتا ہے کہ لات جس شخص کے لگی تھی، وہ ایک تماشہ بین نانبائی تھا، جو وہاں تماشہ دیکھنے گیا تھا، اس نے جو یہ سُنا، کہ مجھے مہتمم جیل کو قتل کرنا ہوگا، تو وطن پرستی کے جوش کی بنا پر اسے خیال پیدا ہوا کہ اچھا میں وطن کا ایک فرض ادا کرکے ایک تمغہ حاصل کرونگا، اس جوش میں آکر اس نے تلوار کا ایک وار کیا، لیکن وار خالی گیا، جنجلا کر اس نے

Marfat.com

جیب سے چھرا نکالا اور اس سے مہتمم جیل کا کام تمام کر دیا،

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح غیر شعوری کی حالت میں جماعت سے جرائم کا صدور ہوتا ہے، اسی واقعہ میں دیکھو کہ جماعت کس طرح خارجی تحریک سے غصّہ میں آگئی، اور قاتل یہ سمجھتا رہا کہ وہ وطن کا فرض ادا کر رہا ہے، پس اس طرح کے افعال جو جماعت سے صادر ہوتے ہیں، گو قانوناً جرم سمجھے جاسکتے ہیں، مگر علم النفس کے نقطۂ نظر سے وہ کسی طرح جرم کی حد میں داخل نہیں ہین،

جرائم پیشہ جماعتوں کو دوسری جماعتوں سے کسی بات میں امتیاز نہیں ہوتا، اور ان جماعتوں میں بھی تقریباً وہ تمام خصائص پائے جاتے ہیں، جن کا ظہور دیگر جماعتوں میں ہوتا ہے، اور جنکو ہم صفحاتِ بالا میں بالتفصیل بیان کر چکے ہین، مثلاً اثر پذیری، تلوّن مزاجی اور ضعفِ عقلی وغیرہ،

اب ہم ذیل میں جرائم پیشہ جماعتون کے خصائص پر مفصل نظر ڈالنے کے لئے ایک خاص جماعت کے کارناموں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، جس سے جرائم پیشہ جماعتون کے اوصاف کی نفسانی تشریح اچھی طرح ہو جائیگی، ماہ ستمبر کے فتنہ کا واقعہ فرانس کی تاریخ میں ایک افسوسناک یادگار ہے، اور گو واقعۂ ماہ ستمبر[1] کی جماعت اور واقعۂ سینٹ بارتھولومیو کی جماعت کے اوصاف میں نمایاں مشابہت پائی جاتی ہے، مگر میں یہان واقعۂ ماہ ستمبر[1] کے تفصیلی حالات موسیو ٹائن سے لیکر نقل کرتا ہوں، جو واقعۂ انقلاب فرانس کا بہترین مؤرخ ہے،

---

[1] یہ مشہور حادثہ زمانہ انقلاب فرانس میں بماہ ستمبر ۱۷۹۲ء پیرس میں وقوع پذیر ہوا، اس واقعہ کا باعث ایک شخص مارٹ نامی تھا، یہ شخص پہلے طبیب تھا، پھر ایک اخبار کا اڈیٹر ہوگیا، اس کا یہ خیال تھا کہ ۲۰ آدمیوں کو وطن کے فدیہ میں پھانسی دیدینا چاہیئے، (مولف)

Marfat.com

ہم کو اس سے غرض نہیں کہ واقعۂ ماہ ستمبر کے فساد کا بانی کون تھا، ڈانٹن یا کوئی اور[1]، بہر حال اس واقعہ میں ہماری بحث کا تعلق جس بات سے ہے وہ یہ ہے کہ باغیون کی جماعت میں ایک ایسی تحریک پیدا کر دی گئی، جس سے اس جماعت کے تمام افراد متاثر ہو گئے، اور جماعت وحشیانہ افعال کا ارتکاب کرنے لگی،

باغیون کی یہ جماعت تین سو جلادوں سے مرکب تھی، جو سب کے سب مختلف ذاتون اور مختلف فرقون سے تعلق رکھتے تھے، ان میں دوکاندار، پیشہ ور، دست کار، معمار، سرکاری ملازمین اور دلال، سبھی طرح کے لوگ تھے، اور سب ایک ہی ہیجان کے زیر اثر تھے، اور سب کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ ایک وطنی خدمت انجام دے رہے ہین، ان لوگوں نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا، کہ ایک خاص عدالت کا محکمہ ایجاد کیا، اس محکمہ نے تفتیش کر کے ملزمین کی ایک فہرست تیار کی، اور یہ قرار پایا کہ سب سے پہلے امرا، پادریوں، ملازمین پولیس، اور سرکاری ملازموں کو قتل کرنا چاہیئے، غرض کہ جتنے لوگ اس محکمہ کے نزدیک مجرم قرار پائے وہ بلا رو و رعایت تلوار کے گھاٹ اتارے گئے، اور شہر میں ایک فتنہ محشر خیز برپا ہو گیا، عام باشندون کے قتل کرنے کیلئے کسی خاص حکم کی ضرورت نہ تھی، بلکہ قتل خود ایک قضاے مبرم تھا لیکن خاص خاص لوگوں کے قتل کے لئے علی الترتیب احکام صادر کئے جاتے تھے، اس فتنہ میں جس قساوت قلبی اور وحشت کا اظہار کیا گیا ہے، وہ بیان سے باہر ہے، لیکن باوجود اس کے یہ عجیب بات تھی، کہ اس قساوتِ قلبی کے مقابلہ میں لطف و مہربانی کے نمونے بھی کہیں کہیں نظر پڑتے تھے،

چنانچہ یہ ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ اتفاق سے اس جماعت میں ایک

[1] صحیح یہ ہے کہ اس فساد کا بانی ایک شخص موراٹ نامی تھا،

Marfat.com

شخص کو معلوم ہوا، کہ قیدیون کو چھ گھنٹے سے متواتر پانی نہیں ملا ہے، یہ سنکر وہ فوراً غصہ میں آگیا، اور مہتمم جیل پر جھپٹ پڑا، لیکن جب قیدیون نے خود ہی اس کی سفارش کی تو اس نے چھوڑ دیا، اسی طرح جب عدالت سے کوئی مجرم بری کیا جاتا تو یہ لوگ بہت خوش ہوتے، اور و فورِ مسرّت سے تالیان بجاتے، اور جب زیادہ وجد میں آجاتے، تو ناچنے گانے لگتے تھے، عورتوں کے لئے بھی ایک جگہ مخصوص کر دی گئی تھی، جہان سے وہ قتل و غارت کے مہیب منظر کا تماشہ دیکھتی تھیں، لیکن جب لوگوں نے یہ شکایت کی کہ عورتوں اور دیگر تماشہ بینوں کو تماشہ اچھی طرح نظر نہیں آتا، تو اسوقت سے یہ حکم ہوگیا کہ ملزمین کو دو دو صفیں گھیرے رہا کریں، اور آہستہ آہستہ چلا کریں تاکہ تماشہ بینوں کی نظر کے سامنے یہ تماشہ دیر تک رہا کرے، بعض لوگ ملزمین کو برہنہ کرکے میدان قتل میں لاتے، اور اس کے بعد ان کے پیٹ پھاڑتے، یہ عجیب دردناک منظر ہوتا تھا، لیکن ان دردناک منظروں میں کہیں کہیں دیانت و امانت کی مثالیں بھی نظر پڑجاتی تھین یہ لوگ مقتولین کے مال و زر کو بالکل ہاتھ نہیں لگاتے تھے، بلکہ تمام مال و زر اور جواہر لاکر حجون کے سامنے پیش کر دیتے تھے،

اس کے علاوہ جو دلائل و براہین وہ قائم کرتے تھے، وہ نہایت سادہ لوحی پر مبنی ہوتے تھے، چنانچہ جب یہ لوگ ایکہزار دو سو یا ایکہزار پانچسو آدمیوں کو (باختلاف روایت) قتل کرچکے، تو ان کو خیال ہوا کہ دوسرے قیدخانون میں بھی بہ کثرت آدمی سڑگل رہے ہین، ان کو بھی قتل کر دینا چاہئے، اور قیدخانوں میں اتفاق سے جو لوگ تھے، وہ نہایت بیکس اور غریب تھے، اور زیادہ حصّہ ان مین عورتون اور نابالغوں کا تھا، ان لوگوں نے خیال کیا کہ یہ قیدی اگرچہ مجرم نہیں ہیں، اور نہایت غریب اور بالکل

بے گناہ ہین، لیکن ممکن ہے کہ آگے چل کر یہ لوگ قوم و وطن کے دشمن نکلیں، اسلئے انکو مٹا دینا ہی اچھا ہے، ان قیدیوں میں ایک عورت تھی، جس کا شوہر زہر دیکر مارڈالا گیا تھا اس کے متعلق بعضوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ عورت اپنے قید ہونے پر غصہ میں توضرور ہوگی، اگر کہیں اتفاق سے یہ چھوڑ دی گئی، تو یہ غصہ کے مارے پیرس میں آگ لگا دیگی، اسلئے اسکو توضرور ہی قتل کر دینا چاہیئے، اس رائے کو سب نے بسر وچشم قبول کیا، اور بیچاری عورت اور اسکے ساتھ پچاس نوعمر لڑکے سترہ سترہ، اٹھارہ اٹھارہ برس کی عمر کے تہ تیغ کر ڈالے گئے، اس پر ان جلادوں کا یہ قول تھا کہ اچھا ہوا کہ قتل کر دیے گئے، ورنہ یہ اگر زندہ رہجاتے، تو سب سے بڑھکر یہی قوم و وطن کے دشمن نکلتے، اچھا ہوا انسے نجات مل گئی،

غرض یہ مشقِ جفا کامل ایک ہفتہ تک جاری رہی، اور اس کے بعد جب یہ لوگ قتل کرتے کرتے تنگ آگئے، تو اسوقت ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ انھون نے وطن کی ایک بیش بہا خدمت انجام دی ہے، اسلئے انھیں تمغہ اور انعام ملنا چاہیئے، یہ تفصیل ہے اس عبرتناک واقعہ کی،

اس واقعہ کے علاوہ ۱۸۷۱ء کی بغاوت کے دوران میں بھی بہت سے واقعات اسی طرح کے پیش آئے، اور آیندہ بھی ذرا جماعت کے اثر و غلبہ کو ترقی ہونے دو تو دیکھنا کیا کیا وقوع پذیر ہوتا ہے،

Marfat.com

فصل سوم

فوجداری عدالتوں کی جیوریان

فوجداری عدالتون کی جیوریان، جیوری کے خصائص، عمومی اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے، کہ جیوریون کے فیصلوں پر ان کی نوعیتِ تشکیل سے کوئی اثر نہیں پڑتا، جیوری کے ممبر کس طرح دفعتہً اثر پذیر ہو جاتے ہین، عقلی دلیل کا جیوریون کی رائے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، مشہور بیرسٹر کن کن طریقون سے جیوری کی رائے پر اثر ڈالتے ہیں، وہ کون سے جرائم ہیں، جن کے ارتکاب کرنے والے جیوری کے جذبۂ تلطف کو اپنی جانب جذب کر لیتے ہین، جرائم کی تحقیقات میں جیوری کے توسط کے فوائد اور یہ بحث کہ اگر جرائم کی تحقیقات میں جیوریوں کی رایون سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، تو عدل وانصاف مین رکاوٹ پیش آئے،

چونکہ ہم جیوریون کے تمام اقسام پر اس کتاب میں مفصل بحث نہیں کر سکتے، اس لئے ذیل میں ہم صرف فوجداری عدالتوں کی جیوریوں سے بحث کرین گے، جو مختلف جماعتوں کا ایک نہایت کامل نمونہ ہوتی ہین، دیگر جماعتوں کی طرح جیوریوں

کی جماعتیں جماعت کے ان تمام اوصاف سے متّصف ہوتی ہیں، جنکا ذکر صفحاتِ بالا مین گذر چکا ہے، دیگر جماعتوں کی طرح یہ جماعتیں بھی سریع الانفعال اور متلون المزاج ہوتی ہیں، دیگر جماعتون کی طرح ان جماعتوں کے فیصلے بھی عقلی پہلو سے گرے ہوتے ہیں، اور دیگر جماعتوں کی طرح یہ جماعتیں بھی اپنے لیڈروں کی تابعِ فرمان ہوتی ہیں، غرض ان جماعتوں میں بھی وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جو نفسِ اجتماعی کا خاصہ ہیں، اور جن کا تذکرہ صفحاتِ بالا میں گذر چکا ہے،

جیوریون کی حالت کا اندازہ کرنے کی غرض سے ہماری نظر سب سے پہلے جیوریوں کی تجاویز اور فیصلوں پر پڑتی ہے، یہ جماعتیں عموماً جو فیصلے صادر کرتی ہین، ان کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ جماعت پر روشن عقلوں کا کچھ اثر نہیں پڑتا، اسلئے جیوریونکی تجاویز اور فیصلے بھی عقلی پہلو سے گرے ہوتے ہیں، اور اگر اہلِ فن اور اہلِ علم لوگ بھی اپنے اپنے علوم وفنون کے حدود سے تجاوز کرکے فوجداری عدالتوں کے مقدمات کے فیصلے تحریر کرین، تب بھی ان کے فیصلے ان فیصلوں سے زیادہ وقیع نہ ہون گے، جو عام قابلیت کے لوگ صادر کرتے ہیں، ۱۸۴۸ء کے پیشتر جیوریوں کا انتخاب عموماً روشن خیال اور اہلِ علم طبقہ سے کیا جاتا تھا، لیکن اب اس زمانہ میں یہ بات موقوف ہوگئی ہے، اور اب ان کا انتخاب عموماً حرفت پیشہ گروہ سے کیا جاتا ہے، علماے اعداد نے شمار واعداد سے بتایا ہے کہ جیوریوں کا انتخاب خواہ کسی گروہ سے کیا جاتا ہے، ان کے فیصلے ہمیشہ یکساں ہوتے ہیں، بلکہ اس واقعہ کا اعتراف علمائے کے علاوہ خود ججوں نے بھی کئی بار کیا ہے، موسیو ڈیوی گلاگو سابق جج عدالتِ فوجداری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:-

اس زمانہ میں جیوریون کے انتخاب کا حق میونسپلٹیون کو تفویض کر دیا گیا ہے، جو
اپنے سیاسی اغراض کی بنا پر جیوریون کا انتخاب کرتی ہیں، اور عموماً اس زمانہ میں
تجارت پیشہ طبقہ اور کم حیثیت لوگوں میں سے جیوریوں کا انتخاب کیا جاتا ہے،
لیکن باوجود اس کے ان جیوریوں کی تجاویز اور فیصلے بھی اسی رتبہ کے ہوتے ہین،
جس رتبہ کے ان کے پیشرو اہلِ علم جیوریون کے ہوتے تھے،

عبارتِ بالا سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ جیوریون کی تجاویز اور فیصلے عموماً
صحیح اور انصاف پر مبنی ہوتے ہیں، البتہ عقلی پہلو سے ان میں ضعف ضرور ہوتا ہے، لیکن
اگر فیصلے عقلی پہلو سے ضعیف ہوتے ہون، تب بھی تعجّب کی کون سی بات ہے، اس لئے
لاشاڈ
کہ تمام بیرسٹر اور جج عموماً جماعتوں کے نفسانی حالات سے ناواقف ہوتے ہین، موسیو
جو عدالتِ فوجداری کا ایک کامیاب بیرسٹر تھا، ہمیشہ ججوں اور جیوریوں کی رائے سے
مخالفت کیا کرتا تھا، لیکن اب تجربہ سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے، کہ روشن خیال ججوں کی
رائے سے اختلاف کرنا بالکل بے کار ہوتا ہے، چنانچہ اب پیرس کے بیرسٹروں نے عموماً
یہ عادت ترک کر دی ہے، لیکن باوجود اس کے جیسا کہ موسیو گلاگو نے تحریر کیا ہے، ججوں
اور جیوریون کے فیصلوں میں اب بھی کسی قسم کا تغیر نہیں نظر آتا، اور اس زمانہ میں بھی جیوریون
کے فیصلے نہ سابق فیصلون سے زیادہ منصفانہ ہوتے ہیں، اور نہ نامنصفانہ،

جیوریون کی جماعت بھی، دیگر جماعتون سے اس بات میں مشابہ ہوتی ہے، کہ اس
پر جذبات کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، اور دیگر جماعتوں کی طرح ممبرانِ جیوری بھی عقلی
استدلال سے اثر پذیر نہیں ہوتے، ایک بیرسٹر کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی عورت انکے سامنے
لائی جائے، جو غریب ہو، اور ایک بچہ کو دودھ پلاتی ہو، یا اگر چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ان کے

Marfat.com

سامنے پیش کئے جائین، تو وہ جوشِ رقت سے بیتاب ہوجاتے ہیں، اور جادۂ انصاف سے ہٹ جاتے ہیں، موسیو گلاگو لکھتے ہیں،:-

"جیوری کی توجّہ کو اپنی جانب جذب کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہوتا ہے، کہ عورت ذرا ظریف طبع ہو"

عموماً جن جرائم سے خود خوف کھاتے ہیں، اور جو ہیئتِ اجتماعی کے لئے مضر ہوتے ہیں، ان کے ارتکاب پر تو جج آپے سے باہر ہوجاتے ہیں، لیکن ایسے جرائم جن کا ارتکاب محض جذبۂ محبّت کی بنا پر کیا گیا ہو، اور جو ہیئتِ اجتماعی پر مضر اثر نہ ڈالتے ہون، ان کے ارتکاب سے ججوں کو کچھ خیال بھی نہیں ہوتا، پس اگر ان کے سامنے ایسی عورتیں پیش کیجائین، جن کو بدمعاش لوگ گھرون سے بھگالے گئے ہوں، تو اس پر ان کو سخت غصّہ آتا ہے، کیونکہ ان کے خیال میں یہ ہوتا ہے کہ جس ملک میں قانون اس قسم کے جرائم کا انسداد نہ کرے، وہان گھر بار بالکل محفوظ نہیں رہ سکتا، اس لئے اس قسم کے جرائم پر وہ غصّہ سے بیتاب ہوجاتے ہیں،

دیگر جماعتون کی طرح ججون اور جیوریون کی جماعتیں بھی نفوذ سے بہت جلد اثر پذیر ہوتی ہیں، موسیو گلاگو نے کیا خوب کہا ہے کہ جج اور جیوری اپنے خیالات میں خواہ کتنے ہی جمہوریت کے حامی ہون، لیکن عملاً وہ بالکل آزاد نہیں ہوتے، حسب و نسب، دولت و ثروت، شہرت، اور کسی مشہور بیرسٹر کی پیروکاری، یہ سب ذرائع ہیں جن سے جج کی رائے پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے،:

ججون اور جیوریون کی رائے پر جس تدبیر سے اثر ڈالنا چاہئے، اس کی کیفیت ایک کامیاب انگریز بیرسٹر نے خوب بیان کی ہے، جسے میں یہان نقل کرتا ہون، وہ

Marfat.com

لکھتا ہے:۔

"سب سے پہلے بیرسٹر کے لئے لازمی ہے کہ وہ برابر جج کی رائے پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتا رہے، تقریر تھوڑی ہو اور استدلال سے گریز کرے تقریر کرتے وقت جج کے حرکات وسکنات کی نگرانی اور مناسب موقع و وقت کی تلاش بھی ضروری ہے، سب سے زیادہ اس بات کی نگرانی کرتے رہنا لازمی ہے، کہ میرے الفاظ اور جملوں سے جج کے چہرے پر کیا آثار طاری ہوتے ہیں، اپنے سامنے کی صف میں جو جج بیٹھے ہوں، پہلے ان کے چہروں کو بغور دیکھنا چاہیئے، پھر ان کے بعد والے ججوں کے چہروں کو، آخر میں اس جج کی جانب توجہ کرنا چاہیئے، جو بیرسٹر کی رائے کے خلاف ہے، اور حتی الامکان یہ کوشش کرنا چاہیئے، کہ کسی طرح یہ جج اپنی رائے پلٹ دے اور یہ سب سے زیادہ مشکل ہے"

سطورِ بالا میں بیرسٹر مذکور نے گویا فنِ خطابت کی تلخیص کر دی ہے، اور بتادیا ہے کہ خطیب اپنے خطبہ کے پہلے ہی حصہ میں جو کامیاب نہیں ہوتا، تو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نفوسِ سامعین مین اسکے خطبہ سے جو اثر پیدا ہوتا ہے، اسکے مطابق اسے اپنے خطبہ میں تغیر کرنا پڑتا ہے، اسلئے خطیب کو اسوقت تک کامیابی نہیں ہوتی تاوقتیکہ خطبہ کے سلسلہ میں وہ سامعین کے جذبات وخیالات کا پورا اندازہ نہ کرلے، اور یہ بات خطبہ کے ابتدائی حصہ سے حاصل نہیں ہوتی،

پھر یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ بیرسٹر تمام ججوں کی رایوں کو اپنے موافق بنا لینے کی کوشش کرے، بلکہ صرف یہ کافی ہے کہ جو جج سب کا رئیس ہے، اسی کی رائے پر اثر ڈالا جائے

Marfat.com

اور جہان اس نے اپنی رائے پلٹی، بس فوراً اسی کی رائے کی جانب اغلبیت ہو جاتی ہے، مذکور الصدر انگریز بیرسٹر لکھتا ہے :-

"مجھے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب فیصلہ کے تحریر کرنے کا وقت آتا ہے، تو صرف دو یا ایک ججوں کی رائے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنا لیتی ہے"

پس یہ ضروری ہے کہ ان دو یا تین ججوں کو ہوشیاری سے اپنا موافق بنا لیا جائے تو فیصلہ بھی اپنے موافق ہو جاتا ہے، اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیرسٹر پہلے ہی سے کوشش کر کے ججوں کو حیرت و استعجاب میں ڈالدے، کیونکہ جماعت جب کسی شخص کو حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے، تو اس کے ادلہ و براہین کو خوب کان دھر کر سنتی ہے، میں نے موسیو لاشاڈ کے حالات میں حسب ذیل واقعہ پڑھا ہے جسکو میں یہاں نقل کرتا ہوں،

مشہور ہے کہ مشہور بیرسٹر لاشاڈ اکثر بحث کرنے میں اس بات کی بے حد کوشش کرتا تھا، کہ دو ایک جج جن کو وہ صاحبِ نفوذ پاتا، اس کے ہمخیال بن جائیں اور اس تدبیر سے موسیو لاشاڈ اکثر کامیاب ہو جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ اتفاق ایسا ہوا، کہ کسی مقدمہ میں موسیو لاشاڈ قریب قریب ایک گھنٹہ تک بحث کر کے تھک چکا، اور مختلف تدبیروں سے اس بات کی کوشش کر رہا تھا، کہ کسی طرح ایک خاص جج جس کی رائے موسیو لاشاڈ کے خلاف تھی، اس کا ہم خیال ہو جائے، جب سب تدبیروں پر عمل کر چکا، اور کسی طرح کامیابی نہ ہوئی، تو ایک دفعہ تقریر کرتے کرتے یکایک خاموش ہو گیا، اور چیف جج سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، کہ "فلان جج صاحب کی آنکھوں پر دھوپ پڑ رہی ہے، مہربانی فرما کر چک ڈلوا دیجئے"، یہ کہنا تھا کہ اس جج کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی

Marfat.com

فوراً اپنی رائے پلٹ کر وہ بھی لاشاڈ کا ہمخیال بن گیا،

جیوریوں کے طبقہ سے ججوں کو انصاف کرنے میں جو سہولت ہوتی ہے، اسکو نظر انداز کرکے اس زمانہ میں اہلِ صحافت و انشاء کے طبقہ سے ایک فرقہ اٹھ کھڑا ہوا ہے، جو جیوریوں کے نظام پر سختی سے نکتہ چینی کر رہا ہے، حالانکہ اس کو یہ معلوم نہیں کہ ججوں کی جماعت سے جو غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان کی نگرانی جیوریوں ہی کی جماعت کرتی ہے، بخلاف اسکے بعضوں کی یہ رائے ہے کہ جیوری کے طبقہ کو بحال تو رکھنا چاہیئے، مگر صرف روشن خیال طبقہ تک اس کے دائرہ کو محدود کر دینا چاہیئے، لیکن ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، کہ تجویز اور فیصلے کا جہاں تک تعلق ہے، روشنخیال اور غیر روشن خیال دونوں طبقے اس بارے میں یکساں ہیں،

لیکن ایک فرقہ اور ہے، جس کی رائے یہ ہے کہ چونکہ جیوریوں سے غلطیاں واقع ہوتی ہیں، اس لئے ان کو قاضی اور جج بنا دینا چاہیئے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ جن غلطیوں کا انتساب جیوریوں کے جانب کرتے ہیں، انھیں یہ نہیں معلوم کہ اسی قسم کی غلطیاں ججوں سے بھی سرزد ہوتی ہیں، مجرم جب ان کے سامنے لایا جاتا ہے، تو وہ اوّل دہلہ میں اس کی بابت مجرم ہونے کی رائے قائم کر لیتے ہیں، پس اگر جیوریوں کو نظر انداز کرکے آخری فیصلہ کا حق صرف ججوں کو تفویض کر دیا جائے، تو بیچارہ مجرم اپنی بریت کی کوشش کس طرح کرے گا، یہ صحیح ہے کہ جیوریوں سے غلطیاں ہوتی ہیں لیکن جیوری سے پہلے خود جج غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں، پس اصل الزام خود ججوں پر ہے، حال ہی میں یہ واقعہ گذرا ہے، کہ ایک ڈاکٹر پر ایک نوجوان سادہ لوح عورت نے یہ الزام قائم کیا تھا کہ اس نے تیس فرنک کے عوض میں اس کا حمل ساقط کر دیا، اس بیان کو سن کر ججوں نے فوراً اس کے لئے سزا تجویز

کردی، اگر رائے عام اس فیصلہ کے خلاف نہ ہوتی، تو وہ بیچارہ ماخوذ ہوکر جیل میں جا چکا تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہی، کہ باوجودیکہ لوگ عام طور پر مجرم کو بری سمجھتے تھے لیکن ججون کو خواہ مخواہ اس کے مجرم ہونے پر اصرار تھا،

حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مقدمہ پیچیدہ ہوتا ہی تو چونکہ جیوریون کو اس کے اصلی حالات کا علم کم ہوتا ہے، اس لئے وہ مجبور ہوکر ججوں کی رائے سے اتفاق کرلیتے ہیں، کیونکہ وہ دیکھتے ہین کہ یہ لوگ خود ان مسائل سے خوب واقف ہین، یہ کیا غلطی کریں گے، پس اب بتاؤ کہ اصلی خطاوار کون ہوتا ہے، ممبران جیوری یا خود جج صاحبان، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ہم نفیس چیزوں کی قدر کرتے ہیں، اسی طرح ہم کو جیوریوں کی جماعت کی قدر کرنا چاہیئے کیونکہ صرف یہی ایک طبقہ ہے جو قانون کی سختی اور شدت کا مقابلہ کرسکتا ہے، قانون کے دفعات تو بالکل مطلق اور عام ہوتے ہین، ان میں شواذ ونوادر کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا، اور جج صرف قانونی صراحت کی پابندی کرتے ہین، ان کو اس بات کا خیال نہیں ہوتا، کہ ایک شخص جو بھولی بھالی لڑکی کو بھگا کر لیگیا، اور پھر اس نے اسکو چھوڑ دیا، ان دونوں میں سے لڑکی مجرم نہیں ہی، بلکہ بھگانے والا مجرم ہے، بخلاف ممبران جیوری کے کہ وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں، کہ اس لڑکی سے زیادہ وہ مجرم ہی، جو اسکو بھگا کرلے گیا،

یہ تفصیل ہی جیوریوں کی جماعت کے نفسیات کی، اور مجھے تو فی الواقع جیوریوں کی جماعت غلطی کا ارتکاب کرتے ہوئے نظر نہیں آتی، بلکہ میرے نزدیک تو ججز زیادہ غلطیاں کرتے ہیں، ججوں کی حالت اس جماعت کی سی ہوتی ہی، جو لینٹ اور شفقت کے مفہوم سے ناآشنا ہوتی ہی، اور جیوری کی حالت اس جماعت کی ایسی ہے، جو مجسمہ شفقت اور ہمہ تن رحم ہوتی ہے،

Marfat.com

فصل چہارم

ووٹ دینے والی جماعتیں

ووٹ دینے والی جماعتوں کے خصائصِ عمومی، یہ بحث کہ امیدوارِ انتخاب کو کن اوصاف کا جامع ہونا چاہیئے، امیدوارِ انتخاب کے لئے نفوذ کی ضرورت، یہ بحث کہ اجرت پیشہ اور صنعت پیشہ گروہ اپنے میں سے نائب شاذ و نادر کیون منتخب کرتے ہیں، منتخب کرنے والی جماعتوں پر الفاظ اور جملون کا کتنا اثر پڑتا ہے، منتخب کرنے والی جماعتون کی رائے کیون کر قائم ہوتی ہے، سیاسی کمیٹیوں کا اثر، سیاسی کمیٹیان مجتمعۂ استبداد ہوتی ہیں، واقعۂ انقلابِ فرانس کی کمیٹیان، اس بات کا سبب کہ اگر حقِ انتخاب کو ایک خاص طبقہ تک محدود کر دیا جائے، تب بھی وہ نتیجہ کیون حاصل ہوگا، جو حقِ انتخاب کو عام کر دینے کے وقت ہوتا ہے، مختلف اقوام میں ووٹ دینے کے حق کا کیا مطلب ہے،

وہ جماعتیں جو کسی خاص غرض کے لئے نائب منتخب کرتی ہین، جماعاتِ مختلفۃ الغرض

Marfat.com

کا مکمل نمونہ ہوتی ہیں، یعنی جن افراد سے ان جماعتوں کی تشکیل ہوتی ہے، وہ مختلف نسل اور مختلف پیشہ کے لوگ ہوتے ہین، ان میں تجارت پیشہ بھی ہوتے ہین، اہلِ فضل و کمال بھی، ہوتے ہیں، طبقۂ متوسط اور طبقۂ اعلیٰ کے افراد بھی شریک ہوتے ہین، غرض یہ جماعتیں مختلف النسل اور مختلف الخیال لوگوں کا معجونِ مرکب ہوتی ہیں، لیکن چونکہ ان جماعتون کا وظیفۂ عمل مخصوص دائرۂ انتخاب میں محدود ہوتا ہے، اسلئے ان جماعتوں میں ان تمام اوصاف کا پایا جانا ضروری نہیں، جو دیگر جماعتوں میں پائے جاتے ہیں، بلکہ ان میں صرف حسبِ ذیل مخصوص اوصاف پائے جاتے ہین،

۱۔ ضعفِ عقلی،

۲۔ فقدانِ ملکۂ انتقاد،

۳۔ سرعتِ غضب،

۴۔ زود اعتقادی،

۵۔ سادہ لوحی و اثر پذیری،

اس کے علاوہ ان جماعتون کے تجاویز میں ان تمام عوامل کے اثرات بھی صاف نمایاں ہوتے ہین، جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، یعنی قُواد کا اثر اور ادعاء و تحکم و تکرار وغیرہ کے اثرات،

ان جماعتوں کے عمومی اوصاف کی تشریح کرنے کے بعد اب ہم اس امر سے بحث شروع کرتے ہیں کہ بحث و استدلال میں ان جماعتون کا طریقِ کار کیا ہوتا ہے، اور یہ جماعتیں کس قسم کے دلائل سے اثر پذیر ہوتی ہیں،

سب سے پہلے یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے، کہ جو شخص امیدوارِ انتخاب ہو، اس کی

ذات میں نفوس کا پایا جانا ضروری اور کامیابی کے لئے شرطِ اوّلین ہی، لیکن اگر یہ شخص نفوذِ وہبی سے محروم ہے، تو اس کا قائم مقام وہ نفوذ ہوسکتا ہی، جو ثروت و دولت سے حاصل ہوا ہو، علمی اور دماغی قابلیتون سے جو نفوذ پیدا ہوتا ہے، وہ اکثر بیکار ہوتا ہی، نفوذ ایک قوت ہے، کہ جو شخص اس قوت سے بہرہ ور ہوتا ہے، وہ بلا پس وپیش لوگون کو اپنے موافق ووٹ دینے پر مجبور کر ہی لیتا ہے، لیکن چونکہ تجارت پیشہ اور مزدوری پیشہ گروہ مین سے کسی شخص کو نفوذ حاصل نہیں ہوتا، اسلئے یہ گروہ اپنے مین سے قائم مقاموں کو کم منتخب کرتے ہین، اور اگر کبھی منتخب بھی کرتے ہیں، تو محض اسلئے کہ اپنے فریقِ مخالف صاحبِ رتبہ امیدوارِ انتخاب کو نقصان پہنچایا جائے،

لیکن ایک حد تک صرف نفوذ ہی کامیابی کا آلہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ امیدوارِ انتخاب لوگوں کو اس بات کی امید دلائے کہ اگر وہ منتخب ہوگیا تو لوگوں کی خواہشیں پوری کرے گا، مگر اس میں اتنا تجاوز نہ کرے کہ اس کی امیدین خلافِ عقل اور محال آنے لگیں، اب اس کے مقابل میں فریقِ مخالف پر بھی یہ لازم ہی، کہ وہ بذریعۂ ادعا، و تحکّم و تکرار یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے، کہ میرا مخالف اور مقابل نہایت بدنفس ہے، اس نے جتنی امیدین دلائی ہیں، وہ کبھی پوری نہ کرے گا، پس اگر پہلا امیدوار جماعت کے نفسانی حالات سے ناواقف ہوا، تو وہ فوراً ادعا و تحکم کی بجائے دلائل و براہین سے ان الزامات کی تردید اور اپنی ذات کی بریت کریگا، یہانتک کہ آخر کار وہ ناکامیاب ہوجائے گا،

اس کے علاوہ امیدوارِ انتخاب کے لئے یہ بھی لازمی ہے، کہ وہ اپنے انتخاب کے بعد جو جو اعمال انجام دینا چاہتا ہے، اپنی اسپیچ مین ایک طول طویل فہرست ان

اعمال و اصلاحات کی ضرور پیش کر دے، اگر اس نے اسپیچ دیتے وقت کوئی فہرست پیش کر دی ہے، تو مجمع متاثر ہو جائے گا، اور اس کے بعد منتخب کرنے والے لوگ خود فراموش کر جائیں گے، کہ ان کے منتخب کردہ قائم مقام نے کن کن باتوں کا وعدہ کیا تھا اور آیا اس نے وہ وعدے پورے بھی کئے یا نہیں،

غرض تقریرِ بالا سے یہ معلوم ہو گیا کہ امیدوارانِ انتخاب اپنی اپنی جماعتوں کو کس طرح اثر پذیر کرتے ہیں، اور منتخب کرنے والی جماعتوں پر بعض خاص الفاظ اور جملوں کا کتنا اثر پڑتا ہی، جو الفاظ جماعتوں پر اثر کرتے ہیں، ان کے نمونہ کے لئے چند الفاظ حسب ذیل ہین، "راس المال" یہ لوگ دغاباز ہیں، "مال تمام افراد میں تقسیم کر دیا جائے"، یہ اور اسی قسم کے دیگر جملے اور الفاظ مجمع پر زیادہ اثر کرتے ہیں، اور جو امیدوارِ انتخاب قلوب کو اپنے جانب جذب کرنے اور مجمع پر اثر ڈالنے کی تدبیروں سے واقف ہوتا ہے، وہ یقیناً اس قسم کے جملوں کو استعمال کر کے کامیابی حاصل کر لیتا ہے، اسپین مین ۱۸۷۳ء میں جو شورش برپا ہوئی تھی، اس کے باعث اسی قسم کے چند مبہم الفاظ تھے، ہم یہاں اس واقعہ کی پوری کیفیت اس زمانہ کے ایک مصنف کی زبانی بیان کرتے ہین، وہ مصنف لکھتا ہی:-

"انتہا پسند جماعت کو خیال گذرا کہ جمہوریت ایک قسم کی شخصی سلطنت کا نام ہے، اور جمہوریت کی آڑ میں چند خود غرض حکومت کرین گے، اس لئے انھوں نے جمہوریت کی مخالفت شروع کی، لیکن قوم پرست اعتدال پسند پارٹی نے انتہا پسندوں کو اس بات پر راضی کر لیا، کہ جمہوریت اس طرز کی قائم کی جائے گی، جیسی امریکہ میں ہے، یہ خیال ذہنوں میں کچھ ایسا راسخ

Marfat.com

ہو گیا، کہ اب ہر شخص یہی کہنے لگا، کہ بیشک اسی طرح کا طرزِ حکومت اسپین کی سرسبزی اور ترقی کے لیئے ضروری ہے، لیکن باوجود اس کے ہر شخص ان الفاظ کے معنی جدا جدا سمجھتا تھا، بعض لوگ تو اس کا یہ مطلب سمجھتے تھے، کہ اب تمام صوبے آزاد کر کے مستقل حکومت بنا دیئے جائیں گے، بعض یہ سمجھتے تھے، کہ اسپین میں ولایاتِ متحدہ امریکہ کا نظامِ حکومت قائم کیا جائے گا، ادھر اشتراکیون نے بارسلونا اور اندلس میں ہر ہر گاؤن اور ہر ہر دیہات کی آزادی کا اعلان کر دیا، اور یہ صدا بلند کی، کہ اسپین کے ہر صوبے سے دس ہزار کی تعداد میں نائب اور قائم مقام منتخب کئے جائیں، جو ملک پر حکومت کریں، نیز یہ کہ فوج اور پولیس برطرف کر دی جائے، تھوڑے عرصہ میں اشتراکیوں کے اس فتنہ سے اسپین کے ہر ہر صوبہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی، اور ہر ہر شہر میں ایک مستقل حکومت قائم ہو گئی، تار کے جال کاٹ ڈالے گئے، ریل کی پٹریاں اکھاڑ ڈالی گئیں، اور دارالحکومت میڈرڈ سے بڑے بڑے شہروں کا سلسلۂ رسل و رسائل منقطع ہو گیا، اور ہر طرف توحش اور بربریت کے آثار نمایاں ہونے لگے"

منتخب کرنے والی جماعتوں پر عقلی استدلال کا اثر جو کم پڑتا ہے، اس سے انکار کرنا گویا جماعت کے نفسانی حالات سے ناواقفیت کا اظہار کرنا ہے، ان مجامع میں بدگوئی، سب و شتم، طعن و تشنیع اور تحکّمانہ خطابت کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے، تقریریں جو کی جاتی ہیں، ان میں دلائل و براہین کا نام تک نہیں ہوتا، ہاں

کبھی یہ دیکھا جاتا ہے، کہ ان مجامع میں مقرر نے دلائل و براہین پیش کئے، اور مجمع پر سکون کی کیفیت طاری رہی، لیکن یہ بھی اس وقت ہوتا ہے، جب مجمع کے اندر سے کوئی شخص اٹھ کر مقرر سے سوال کر بیٹھتا ہے، تو اس سے سامعین متلذذ ہوتے ہین، اور تھوڑی دیر کے لئے مجمع پر سکون طاری ہو جاتا ہے، مگر یہ لذت بھی دیرپا نہیں ہوتی، بلکہ سائل کی آواز مجمع کے غیر معمولی شور و غل کے اندر بالکل گم ہو جاتی ہے، میں اپنے دعوی کی شہادت میں ایک اخبار سے لے کر اسی قسم کا واقعہ درج کرتا ہون،

"ایک مرتبہ کسی قائم مقام کو منتخب کرنے کی غرض سے ایک مجمع مجتمع ہوا انارکسٹ طبقہ نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ پہلے سے پہونچ کر مقامِ اجتماع کو اپنے افراد سے پُر کرلے، تاکہ اسکے مفاد کے خلاف انتخاب عمل میں نہ آئے، اور اشتراکیوں نے بھی اسی تدبیر پر عمل کرنا چاہا، یہاں تک اسی مخالفت اور رد و قدح میں دونوں فریقوں میں مڈبھیڑ ہو گئی، پھر کیا تھا، سب و شتم، طعن و تشنیع کی خوب گرم بازاری ہوئی، اسی اثنار میں کمیٹی کا انعقاد ہوا، اور ایک شخص کا انتخاب بھی قرار پا گیا، اشتراکیوں نے جب یہ دیکھا، کہ ان کے مفاد کے خلاف انتخاب ہو گیا ہے، تو انھوں نے اس منتخب شدہ قائم مقام کے خلاف کارروائی شروع کی، اور اوس کی ذات پر حملے کرنے لگے، لیکن اشتراکیوں کے الزامات کا جواب اسپیکر نے ایک بسیط تقریر میں یہ دیا کہ اشتراکیوں کی جماعت نہایت نادان اور احمق ہے،

Marfat.com

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ مزید وضاحت کی غرض سے اور درج کیا جاتا ہی،

"ماہ مئی کی پہلی تاریخ فرانس کی جرمن پارٹی نے ایک جلسہ کے انعقاد کا اعلان کیا، جس کے متعلق یہ پہلے ہی سے طے کر دیا گیا تھا، کہ نہایت سکون اور خاموشی کیساتھ منعقد کیا جائے گا، جب جلسہ منعقد ہوا، تو ایک وطن پرست اسپیکر نے اپنی اسپیچ میں اشتراکیوں پر اس قسم کے سخت حملے کرنا شروع کئے، کہ "اشتراکی فرقہ کے لوگ لچے بدمعاش ہین" یہ ہونا تھا، کہ اسپیکروں میں باہم خوب طعن و تشنیع ہوئی، حتی کہ سب وشتم سے حوتی بیزار تک نوبت پہنچ گئی، اور اسی سلسلہ میں کرسیاں اور میزیں بھی اچھلنے لگیں"،

لیکن امثلۂ بالا سے یہ نتیجہ نہ اخذ کرنا چاہئے، کہ یہ طرز خطابت کسی ایک فریق کے ساتھ مخصوص ہی، اور روشنخیال لوگوں کے مجمع سے اس قسم کے غیر مہذب اور ناشایستہ حرکات صادر نہیں ہوتے، بلکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہون، جماعت میں داخل ہو کر افراد کے قوائے عقلی ماند پڑ جاتے ہین، پس اس بنا پر اگر روشن خیال اور اہل علم لوگون کا مجمع ہو تو اس سے بھی اسی قسم کے افعال صادر ہوں گے، اسکی شہادت میں ہم اخبار ٹیمپس سے ایک ایسے جلسے کا حال اقتباس کر کے درج کرتے ہین، جسمیں صرف طالبعلموں کا مجمع تھا،

"جب رات زیادہ آگئی تو لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہونے لگا، اور حالت یہ ہو گئی، کہ ادھر خطیب کی زبان سے الفاظ نہیں نکلے، اور ادھر اس پر طعن و تشنیع شروع ہو گئی، کسی طرف تالیاں پٹنے لگیں، ایک طرف سے سیٹیوں کی آوازین نغمہ کی کیفیت پیدا کرنے لگیں، سامعین میں غل و شور برپا ہو گیا، اور ایک طرف سے "بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ" کی صدائیں بلند ہوئیں، اسی اثنار میں ایک دوسرا خطیب کھڑا ہوا، اور

Marfat.com

اس نے مجمع کو بہت ملامت کی کہ یہ بہت بیجا اور غیر مہذب حرکات ہین جو اس مجمع کے شایانِ شان نہیں"،

اب اس جگہ ایک یہ خیال پیدا ہوتا ہے، کہ اس اژدہام و ہجوم اور شور و شغب کی حالت میں انسان کے حواس کس طرح برقرار رہ سکتے ہین، اور وہ کسی مسئلہ پر رائے کس طرح قائم کرسکتا ہے،؟ لیکن اگر یہ پیش نظر کرلیا جائے، کہ اس قسم کے مجامع میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہوتی ہے، نیز یہ کہ مجمع کی رائے جو قائم ہوتی ہی، تو کسی عقلی استدلال کی بنا پر نہیں، بلکہ تسلّط اور غلبہ کی بنا پر قائم ہوتی ہے، اور یہ غلبہ مختلف قوتوں اور مختلف پارٹیوں کا ہوتا ہے، جن پر چند مخصوص ذی نفوذ اصحاب قابض ہوتے ہین، تو اسوقت اس خیال کی کوئی اصلیت نہ رہے گی، اور صاف کھل جائے گا، کہ اس مجمع میں ہر شخص کی رائے تابع ہوتی ہے اپنی پارٹی کے رئیس کی رائے کے، اور ہر شخص کو ہر مسئلہ میں رائے زنی کرنے کے لئے غور نہیں کرنا پڑتا، موسیو شیرر جو زمانۂ حال میں جمہوریت پرست گروہ کا رئیس ہی، کیا خوب کہتا ہے، کہ

"تم جانتے ہو کہ انتخاب کرنے والے مجمع کی کیا حقیقت ہے،؟ یہ جماعتین ہمارے آئین و قوانین کی کنجیان اور سیاسی ہتھیار ہین، اس وقت اگر فرانس میں کوئی حکومت ہے، تو انہی پارٹیوں اور جماعتوں کی ہے"،

یہی بات ہے کہ ان پارٹیوں پر تسلّط اور غلبہ حاصل کرنا سخت مشکل ہوتا ہی خصوصًا اگر امیدوارِ انتخاب صاحبِ ثروت ہو، تو اس وقت اس کا مقابلہ کرنا سخت دشوار ہوجاتا ہے، صرف تین ملین فرانک کے مالک ہونیکی بدولت جنرل بولنگر کا انتخاب کئی مرتبہ ہوا، یہ تفصیل ہے منتخب کرنے والی کمیٹیوں کے نفسانی حالات کی، تم نے دیکھ لیا، کہ اس قسم کی

Marfat.com

جماعتوں کے نفسانی کیفیات دیگر جماعتوں کے نفسانی کوائف سے جدا نہیں ہوتے،

لیکن باوجود اس کے میں یہ نہیں کہتا کہ عام انتخاب کا طریقہ جو آج کل رائج ہی بالکل بیکار اور مضر ہے، اگر انتخاب کے حقوق مجھے تفویض کر دیئے جائیں، تو میں خود انتخابِ عام کے حق کو وسعت دونگا، لیکن باوجود تمام مضرتوں کے میں انتخابِ عام کے طریقہ کی تائید چند عملی وجوہ کی بنا پر کر رہا ہون، جو حسب ذیل ہیں،:-

بلاشبہہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ انتخاب کے عام ہونے سے جو مضرتین پیدا ہوتی ہیں، وہ اظہر من الشمس ہین، یہ کتنی بڑی مضرّت ہی، کہ چونکہ جماعتوں کی زمامِ قیادت قوم کے چند افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہی، جو عقلی حیثیت سے برتر ہوتے ہیں، اسلئے گو حقِ انتخاب عام کیا جائے، لیکن قومی تہذیب انہی ذی نفوذ اور صاحبِ اثر لوگوں کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کی طرح رہتی ہے، یہ لوگ جب چاہین اسے بگاڑیں اور جب چاہین سنوارین، اور قوم کے ادنیٰ طبقات کو گو حقِ انتخاب حاصل ہو، وہ کچھ نہیں کر سکتے، اور اپنے حق کو عملاً استعمال نہیں کر سکتے، قوم میں انکی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہوتی ؛ بجز اس کے کہ ان کی وجہ سے مجمع زیادہ ہو جاتا ہی، پھر دوسری مضرّت یہ ہی کہ جماعت جو رائے قائم کرتی ہی، وہ اکثر اوقات پر خطر ہوتی ہے، ہمارے ملک میں وقتاً فوقتاً جتنے فتنے برپا ہوئے ہین، انکا باعث جماعت ہی کا اثر و غلبہ تھا،

بلاشبہہ حقِ انتخاب کو عام کر دینے کی بنا پر یہ مضرتیں پیدا ہوتی ہیں، لیکن اگر عملی حیثیت سے اس مسئلہ پر نظر ڈالی جائے، تو ان الزامات کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی، جب کوئی خیال دماغوں میں بس جاتا ہی، تو اسکی مخالفت و مقاومت میں سخت دشواریان پیش آتی ہین، دیکھو! قرونِ متوسطہ میں مذہبی عقائد کو کس قدر غلبہ

حاصل تھا کہ کوئی انکی مخالفت میں آواز نہیں بلند کر سکتا تھا، تسلطِ جماعت اور حقِ انتخابِ عام کا عقیدہ بھی اس قسم کا عقیدہ ہی کہ جس نے ان اگلے عقائد کی طرح اس زمانہ میں ذہنوں پر تسلط حاصل کر لیا ہی، قرونِ متوسط میں کسی آزاد خیال سے ازاد خیال کے ذہن میں بھی کیا یہ گذر سکتا تھا، کہ وہ اپنے زمانہ کے غیر معقول مگر مستحکم عقائد کی مخالفت میں آواز بلند کرے کیا اس زمانہ کا کوئی شخص وجودِ شیطان اور حرمتِ یومِ سبت کے انکار کی آسانی سے جرأت کر سکتا تھا،؟ اگر کوئی شخص ایسا ہوتا، تو یقیناً وہ مذہبی عدالت کے سامنے پیش کیا جاتا، جہاں الحاد و کفر کے الزام میں ماخوذ کر کے وہ زندہ جلا دیا جاتا، بعینہ اسی طرح کا غلبہ ہمارے زمانہ میں حقِ انتخابِ عام اور تسلطِ جماعت کے عقیدہ کو بھی حاصل ہو گیا ہے، اسپیکر اپنے خطبوں میں، اہلِ صحافت اخبارات کے کالموں میں اس عقیدہ کا تذکرہ اس جلالت و احترام کیساتھ کر سکتے ہیں، جو کسی بادشاہ کو بھی کسی وقت نصیب نہ ہوا ہوگا، پس اس عقیدہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو، زمانہ خود دیکھ لیگا، کہ اس عقیدہ کی مخالفت مین کارروائی کرنا گویا اپنی ہلاکت کا موجب ہونا ہے،

موسیو ٹاکویل نے کیا خوب لکھا ہی،:-

"عہدِ مساوات میں کسی شخص کو کسی کے ساتھ اعتقاد باقی نہیں رہتا، کیونکہ سب کی حالت یکساں ہو جاتی ہی، لیکن اس مساوات کی بنا پر یہ عام اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے کہ جمہور کی رائے کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیئے، اور لوگون کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے، کہ ایک جم غفیر کی رائے کسی طرح غلط نہیں ہو سکتی"

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر حقِ انتخاب کے دائرہ کو صرف اہل الرائے

Marfat.com

لوگون تک محدود کر دیا جائے، تو اس وقت وہ مضرتیں نہ پیدا ہوں گی، جو اس حق کو عام کر دینے سے پیدا ہوتی ہین، لیکن میں اس خیال کو ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم نہین کر سکتا ہین اس کتاب میں متعدد مقامات پر بیان کر چکا ہوں کہ جماعت کی تشکیل خواہ کسی قسم کے افراد سے ہوئی ہو، اسکی عقلی اور دماغی حالت حد درجہ انحطاط پذیر ہوتی ہے، پس اس کلیہ کے مطابق اگر فرض کیا جائے کہ ایک کمیٹی میں چالیس ممبر شریک ہیں جنمیں سے کوئی بیرسٹر ہے، کوئی پروفیسر ہے"، تو میرے خیال میں اس کمیٹی کی تجاویز اور فیصلے کسی طرح اس دوسری مجلس کے فیصلوں سے بہتر نہ ہوں گے، جس کے ممبر معمولی درجہ کے لوگ ہین، میرے ذہن میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی، کہ مثلاً جمہوریت کے فوائد کے متعلق اس زمانہ میں جو اجماعِ عام ہو گیا ہے اس میں تغیر ہو جائے گا، اگر رائے دینے والے لوگ اہلِ علم طبقہ سے ہون گے، کیونکہ اجتماعی احوال و کیفیات کے متعلق لوگ جو رائے قائم کرتے ہیں، تو اس وجہ سے نہیں، کہ ان رائے دینے والے لوگوں میں فلان شخص یونانی زبان سے واقف ہے، اور فلاں پروفیسر ہے، یا فلاں ڈاکٹر ہے، ان پیشوں اور ذاتی حالات کو ظاہر ہے کہ رائے دینے میں کوئی دخل نہین ہوتا، یہی دیکھو کہ ہمارے ملک کے علماے اقتصاد میں کتنے مدرس اور کتنے علمی سوسائٹیوں کے ممبر ہیں، لیکن باوجود اس کے کبھی تم نے یہ بھی دیکھا کہ ان سب کا اتفاق کبھی کسی ایک مسئلہ پر بھی ہوا،

اس وجہ سے میرا خیال تو یہ ہے، کہ اگر حقِ انتخاب کو اہلِ علم اور تعلیم یافتہ طبقہ تک محدود کر دیا جائے تب بھی نتیجہ وہی ہوگا، جو حقِ انتخاب کو عام کرنیکی حالت میں ہوتا ہے، کیونکہ ان اہلِ علم حضرات کو بھی اپنے مخصوص جذبات و منافع کی بنا پر رائے قائم کرنا پڑتی ہے، یا اسوقت بھی خطرہ مٹا نہیں، بلکہ خطرہ کا اور اضافہ ہو گیا، یعنی اب گویا زمامِ

قیادت جماعت کے بجائے اہلِ علم لوگوں کے ہاتھ میں دیدی گئی،

پس حقِ انتخابِ جماعت کا نتیجہ ہر صورت میں یکساں ہی، اور وہ یہ ہی کہ جماعت ہمیشہ اپنے مخصوص فرقوں کے منافع ملحوظ رکھتی ہے، خواہ حقِ انتخاب کو عام کر دیا جائے، یا کسی خاص طبقہ تک اسکو محدود کر دیا جائے، اس بارے میں جمہوری ممالک فرانس، بلجیم، یونان، پرتگال، اسپین، سب کی حالت یکسان ہے، وہ بھی جہاں جمہوری حکومتیں قائم ہین اور ان کی بھی جہاں شخصی حکومتوں کا دور ہے، اسی مقام سے اس نظریہ کی اہمیت بھی جسکو میں اس کتاب میں بار بار دہرا چکا ہون معلوم ہو جاتی ہے، وہ یہ کہ آئین و اصول اور قومی نظامِ حکومت اور نظامِ تعلیم و تربیت کو قوموں کی حیات و ممات مین کوئی مداخلت نہیں ہوتی، بلکہ قوموں کے افعال و حرکات و سکنات اپنی اپنی قومی ضرورتوں اور نسلی مقتضیات یا بالفاظِ دیگر قومی روایات ہی کے تابع ہوتے ہین، پس قوموں کی نسلی حالت یا موروثی روایات پر ان کی روزانہ ضرورتوں کا مدار ہوتا ہی، اور یہی ضرورتین اور قومی روایات وہ مخفی طاقتیں ہین، جو ہمارے انجام اور عاقبت کی مالک ہوتی ہین،

فصل پنجم

نیابی مجالس (یعنی پارلیمنٹ)

نیابی مجالس کے بہت سے خصائص وہ ہین، جو دیگر مختلف العناصر جماعتوں میں بھی پائے جاتے ہین، نیابی مجالس کی سادہ لوحی، اثر پذیری اور اس کے حدود، مجالسِ نیابی کی وہ کونسی رائیں ہوتی ہیں، جن میں تغیر نہیں ہوتا، اور وہ کون سی رائیں ہین جن میں تغیر ہوتا ہے، نیابی مجالس کی رایوں میں اضطراب کیون پایا جاتا ہے، نیابی مجالس میں مختلف پارٹیون کے لیڈرون کی حالت، ان کے نفوذ کے اسباب، ان مجالس میں تمام ممبر اپنے اپنے لیڈروں کی رائے کی پیروی کرتے ہین، لیڈروں کے عناصر خطابت، الفاظ اور جملوں کا اثر، یہ لازمی ہے، کہ لیڈر تنگ نظر ہون، اور اپنی رائے کو استدلال کے ساتھ پیش کریں، جس خطیب کا نفوذ نہیں ہوتا، اس کی رائیں نیابی مجالس مین مشکل سے قبول کی جاتی ہیں، نیابی جماعتیں اپنے جذبات و مشاعر میں مبالغہ پسند ہوتی ہیں، کن اوقات میں نیابی مجالس میں مذکورۂ بالا اوصاف

Marfat.com

نہیں پائے جاتے، فنی مسائل میں ماہرین فن کی رائے کا اثر، مظالم نیابی کے منافع ومضرات، گو یہ نظام موجودہ ضروریات کا متکفل ہے، لیکن اس نظام سے دو مضرتیں پیدا ہوتی ہیں، اسراف[1] مال، تحدید[2] حریت، کتاب کا خلاصہ،

مجلسِ نیابی اس جماعت سے عبارت ہے، جو مختلف الجنس، مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ افراد پر مشتمل ہو، گو مختلف ممالک میں ان مجلسوں کی تشکیل[3] کے طریقے جدا جدا ہیں، تاہم تمام ممالک میں ان مجالس کے نفسانی خصائص یکساں ہوتے ہیں، اور ان میں قومی خصائص کا اثر نمایاں رہتا ہے، لیکن چونکہ ان مختلف ممالک کی نیابی جماعتوں کے فیصلے اور تجاویز بھی قریب قریب یکساں ہوتی ہیں، اس لیئے ان حکومتوں کو ایک ہی قسم اور ایک ہی طرح کی صعوبات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے،

موجودہ زمانہ میں تمام قوموں کا آخری مطمحِ نظر جس کے حاصل کرنے کا تمام قوموں کو اشتیاق ہے نظامِ نیابی ہے، لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات خوب راسخ ہوگئی ہے کہ جس کام کو چند لوگ ملکر انجام دیتے ہیں، وہ نہایت استقلال اور عمدگی کیساتھ انجام پاتا ہے،

نیابی مجالس میں بھی گو وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہین، جو معمولی جماعت کے خصائص میں سے ہیں، مثلاً سادہ لوحی، اثر پذیری، مبالغہ پسندی، قُوّاد کا نفوذ وغیرہ مگر اتنا فرق ہے، کہ نیابی مجالس میں بعض اوصاف ایسے بھی پائے جاتے ہین، جو دیگر جماعتوں میں نہیں ہوتے،

مجالسِ نیابی کے اہم اوصاف میں سب سے پہلا وصف سادہ لوحی اور ضعفِ عقلی ہے، جو ان مجالس کی تمام پارٹیون میں یکساں پایا جاتا ہے، اور خصوصاً لاطینی قوموں میں،

Marfat.com

تو یہ وصف اتنا ترقی پذیر ہے، کہ یہ قومیں تمام پیچیدہ اجتماعی مسائل میں چند سادہ اصولون سے حل کرتی ہین، یہ ظاہر ہے کہ یہ سادہ اصول مختلف پارٹیون کے اختلافِ رائے کی بنا پر مختلف ہوتے ہین، لیکن انسان جماعت میں شامل ہو کر ان اصول کا اندازہ ان کی اصلی قدر و قیمت سے زیادہ کرتا ہی، اور اپنی خیالی دنیا میں وہ نتائج کی آخری حد تک پہونچ جاتا ہے یہی وجہ ہی کہ نیابی مجالس کی تجویزین اور رائیں، اکثر مکیطرفہ ہوا کرتی ہیں،

ہم نیابی مجلس کے وصف سادہ لوحی اور ضعفِ عقلی کی مثال میں واقعۂ انقلاب فرانس کی اس مذہبی جماعت کو پیش کر سکتے ہین، جو محض اس وجہ سے کہ اس کا دماغ عقلی دلائل و براہین سے پُر تھا، اپنے چند خیالی اصول کو خارجی معاملات اور حالات پر منطبق کیا کرتی تھی، ان لوگون کی حالت یہ تھی کہ ان کے خیالی اصول ان کے رہبر تھے، اور وہ یہ سمجھتے تھے، کہ ان خیالی اصول کی بنا پر ہم ایک جدید اجتماعی حالت پیدا کر کے قوم کو معراج ترقی پر پہنچا دین گے، وہ اپنے ان خوابون کو پورا کرنے کے لئے چند معمولی وسائل اختیار کرتے تھے، اور جب ان کو کوئی مصیبت درپیش ہوتی، تو وہ اس مصیبت کو دفع کرنے کی کوشش کرتے تھے،

نیابی مجالس کا دوسرا اہم وصف یہ ہے کہ وہ بہت جلد دوسرون کی رائے سے اثر پذیر ہوتی ہیں، اور گو نیابی مجالس اس وصف میں دیگر جماعتون کے مشابہ ہوتی ہیں یعنی یہ کہ جس طرح دیگر جماعتیں اپنے اپنے لیڈرون کے زیر فرمان ہوتی ہیں اسی طرح نیابی مجالس کی بھی ہر پارٹی اپنے اپنے لیڈروں کے زیر اثر ہوتی ہے، لیکن اس باب میں نیابی مجالس کی قابلیت ایک خاص حد تک محدود ہے، جسے ذیل میں بیان کرتا ہون،

Marfat.com

مجالس نیابی کے ہر ہر ممبر کی رائے اپنے مسائلِ متعلقہ میں اس قدر مستحکم ہوتی ہی، کہ اس کا اپنی جگہ سے ہلانا دشوار ہوتا ہے، اور کوئی دلیل وحجت اس کو نہیں توڑ سکتی، اگر ڈیماستنیز بھی اپنی قبر سے اٹھکر چلا آئے، تو وہ بھی اپنے زورِ خطابت پر کسی ممبر کی رائے کو نہین بدل سکتا، بات یہ ہوتی ہے کہ جن لوگون نے اس ممبر کو منتخب کرکے پارلیمنٹ میں بھیجا ہے، ان کا اثر اس پر اس قدر قوی ہوتا ہی کہ یہ ممبر دوسرون کی رائے سے متاثر ہونے کی قوت کھو بیٹھتا ہے، یہی اثر ہے، جس سے متاثر ہوکر انگریزی پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے ایک بار کہا تھا، کہ "گو میں پچاس سال تک ویسٹ منسٹر میں بحیثیت ممبر پارلیمنٹ بیٹھا ہون، اور اس عرصہ میں ہزارون خطبے سنے ہین جن میں سے بعض خطبون کو سن کر میرے بعض خیالات میں تغیر بھی ہوا، لیکن کوئی خطبہ ایسا نہ تھا، جو ووٹ دیتے وقت میرے قرارداوہ ووٹ میں تغیر کرسکا ہو"

البتہ جب کسی عام مسئلہ پر بحث شروع ہوتی ہی، مثلاً انقلابِ وزارت یا کسی جدید ٹیکس کا اضافہ وغیرہ تو اس وقت لوگون کے خیالات میں بیشک اضطراب پیدا ہوجاتا ہی، اور مختلف پارٹیون کے لیڈروں کا نفوذ کام کرنے لگتا ہے، لیکن باوجود اسکے اس نفوذ کا اثر اتنا قوی نہیں ہوتا، جتنا عادۃً دیگر جماعتون میں ہوتا ہے، اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے، کہ نیابی مجالس میں مختلف پارٹیاں ہوتی ہین، اور ہر پارٹی کے قائد کا اثر دوسری پارٹی کے قائد کے اثر کے مساوی ہوتا ہی، اسلئے دو برابر کی قوتین اپنی اپنی جانب ممبرون کی توجہ کو جذب کرنا چاہتی ہیں، اور ممبرون کی رایون میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہی، اسی بنا پر یہ دیکھا گیا ہے، کہ ایک ممبر نے نصف گھنٹہ پیشتر جو رائے دی تھی، اب اس کے خلاف میں وہ رائے دیرہا ہے، گویا جس اصول کی بنا پر اُسنے

Marfat.com

پہلے رائے قائم کی تھی، اسکو اب اُس نے منسوخ کر دیا،

پس بیاناتِ ماسبق سے معلوم ہوا کہ نیابی مجالس میں ممبرون کی دو قسم کی رائین ہوتی ہین، ایک وہ جنمین تغیر نہیں ہوتا، اور دوسری وہ جن میں تغیر ہوتا رہتا ہے، اور چونکہ اکثر ان مجالس کے روبرو مسائلِ عامہ پیش کئے جاتے ہین، اس لئے ممبرانِ مجلس کی رائون میں اضطراب بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ ہر ممبر دو قسم کے اثرات سے اثر پذیر ہوتا ہے، ایک اثر تو اس پر ان لوگون کا ہوتا ہی جنھون نے اسکو منتخب کیا ہی، اور دوسرا اثر اس کے اپنے فریق کے رئیس و قائد کا،

لیکن اکثر مسائل میں جن کے متعلق ممبروں کی پہلے سے کوئی رائے قائم نہیں ہوتی غلبہ لیڈروں ہی کو حاصل ہوتا ہے، اور ان لیڈرون کی موجودگی ایسے نازک اوقات میں بیحد ضروری ہوتی ہے، کیونکہ ان کی حالت افسرانِ فوج کی سی ہے، کہ اگر یہ نہ ہون، تو جماعت کی تشکیل ہی نہیں ہو سکتی، یہی وجہ ہے کہ نیابی مجالس کے فیصلے اور تجاویز صرف معدودے چند اشخاص کی رایون اور ووٹون پر مبنی ہوتے ہین،

لیکن ان مجلسون میں مختلف پارٹیون کے لیڈرون کا جو اثر ہوتا ہے، وہ انکی فصاحت و بلاغت کی بنا پر نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ تر حصہ اس اثر کا مبنی ہوتا ہے نفوذ پر یہان تک کہ جب ان کا نفوذ زائل ہو جاتا ہی، تو ان کا اثر بھی مٹ جاتا ہی، اور یہ نفوذ بھی محض شخصی نفوذ ہوتا ہی جس میں شہرت یا ثروت کو کوئی دخل نہیں ہوتا مسیو جولیس بیسمان سنہ ۱۸۴۸ء کی پارلیمنٹ کی حالت جس کے وہ ممبر تھے، حسب ذیل بیان کرتے ہین،

"لوئس نپولین کا اثر اس کی حکومت کے دو ماہ پیشتر کچھ نہ تھا، وکٹر ہیوگو جو نہایت مشہور خطیب تھا، خطبہ دینے کے لئے اسٹیج (منصہ) پر آیا، لیکن

اس کو کامیابی بالکل نہیں ہوئی، بلکہ اس کا لکچر لوگون نے اسی طرح سُنا جس طرح وہ فیلکس پایاٹ کا لکچر سنا کرتے تھے، البتہ وکٹر ہیوگو کے خطبہ پر اتنے چیرز نہیں دیئے گئے جتنے فیلکس پایاٹ کے لکچر پر دیئے جاتے تھے، ڈولائل مجھ سے فیلکس پایاٹ کے متعلق کہتا تھا، کہ مجھے اس کے خیالات پسند نہیں لیکن وہ بہترین انشا پرداز، اور فرانس کا بہترین خطیب ہے، اسی طرح ایڈگر کوئینٹ باوجودیکہ بہت بڑا مفکر تھا، لیکن پارلیمنٹ کے اندر اس کی کچھ وقعت نہ تھی، وجہ یہ تھی کہ اس کا نفوذ زائل ہوچکا تھا، نیابی مجالس کی حالت یہ ہوتی ہے، کہ وہاں فصاحت وبلاغت کی کوئی قدر نہیں ہوتی، اور نہ وطنی خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے، البتہ صرف ان خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے، جو احزابِ سیاسیہ کے خاطر انجام دی جاتی ہیں، اور پارلیمنٹ میں جو قدر لامارٹین کی ۱۸۴۸ء میں اور موسیو ٹیرس کی ۱۸۷۱ء میں ہوئی بھی تو محض چند مخصوص حالات ووجوہ کی بنا پر ہوئی، اس لئے ان حالات کے بدلتے ہی اس تمام قدر وعظمت کا پتہ بھی نہ لگا"

میں نے مندرجۂ بالا اقتباس اس غرض سے نہیں پیش کیا ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہے، اس کا مؤید ہوں، کیونکہ اس اقتباس میں بہت سی باتیں ایسی مذکور ہیں جو علم النفس کے نقطۂ نظر سے بالکل غلط ہیں، بلکہ میں نے یہ اقتباس اسلئے درج کیا ہے کہ ناظرین کو اس سے اس بات کا اندازہ ہوجائے گا، کہ پارلیمنٹ میں لیڈرون کی کامیابی کیلئے نفوذ کی کسقدر حاجت ہوتی ہے، سب سے بڑی غلطی اس بیان میں وہاں پر ہے جہاں پر مذکور ہے، کہ مجالس نیابی وطنی خدمات کا اعتراف نہیں کرتیں، بلکہ فرقہ وار خدمتوں کا اعتراف

Marfat.com

کرتی ہین، حقیقت یہ ہے کہ جماعت کی حالت یہ ہوتی ہے، کہ باوجودیکہ اس کو ان خدمات کا علم ہوتا ہے، جو اس کے قائد نے انجام دی ہین، لیکن اسے ان فوائد اور خدمات سے کچھ غرض نہیں ہوتی، بلکہ محض اپنے قائد کے اثر و نفوذ کی بنا پر وہ اس کی فرمانبرداری کرتی ہے،

یہی وجہ ہے کہ جب قائد کا نفوذ قوم میں بڑھجاتا ہے، تو قوم بالکل اسی کے زیر اثر اور تابع فرمان ہوجاتی ہے، ہم میں سے ہر شخص کو اس وزیر کے حالات کا علم ہوگا، جس کا نفوذ کچھ سال پیشتر اسقدر بڑھ گیا تھا، کہ اس کا ایک اشارہ انقلاب وزارت کے لئے کافی ہوتا تھا، لیکن محض اتفاقات کی بنا پر اس کا اثر بعد کو زائل ہوگیا،

ایک مشہور انشاء پرداز نے اس کے اعمال پر سخت سے نکتہ چینی کی ہے، جو حسب ذیل ہے،

"فلان وزیر اعظم پر ہمارے قرضہ کا بہت بار ہے، اسی کی بدولت ہم نے تین گنے زیادہ دامون پر ٹانکن کو خریدا، ٹڈیگا سکر میں اسی کی بدولت ہمارا اثر زائل ہوا، اور نہر نایگر کے جنوب میں ایک پورا ملک قبضہ سے نکل گیا، اور آخر کار اسی کی بدولت مصر میں ہمارے حقوق پامال کئے گئے، غرض فلان وزیر موسیو فلان نے ہم کو جتنے نقصانات پہنچائے ہین، وہ ان نقصانات سے زیادہ ہیں، جو نپولین کی بدولت ہمیں اٹھانا پڑے[1]"،

مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ ہم کو اس فرانسیسی وزیر اعظم کے طرزِ عمل پر نکتہ چینی نہیں کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اس وقت جو نفوذ اس کو حاصل تھا، وہ رائے عام کی تقلید کرنیکی

[1] غالباً مصنف کا اشارہ موسیو کلیمانسو کے جانب ہے، جو وزیر گر مشہور تھا،

Marfat.com

بدولت حاصل ہوا تھا، اور اس زمانہ میں فرانسیسی رائے عام کا میلان استعماری مسائل کی جانب اتنا نہ تھا، جتنا اب ہی، اسلئے خواہ مخواہ اس کو بھی رائے عام ہی کی پیروی کرنا پڑتی تھی، اس بنا پر جو کچھ نقصانات فرانسیسی قوم کو برداشت کرنا پڑے، انکا باعث خود رائے عام تھی

نفوسِ جماعت پر تسلط اور غلبہ حاصل کرنیکے ذرائع نفوذ کے علاوہ اور بھی ہیں، جنکا تذکرہ ہم متعدد مقامات پر کر چکے ہیں، نفوس پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ لازمی شرط یہ ہے کہ قائد کو اس جماعت کے نفسانی حالات سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے، جس پر وہ غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے، نیز اس بات سے بھی واقف ہونا چاہیئے، کہ الفاظ کا اثر سامعین پر کیا پڑے گا، پھر ان تمام باتوں کے ساتھ قائد کو قادر اللسان اور فصیح و بلیغ بھی ہونا چاہیئے، تحکمانہ طرزِ خطابت سے جماعت کو مسحور کرنا لازمی ہے، مگر اس شرط سے کہ ادعا و تحکم میں دلیل و حجت کا میل تک نہ ہو، اسی قسم کی فصیح و بلیغ خطابت سے جس کے نمونے ہم کو نیابی مجالس کے خطبوں میں نظر آتے ہین، حتی کہ انگریزی پارلیمنٹ جس کا نظام دیگر نیابی مجالس سے زیادہ معتدل ہے، اس میں بھی ہم کو اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں،

ایک انگریز فلاسفر مائن کہتا ہے کہ

"بہت آسانی کے ساتھ ہم کو نیابی مجالس کی تجویزوں میں ایسی مثالیں مل سکتی ہیں، جو محض خیالی کلیات و اصول پر مبنی ہوتی ہیں، لیکن جن کا اثر لوگوں پر زیادہ ہوتا ہے، نیز ہم نہایت آسانی کے ساتھ جماعت کی چند خیالی باتوں کا یقین دلا سکتے ہیں، جن کا حصول قریب قریب ناممکن ہے، بشرطیکہ ہم ان کو موثرانہ انداز میں ظاہر کریں"

اقتباسِ بالا سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی، کہ موثرانہ طرزِ ادا اور کلمات

Marfat.com

جاذبہ نفوسِ جماعت پر کتنا قوی اثر کرتے ہین، ہم یہاں ایک خطبہ کا ایک جملہ نقل کرتے ہیں جس سے ہمارے بیان کی تائید ہوگی،

ایک خطیب کہتا ہے:-

"جس دن ایک زبردست سیاسی اور ایک سفاکِ انقلاب پرست دونون کسی گرم ملک میں جلا وطن کئے جانے کی غرض سے جہاز پر بٹھلائے گئے، اس دن ان دونوں کی باہمی جنگ سے پتہ چلا، کہ ان دونون کے اصول درحقیقت ایک ہی ہیں، اور یہ دونوں ایک ہی قسم کے نظامِ اجتماعی کے گویا دو رُخ اور دو نمونے ہین"

اس جملہ میں سیاسی مجرموں کی سزا کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، اس کا مدعا یہ ہے کہ سامعین پر جوان سیاسی مجرمون کے گروہ سے ہیں، اس کا اثر پڑے، اور وہ سزا کے خوف سے اپنے خیالات سے باز آئین، روبسپیر جب اپنے سامعین کو خوف زدہ اور مرعوب کرنا چاہتا، تو اپنے پھانسی دینے کے آلہ سے لوگون کو دھمکایا کرتا،

قائدین کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اپنے خطبوں میں ایسے مبالغہ کا استعمال کرین، جو عقل میں نہ آسکتا ہو، اوپر ایک خطبہ کا ایک جملہ جو میں نے نقل کیا ہے اس میں اس حد تک مبالغہ کیا گیا ہے، کہ حاضرین میں سے کوئی بھی اس کی مخالفت کی جرأت نہ کرسکا، اور کسی کو یہ کہنے کی ہمت نہ ہوئی، کہ جن جرائم کا ارتکاب انقلاب پرست لوگ کرتے ہیں، ان کی جانب متمول لوگ ان کو ترغیب دیتے ہیں، پس جب سزا کے مستحق انقلاب پرست لوگ ہیں، اسی سزا کے مستحق یہ لوگ بھی ہیں، جو انکو ترغیب دیتے ہین، اسی طرح خطیب کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ یکطرفہ رائے قائم کرکے مخالف را

پرسختی سے نکتہ چینی کرکے، بلکہ اگر وہ اس ضمن میں اپنی مخالف رائے کی ہجو کرے، تب بھی معین متاثر ہو جائیں گے، اور بحث و مناظرہ کی ان کو جرأت نہ ہو گی،

گو اس قسم کی فصاحت و بلاغت کے نمونے نیابی مجالس میں ہم کو ہر زمانے میں نظر آتے ہین لیکن خصوصیت کیساتھ ان مجالس میں فصاحت و بلاغت کا استعمال مصیبت یا انقلاب کے زمانہ میں زیادہ کیا جاتا ہی، اگر خطیبانہ فصاحت و بلاغت کے نمونے دیکھنا ہون تو خصوصیت سے ان خطبوں کا مطالعہ کرنا چاہئے، جو انقلاب انگیز مجمعوں کو مخاطب کرکے دئیے گئے ہیں، انکے دیکھنے سے معلوم ہوگا، کہ کس طرح خطیب ظالموں کو گالیاں دیتا ہی، کس طرح وہ لوگوں سے قسمیں دے دیکر کہتا ہی، کہ "زندہ رہو آزاد رہکر، ورنہ عزت کی موت مرجاؤ" اور حاضرین ہیں کہ دم بخود کھڑے ہوئے مجنونوں کی طرح تالیاں پیٹ رہے ہیں،

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قائد نہایت ذہین وذکی اور عقلمند ہوتا ہے، لیکن ذہانت وذکاوت قائد کے لئے سم قاتل ہوتی ہے، اس لئے کہ ذہین شخص مناظرہ اور مباحثہ کا عادی ہوتا ہے، وہ خطبہ دیتے وقت عقلی دلائل پیش کرنے لگتا ہے، حالانکہ اس سے لوگوں کے عقیدہ میں فرق آجانے کا اندیشہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً تمام قوموں کے قائدین خصوصاً واقعۂ انقلاب فرانس کے قائدین کم فہم ہوئے ہیں، ان لوگوں کے خطبون خصوصاً روبسپیر کے خطبوں کے مطالعہ سے قلب پر ایک دہشت سی طاری ہوجاتی ہے، اور اسکی انشا پردازی سے انسان مسحور ہوجاتا ہی، ایک شخص نے روبسپیر کے خطبوں کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں کی ہے،:-

"الفاظ ہیں کہ زبان سے نکلے جارہے ہیں اور فصاحت کا ایک دریا ہے، جو روانی کے ساتھ بہ رہا ہے، لیکن الفاظ میں طفلانہ دھمکیوں اور تحکّمانہ

Marfat.com

طرزِ ادا کے سوا کچھ نہیں ہے، سارے خطبہ میں نہ کہیں کسی رائے کا پتہ ہے،
اور نہ کسی معقول تجویز کا، لیکن باوجود اس کے خطبہ کے مطالعہ کے بعد بے اختیار
اسی طرح زبان سے اف نکل جاتا ہے، جس طرح ایک ظریف الطبع شخص کا
میل ڈی مولنس کی زبان سے نکلتا تھا،"

حاصل یہ کہ گو یہ ایک المناک بات ہے کہ ایک شخص جو نہایت کم فہم مگر صاف العقیدہ ہے، اس کو لوگوں پر نفوذ حاصل ہو جائے، لیکن ہمیشہ ہوتا یہی رہا ہے، کہ جماعتیں اسی طرح کے کج فہم لوگون کے زیر فرمان رہی ہیں، جماعت کو اپنے لیڈرون کی کچھ ایسی شناخت ہوتی ہے، کہ وہ صاحبِ نفوذ شخص کو خود بخود تلاش کر لیتی ہے،

نیابی مجالس میں خطیب اپنا اثر جو قائم کر لیتے ہیں، تو براہین و دلائل کے بل پر نہیں بلکہ صرف نفوذ کی قوت پر اور جب انکا نفوذ زائل ہو جاتا ہے، تو پھر ان کو کوئی نہیں پوچھتا، اور نہ ان میں یہ قدرت باقی رہتی ہے، کہ لوگوں کی رائے پلٹ دین،

یہی وجہ ہے، کہ اگر کوئی مجہول الحال خطیب گھر سے خطبہ تیار کر کے ادلہ و براہین کے اسلحہ سے مسلح ہو کر پارلیمنٹ کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے جاتا ہے، تو اسکے خطبہ کو کوئی کان دھر کر نہیں سنتا، موسیو ڈیکوب جو پارلیمنٹ کا ممبر اور علم النفس کا ایک بہترین ماہر ہے، ایک مجہول الحال خطیب کے لکچر دینے کا واقعہ حسب ذیل بیان کرتا ہے،:-

"جب فلان غیر معروف خطیب لکچر دینے کے لئے کھڑا ہوا، تو وہ اثنائے خطبہ میں برابر یاد کر کے دلائل و براہین پیش کرتا جاتا تھا، اور اپنے دل میں سمجھ رہا تھا، کہ وہ یقیناً دلائل و براہین سے اپنے دعوے کو مدلل کر کے لوگوں کے ذہن نشین کر دے گا، کیونکہ اس نے بڑی محنت سے وہ خطبہ تیار

کیا تھا، اور اپنے دعوے کے ثبوت میں ایسے ایسے دلائل تحریر کئے تھے، جو اسکے خیال میں لاجواب تھے، لیکن اس کو سخت حیرت ہوئی، جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس کے خطبہ سے پریشان ہوکر شور مچانے لگے ہین، وہ بیچارا سخت حیران تھا، کہ یہ کیا ماجرا ہے،؟ ایکبارگی لوگوں کو یہ تشویش کیوں پیدا ہوگئی اور لوگ کیوں اس کا خطبہ نہیں سنتے، یہ خیالات بار بار اس کے ذہن میں آتے، اور وہ پیشانی پر سے گھڑی گھڑی پسینہ خشک کرتا، یہانتک کہ مجبور ہوکر بے چارہ خاموش ہوگیا، لیکن صدر جلسہ کے حکم پر دوبارہ اس کو اپنے خطبہ کا سلسلہ پھر جاری کرنا پڑا، اب دوبارہ اس نے بلند آواز سے خطبہ شروع کیا، لیکن اس مرتبہ پہلے سے زیادہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا، یہ دیکھ کر اس نے مجبوراً اپنے خطبہ کو ادھورا چھوڑ دیا، اور بیٹھ گیا،

نیابی مجالس کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے، کہ جب کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے، یا جب کوئی عامل اپنا اثر ڈالتا ہے، تو دیگر جماعتوں کی طرح ان مجالس کے اندر بھی سخت اضطراب اور ہیجان پیدا ہوجاتا ہے، اور دیگر جماعتوں کی طرح اس مجمع سے بھی تعصب اور اثر پذیری کے جذبات ظاہر ہونے لگتے ہیں، اسوقت مجلس کے ہر ممبر کی شخصیت میں تغیر عظیم ہوجاتا ہی، یہانتک کہ بعض اوقات ممبر ایک نیم شعوری کی کیفیت سے متاثر ہوکر اپنے ذاتی مصالح و منافع کے خلاف بھی اظہار رائے کر دیتے ہین، واقعۂ انقلاب فرانس کے زمانہ میں جو کمیٹیاں منعقد ہوتی تھین، ان کی روئداد ین اور حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجالس نیابی میں جب کسی قسم کی تحریک پیدا ہوتی ہے، تو ان مجالس اور کمیٹیوں کے ممبر ایک نیم شعوری کیفیت سے متاثر ہوکر اپنے

Marfat.com

حصولِ مقاصد کے پیچھے کس طرح سرگردان ہوجاتے ہیں، دیکھو اپنے شخصی امتیازات اور مصالح کی قربانی کس قدر مشکل کام ہے، لیکن اس واقعہ میں امرا نے ایک موقع پر جس طرح اپنے مصالح کی قربانی کی ہے، اس کی نظیر کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتی، باوجودیکہ وہ یہ جانتے تھے، کہ جس طرح آج دوسروں کو پھانسی دی جارہی ہے، اپنے اپنے حقوق و مصالح کی قربانی کرنے کے بعد ہم بھی اسی طرح کل دار پر نظر آئیں گے، لیکن وہ ایک عامل قوی سے اثر پذیر ہوکر اس طرح بے خود ہوگئے تھے، کہ اپنے مقاصد کے مقابلہ میں ان کو اپنی جان و مال تک کی پروا باقی نہ رہی تھی، اور جو خیال ان کے ذہنوں میں پختہ ہوچکا تھا، اس کے خاطر وہ تن من دھن قربان کرنے پر تیار تھے، اس گروہ کا ایک شخص بیلا ڈوبرنیس کہتا ہے، کہ ہم کو اپنی تجاویز پر عمل کرنے کا خیال گو صرف دو دن پیشتر پیدا ہوا تھا، لیکن کوشش و جانفشانی نے ہم سے سب کچھ کروادیا،

ان تجاویز اور قراردادوں کو پاس کرنے کے لئے اس زمانہ میں جو جلسے منعقد ہوئے، اور ان میں جسقدر جوش و خروش کا اظہار کیا گیا، اس کی تفصیل انقلابِ فرانس کے فلسفی مورخ موسیو ٹائن کی زبان سے سُنو، موسیو ٹائن لکھتے ہیں :-

"ان لوگوں نے تمام تجاویز مکمل کرکے ان پر عمل شروع کردیا، اور حماقت بلکہ جنون کی حد سے بھی گذر گئے، دوست و دشمن سب دار پر لٹکا دیئے گئے، بلکہ تمام پارٹیوں نے متفق ہوکر چیرز کی آوازوں کی گونج کے ساتھ نہایت خوشی سے یہ طے کیا، کہ ڈانٹن جو انقلابِ فرانس کا لیڈر تھا، ضرور ضرور دار پر کھینچا جائے، ادھر تو سفاکی اور بے رحمی کی یہ مثالیں پیش کیجا رہی تھیں، اور اُدھر کو لوٹ دی ہربیس، کوتھن اور روبسپیر پر حد سے زیادہ نظرِ عنایت

Marfat.com

مبذول ہو رہی تھی، اب ان لوگون نے نئے سرے سے پھر انقلابی حکومت کا ایک جدید انتخاب کیا، اور ایک ایسی حکومت قائم ہوئی، جس کے ممبر سخت ظالم اور سفّاک تھے، بحر و بر کو ان سے دشمنی تھی، اور کوئی فرد بشر ایسا نہ تھا، جو ان کے حرکات سے نالاں نہ ہو، آخر مظلومون کی فریاد سنی گئی، اور اس مہینہ کی ۲۲ تاریخ کو اس حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور اسکے افراد ایک ایک کرکے قتل کر ڈالے گئے"

نیابی مجالس سے بھی اسی قسم کی حرکات اس وقت صادر ہونے لگتی ہین، جب کسی قومی ہیجان کے اثر سے وہ متاثر ہو جاتی ہین، موسیو اسپولر جو نظامِ نیابی کا بہت بڑا موئید ہے سنہ ۱۸۴۸ء کی پارلیمنٹ کے متعلق حسب ذیل ریمارک کرتا ہی:-

"بغض و حسد، بیجا اعتماد، اور بے انتہا خیالی اُمیدیں، یہ باتیں ہیں جو جمہوریت پسند گروہ کو فنا و موت کی جانب لے جا رہی ہیں، اس گروہ کی سادہ لوحی کی بھی کوئی حد ہے، کہ نہ اس کو قانون کی پروا ہے، اور نہ نظام و صلاح کا مفہوم اس کے ذہن میں آتا ہے، بیجا خیالی اُمیدیں قائم کرنے اور دلیری اور وحشت میں ان کی حالت دیہاتیون اور بچون کی حالت سے بالکل مشابہ ہوتی ہے، کہ حالتِ سکون میں اضطرابِ شدید اور حالتِ اضطراب میں اطاعت و انقیاد کے متضاد جلوے نظر آتے ہین، جو غیر تربیت یافتہ دماغ کی شان ہوتی ہے، اس قسم کے دماغون کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ ہر بات سے حیرت زدہ ہوتے، سیدھے، اور صحیح راستے سے گھبراتے، اور اقدام و شجاعت کے ساتھ اگر آگ بھی ہو، تو اس میں کود پڑتے ہیں، نسیان و ذہول کی

استعداد ان میں زیادہ پائی جاتی ہے، اور وہ اپنے اعمال و افعال میں افراط و تفریط کی جانب زیادہ مائل ہوتے ہیں، غرض ان کی حالت پانی کی سی ہوتی ہے جس میں ہر طرح کی صورتیں اتر آتی ہین، بتاؤ اس حکومت سے کس بات کی امید رکھی جائے جس کی تشکیل اس قسم کے افراد سے ہوئی ہو"

اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ جب مجالسِ نیابی کی حالت یہ ہے، کہ ایک ذراسی تحریک پر شرکاے مجلس آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، تو ایسی حالت میں اعضاے مجلس کے اوسان کہاں برقرار رہ سکتے ہیں، حالانکہ ہم یہ دیکھتے ہیں، کہ ان مجالس میں بعض اوقات مفید اصلاحی تجویزین بھی پاس ہوتی ہیں لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ مجالسِ نیابی سے ہر زمانہ میں اثر پذیری اور ضعفِ عقلی وغیرہ کا اظہار نہیں ہوتا، ان اوصاف کا اظہار ان مجلسوں سے صرف اسی وقت ہوتا ہے، جب کوئی مہیجِ شدید دفعۃً رونما ہوتا ہے، باقی ان مجالس کی غالب حالت تو یہ ہوتی ہے، کہ ان مجلسوں کے ہر ہر فرد کی شخصیت علی الاستقلال باقی رہتی ہے، اور شعورِ تام کی حالت میں جو تجاویز وہ پاس کرتے ہین، وہ نہایت درجہ مفید اور ضروری ہوتی ہیں، ہان البتہ یہ ضرور ہوتا ہے، کہ اس قسم کی تجویزوں پر غور و فکر کرنے والا دماغ ایک ہی ہوتا ہے، قانون مجلس نہیں وضع کرتی ہے، بلکہ قانون ایک ہی دماغ کی کاوش اور جانفشانی کا نتیجہ ہوتا ہے، لیکن جب یہ قوانین مجلس کے اندر پیش کئے جاتے ہیں، اور شرکاے مجلس ان میں ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں، تو اسوقت ان قوانین میں نقصانات پیدا ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہر مذہب کا سکریٹری مضر تجویزوں کے اثر سے اپنی مجلس کی حفاظت کرتا ہے، اور گویا سکریٹری کی حالت جماعت کے قائد سے مشابہ ہوتی ہے، جو مجلس پر قائد کی حیثیت سے حکومت کرتا ہے،

Marfat.com

بلاشبہہ نظامِ نیابی ایک ایسا طرزِ حکومت ہے، جس کی بدولت شخصی مظالم سے لوگون کو امن حاصل ہوتا ہے، اور لوگ اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کے عادی ہوتے ہیں، اور خواہ عام آدمیوں کے ذہنون میں یہ طرزِ حکومت کتنا ہی بیوقعت ہو، لیکن کم از کم فلاسفہ کے نزدیک تو ثابت ہوچکا ہے، کہ نظامِ نیابی سے بڑھکر طرزِ حکومت کی کوئی ترقی یافتہ صورت نہیں ہوسکتی

لیکن باوجود ان سب باتون کے اگر نظامِ نیابی کو عملی حیثیت سے دیکھا جائے، تو اس طرزِ حکومت میں دو بڑی خرابیاں نظر آئیں گی،

۱- مال کا بیجا اصراف،

۲- حریتِ شخصی کی تحدید،

ان دو نقائص میں سے پہلا نقص اس طرزِ حکومت میں اس وجہ سے پیدا ہوتا ہی کہ منتخب شدہ جماعتِ نائبین ہر اس تجویز کی تائید کرتی ہی، جو مجلس میں پیش کیجاتی ہے مثلاً اگر کوئی ممبر اس مضمون کا رزولیوشن پیش کرتا ہے، کہ مزدوری پیشہ جماعت کی شرحِ اجرت مقرر کردیجائے، یا بعض عہدیداروں کی تنخواہ میں اضافہ کردیا جائے تو دوسرے ممبر باوجودیکہ جانتے ہین کہ اب میزانیہ (بجٹ) میں ان اخراجات کی گنجایش نہیں، مگر جان بوجھ کر ان تحریکات کی مخالفت نہیں کرتے، کیونکہ ان کو یہ خوف لگا رہتا ہے کہ جن لوگوں نے ان کو ممبر منتخب کرکے پارلیمنٹ میں بھیجا ہے، وہ بدظن ہوکر یہ خیال نہ کرنے لگیں، کہ یہ لوگ ہمارے مصالح کا لحاظ نہیں کرتے، اب ممبروں کو دو قسم کے لوگون کا سامنا ہوتا ہی، اگر وہ اپنی قائم مقامی کا خیال کرتے ہین، تو اخراجات کا اضافہ ہوتا ہی، اور اگر اخراجات اور بجٹ کا خیال کرتے ہیں تو قوم ان سے بدظن ہوئی جاتی ہی، لیکن چونکہ کثرتِ اخراجات کے نتائج عام لوگوں کی نظرون سے اوجھل رہتے ہیں، اسلئے شرکاے مجلس اس قسم کی تحریکات کی تائید میں اپنی رائے پیش کردیتے ہیں،

Marfat.com

پھر سب سے زیادہ مشکل اسوقت پیش آتی ہے، جب مقامی ضرورتوں کے لئے کثیر اخراجات کی تحریک کی جارہی ہو، اور چونکہ مقامی ضرورتوں کا تعلق خود ان لوگوں سے ہوتا ہے جنھوں نے قائم مقام منتخب کرکے بھیجے ہیں، اسلئے ان ضرورتوں کی بنا پر قائم مقاموں کو کثیر اخراجات برداشت کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے[۱]،

[۱] اخبار ایکانومسٹ نے ۱۶- اپریل ۱۸۹۵ء کی اشاعت میں ایک دلچسپ مضمون اُن کثیر اخراجات کے اوپر لکھا ہے، جو مقامی ضرورتوں خصوصاً ریل اور وسائلِ آمد و رفت کی سہولتوں اور ترقی کے لئے حکومتیں برداشت کرتی ہیں، اس مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہے، :- لانگو (جس کی آبادی تین ہزار نفوس ہے) اور پوئی کے درمیان ۱۵ ملین میں ریل تیار ہوئی ہے، اسی طرح بومون (جس کی آبادی ۳۵۰۰ نفوس ہے) اور کاسٹیل سارزان کے درمیان ۷ ملین میں، اور اوسٹ (جس کی آبادی ۵۲۳ نفوس ہے،) اور سمکیس (جس کی آبادی ۱۲۰۰ نفوس ہے) کے درمیان ۷ ملین میں، اور براڈ اور اولیٹ (جس کی آبادی ۴۷ نفوس ہے،) کے درمیان ۷ ملین میں، اسی طرح ۱۸۹۵ء میں جن جدید ریلوں کی تیاری منظور ہوئی ہے، اور جن کا بنانا بالکل بے کار ہے، ان کے اخراجات ۹۰ ملین ہونگے، اس کے علاوہ مزدوری پیشہ جماعت کی شرحِ اجرت کے متعلق جو قانون پاس ہوا ہے، اس کی تنفیذ کے لیئے وزیر مال کے اندازہ میں ۱۶۵ ملین اور لوروابولیو ممبر سائنٹفک سوسائٹی کے اندازہ میں ۸۰۰ ملین کی منظوری درکار ہوگی، یہ حالت ان کثیر اخراجات کی ہے، جو عموماً بلاد یورپ میں بے فائدہ برداشت کئے جارہے ہیں، اور جن کے باعث بعض ممالک مثلاً پرتگال، اسپین، ٹرکی وغیرہ تو بالکل مفلس ہوچکے ہیں اور بعض ممالک مثلاً اٹلی میں افلاس پھیلنا شروع ہوگیا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ قومیں ان کثیر اخراجات کو برداشت کرکے قرضہ اور سود کی مقدار کو اپنے اپنے بجٹ میں برابر بڑھا رہی ہیں، ان مصائب کے علاوہ مذہب اشتراکیت کی آفتیں اور اقتصادی منازعات ہماری جمعوں کو اور گھلائے دیتے ہیں لیکن اب افسوس کرنا بیکار ہے، اب وقت گذر چکا اور مستقبل میں جو کچھ ہوگا اسکے لئے ہمکو تیار رہنا چاہیئے

(مؤلف)

Marfat.com

دوسرے ضرر یعنی تحدیدِ حریت کی حالت یہ ہے، کہ گو اس میں روزانہ اضافہ ہوتا جارہا ہے، لیکن مجالسِ نیابی کے نزدیک چونکہ روزانہ قوانین کے وضع کرنے کی ضرورت ہے، اسلئے کسی کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ ان جدید قوانین کے وضع کرنے سے جو کچھ آزادیِ عمل ہمیں حاصل تھی، وہ بھی سلب ہو جائیگی،[1]

انگلستان کی نیابی مجلس (پارلیمنٹ) تمام ملکوں کی نیابی مجالس سے زیادہ آزاد ہے، اور اس میں ہر ممبر کی آزاد مستقل حیثیت برقرار رہتی ہے، لیکن باوجود اسکے وہ بھی ان مضرات کے دفع کرنے سے قاصر ہے،

ہربرٹ اسپنسر جو انگلستان کا ایک مشہور فلسفی ہوا ہے، اس نے مدت ہوئی، اپنی کتاب "افراد اور حکومت" میں اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے لکھا تھا، اس کے بعض جملوں کا اقتباس میں ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش کرتا ہوں، وہ لکھتا ہے:-

"تشریع اور قانون سازی کا جو طریقہ ہمارے ملک میں مدت سے رائج ہے، اس کا ایک مضر پہلو یہ ہے، کہ لوائح (رزولیوشن یا قوانین) اور تعدیلات (ترمیمات) کی کثرت کی وجہ سے حریتِ شخصی کے حدود

---

[1] یہ حالت تو فرانس کی ہے، لیکن غریب ہندوستان کی حالت اس بارے میں فرانس سے زیادہ قابلِ رحم ہے، انگریزوں نے ہندوستانیوں کی مشق اور تمرین کے لئے مختلف صوبوں میں جو کونسلیں قائم کی ہیں، وہ صرف اس غرض سے قائم کی گئی تھیں کہ ہندوستانی خود اپنے لئے قوانین وضع کریں گے جو انکی ضرورتوں کے مطابق ہونگے لیکن اب ملکی نامزد شدہ قائم مقاموں کے علی الرغم روزانہ جدید قوانین وضع کئے جاتے ہیں، اور ملک استبداد کی مصیبت میں مبتلا ہے، یہ وہ اصلاحی تجویز ہے، جو انگریزی نقطۂ خیال سے ہندوستان میں سلف گورنمنٹ کے لئے راستہ صاف کر رہی ہے، (مترجم)

تنگ ہوتے جارہے ہین،

۱- ہرسال ایک جدید قانون نافذ کیا جاتا ہے، جو جدید فرائض وواجبات (جن سے پہلے آزادی تھی) لوگون پر عائد کر دیتا ہے،

۲- ہر روز نئے نئے ٹیکس وضع کئے جاتے ہیں، اور اس طرح لوگوں کو روزانہ اپنے مالِ مکسوبہ کی کثیر مقدار سے محروم کر دیا جاتا ہی، اور یہ سارا روپیہ عہدہ دارانِ حکومت پر صرف ہوتا ہی،"

نظامِ نیابی کی ان دو مضرتوں کے علاوہ جو ہربرٹ اسپنسر نے بتائی ہیں، ایک بڑی مضرت اور ہے، جو تمام ممالک میں مصیبتِ عظیمہ کا پیش خیمہ ہے، اور وہ یہ ہے، کہ ان نئے نئے قوانین کی وجہ سے روزانہ ان عہدہ داروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے جو ان قوانین کی تنفیذ کے لئے مقرر کئے جاتے ہین، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ اس قسم کے عہدہ داران کو ملک کی حقیقی حکومت سپرد کر دیجاتی ہے، اس گروہ کی حکومت نہایت ظالمانہ ہوتی ہے، اور اسکے اعمال وافعال کی کوئی باز پرس نہیں کرتا، دیکھو یہ کتنا شدید استبداد ہے، کیا اس سے بڑھکر کوئی استبداد ہوسکتا ہے،؟

غرض جدید قوانین کا اضافہ اور کثیر اخراجات جن کا بار ٹیکس کی صورت میں رعایا اور قوم پر ڈالا جاتا ہے، یہ مضرتیں ہیں جن کے باعث افراد کا دائرۂ عمل محدود ہوگیا ہی، اور افسوس کہ قومیں ابتک یہ سمجھی بیٹھی ہین، کہ نظامِ نیابی حریت ومساوات کا کفیل ہے، افسوس انکو یہ نہیں سوجھتا کہ نظامِ نیابی ایک بڑی مصیبت ہی، جو استبداد میں قوموں کو مبتلا کر رہی ہی، اور یہ استبداد شخصی استبداد سے بڑھکر ہے،

لیکن جو کچھ ہو، اب تو بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم نظامِ نیابی اور موجودہ

Marfat.com

طرزِ حکومت کی اتباع کریں، کیونکہ اب اس نظام کے استبداد کو برداشت کرتے کرتے کچھ ہم اس طرح کے عادی ہوگئے ہیں، کہ ملکۂ انتقاد اور ملکۂ اقدام ہم سے مفقود ہوچکا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان اپنے ذاتی اخلاقِ فاضلہ کو کھو بیٹھتا ہے، تو وہ دوسروں میں انکے دیکھنے کی تمنا کرتا ہی، اس بنا پر جب افراد کا ارادہ سلب ہوچکا اور اون کی قوتِ عزیمت فنا ہوگئی، تو بداہتہً جماعت کی قوت وسطوت مین اضافہ ہوگیا اور افراد کا ارادہ جماعت کے ارادہ میں ضم ہوکر بالکل فنا ہوگیا، اب وہ اعمال جو پہلے افراد کی قوت سے انجام پاتے تھے، بجاے افراد کے جماعت کی قوت سے انجام پانے لگے، اور بجاے افراد کے جماعت تمام اعمال کی نگراں اور محافظ بن گئی، اب جماعت گویا قادرِ مطلق معبود ہے، جو انسان پر حکومت کر رہی ہے، لیکن تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کے معبودوں کی حکومت چند روزہ ہوتی ہے،

جن قوموں میں افراد کی حریتِ ارادی سلب ہوگئی ہو، انکے متعلق یقین رکھو کہ اب انکا دورِ انحطاط شروع ہوگیا ہے، اور بہت جلد یہ قومیں فنا ہوجانے والی ہیں، اس بنا پر جب ہم اقوام کے دورِ ماضی اور حال کا مقابلہ کرتے ہیں، تو ہم کو نظر آتا ہی کہ علامات انحطاط نے ہمارے تمدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، فنا کی علامتیں نظر آرہی ہیں، اور یورپ کی تباہی کا زمانہ قریب آگیا ہے، اور ہم ایک ایسے دور میں سے ہوکر گذر رہے ہیں جو ہمکو فنا وموت کی جانب لئے جارہا ہی،

اوراقِ بالا میں نفسِ اجتماعی کے مظاہر کی تشریح ختم ہوگئی، اب ہم چاہتے ہین کہ گذشتہ بیانات کا خلاصہ درج کرکے کتاب کو ختم کردین،

یہ معلوم ہے کہ ہر قوم کو دو دور میں سے ہوکر گذرنا لازمی ہے، :- دورِ ترقی

Marfat.com

اور دورِ انحطاط، لیکن سوال یہ ہے کہ قوموں کی ترقی اور تنزل کے اسباب کیا ہوتے ہیں؟ ذیل میں ہم مجملاً اس سوال کا جواب دیں گے،

سب سے پہلے ہم کو چند ایسے لوگوں کا مجمع نظر آتا ہے، جو ہجرت یا فتوحات کی بنا پر کسی ملک میں مجتمع ہو جاتے ہیں، ان کی زبانیں مختلف ہوتی ہیں، ان کے رسوم و رواجات جدا جدا ہوتے ہیں، اور ان میں کوئی رابطۂ اتحاد نہیں نظر آتا بجز اس ایک رابطہ کے کہ اس گروہ کا ایک رئیس ہوتا ہے جو سارے گروہ کو بایں ہمہ اختلاف و تشعب مجتمع کئے رہتا ہے، شجاعت و اقدام اس گروہ کی سرگذشت میں داخل ہوتے ہیں، اور قوت و توحش سے اس گروہ کا خمیر ہوتا ہے،

فرض کرو کہ ایک مدت گذر گئی، اور وہ گروہ اپنے اسی حال پر تھا، کہ دفعۃً ماحول کے تغیرات اور اجتماعی ضروریات کے تقاضے سے اس گروہ کے جو اجزاء و عناصر باہم منفصل تھے، وہ پیوستہ ہو گئے، اور اس گروہ کے تمام افراد میں ایک گونہ ارتباط و اختلاط پیدا ہو گیا، اور اس اختلاط و ارتباط کے پیدا ہوتے ہی اس گروہ میں ان اوصاف کا بھی وجود ہو گیا، جو علم النفس کے نقطۂ نظر سے جماعت کے خصائص ہیں، یہ دوسرا دور ہے، جہاں آکر ایک منتشر گروہ منتظم جماعت کی صورت اختیار کر کے دورِ تمدن میں قدم رکھتا ہے،

لیکن ابھی اس جماعت کی حالت اتنی درست نہیں ہوئی ہے، کہ وہ وحشی سے متمدن ہو جائے، ابھی اس کو ایک نقص کی تکمیل کرنا ہے، اور وہ نقص یہ ہے، کہ ابھی اس کا کوئی خاص مقصد متعین نہیں ہوا، جس کے حاصل کرنے کی اس کو کوشش کرنا چاہئے، اسلئے ابھی اس پر حالتِ جمود طاری ہے، اور مقصد کے متعین ہونے کے لئے ایک مدت درکار ہے، اب فرض کرو کہ رفتہ رفتہ اس کا مقصد بھی متعین ہو گیا، اور اب وہ جوش و قوت

Marfat.com

سے بھر پور ہے،

اب دورِ تمدّن کا آغاز ہوتا ہے، قوم اپنے مقصد کی تکمیل و تحصیل کے درپے ہوتی ہے، اور قومی ضروریات کے مطابق اس قوم کے عقائد اور اس کے علوم و فنون وغیرہ کی تدوین کیجاتی ہے، اور دنیا کی قوموں کی صف میں یہ قوم صدر نشینی کا اعزاز حاصل کرلیتی ہے، اس اثنا میں گو بعض جدید مصائب بھی اس کو پیش آتے ہیں، جو اس کی حالت میں تغیر پیدا کر دیتے ہین، لیکن یہ تغیر صرف وقتی ہوتا ہے، اور اس کی قومی روح کو ان حوادث و مصائب سے کوئی صدمہ نہیں پہنچتا،

لیکن اب یہان آکر زمانہ کی قوتِ ایجادی ختم ہوجاتی ہے، اور اسکی قوتِ اعدامی کا ظہور ہونے لگتا ہے، اور تمدّن قوت و شوکت کی ایک حدِ معین پر پہونچکر رُک جاتا ہی، یہ قوم کا دورِ وقوف ہی، اس دور کے ختم ہونے کے بعد قوم کا دورِ شیخوخیت شروع ہوتا ہی جسکے بعد فنا و موت لازمی ہی،

فنا و موت سے گو کسی قوم کو مفر نہیں لیکن ساعتِ موت اکثر اسوقت آتی ہی جب قوم کے مقصدِ معین میں ضعف پیدا ہوجاتا ہی جب تک قوم کا یہ تخیل قوی تھا، اسوقت تک قوم کے قوا و اعضا قوت سے بھر پور تھے، لیکن جہان اس میں ضعف پیدا ہوا، بس قوم کے قوائے عمل شل ہوگئے، سیاست و مذہب کے قصورِ عالیہ ایک دم زمین پر آرہے، اور قومی موت کی ساعتِ موعود آن پہنچی،

جب کسی قوم کے تخیل اور مقصدِ معین میں ضعف آجاتا ہی، تو اس کی قوتِ امتزاجی فنا ہوجاتی ہے، افراد کی شخصیت مضمحل اور قوم کے قوائے عمل شل ہوجاتے ہیں، اور گو اسوقت دماغی قوتون میں حیرت انگیز طاقت آجاتی ہی، لیکن اسی وقت سے نظامِ

Marfat.com

اخلاق کا زوال اور عملی طاقت کا فقدان بھی شروع ہوجاتا ہی، جو دورِ انحطاط و تنزّل کی نشانیان ہیں، اسوقت قومی کالبد قالبِ بیجان ہوکر رہجاتا ہے، اندر دیکھو تو کچھ نہیں، لیکن ظاہری حالت زندگی کا ثبوت دیرہی ہی، یہی وقت ہوتا ہے جب قومی نظام درہم و برہم ہوجاتا ہی، افراد اپنا ذاتی استقلال کھو بیٹھتے ہین، امیدین اور تمنائیں دل ہی دل میں پیدا ہوتی اور مٹ جاتی ہین، تمدّن کے ستون منہدم ہوجاتے ہیں، اور دورِ وحشت لوٹ آتا ہے اور گو اس وقت قوم کی ظاہری شان سے یہ گمان ہوتا ہے، کہ قوم اپنے شباب پر ہے لیکن حقیقت مین اسوقت قوم کی حالت یہ ہوتی ہی، کہ اس کے اعضاء و جوارح میں ضعف پیدا ہوچکا ہی، اس کی روح کو دیمک چاٹ گئی ہے، اور قوم ایک خشک درخت کے مانند ہوگئی ہی، جو ہوا کے ایک جھونکے سے زمین پر آرہتا ہے،

غرض قومیں ایک خیال اور ایک مقصد کے درپے ہوکر دورِ وحشت سے دورِ تمدّن تک ترقی کرتی ہیں، اور دورِ تمدّن کے بعد ان پر انحطاط طاری ہوتا ہی، پھر جب انکا مقصد معیّن کمزور ہوکر فنا ہوجاتا ہے، اسوقت وہ خود بھی نذرِ اجل ہوجاتی ہین، یہ ہے ناموسِ الٰہی جو تمام اقوامِ عالم پر مسلّط ہی،

محمد اسلم مجددی
ذخیرہ لاہور